ارمغانِ امامِ ربّانی

جلد ششم

ترتیب و تدوین

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

امامِ ربّانی پبلیکیشنز لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۰ ویں سالانہ امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس

(منعقدہ 5 جنوری 2014 بروز اتوار 10 بجے دن بمقام کانفرنس ہال ہمدرد سنٹر لٹن روڈ، لاہور)

کے موقع پر پیش کیے جانے والے

علمی و تحقیقی مقالات پر مبنی

ارمغانِ امامِ ربانی

ترتیب و تدوین

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

جلد ششم

باہتمام

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

امام ربانی پبلیکیشنز لاہور پاکستان

سلسلہ اشاعت ۷

نام کتاب	ارمغانِ امامِ ربانی (جلد ششم)
ترتیب وتدوین	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
پروف ریڈنگ	شاہد حسین
باہتمام	محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی
خطاطی	احمد علی بھٹہ
اشاعت	محرم الحرام ۱۴۳۸ھ/اکتوبر ۲۰۱۶ء
ناشر	امامِ ربانی پبلیکیشنز لاہور پاکستان
صفحات	۵۳۶

ملنے کا پتہ

- مرکزی دفتر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور، پاکستان 51-K1 واپڈا ٹاؤن لاہور
- دفتر روزنامہ جرأت/تجارت 14 ڈیوس روڈ، لاہور، پاکستان

فون آفس 00-92-4236375697 موبائل 0092300-4299321

www.mujadidway.com

297.4 ارمغان امام ربانی، مرتب: محمد ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر
ارم

لاہور، امام ربانی پبلیکیشنز، 2016

ص ۵۳۶

1۔ تصوف

فہرست

مقالات

گوشۂ تحقیقاتِ محمد اقبال مجددی

رُوداد یں

إنما يخشى الله من عباده العلماء

صلى الله على حبيبه محمد وآله وصحبه وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت رسول مقبول ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی ﷺ
دیکھنی ہے حشر میں عزّت رسول اللہ کی ﷺ

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی ﷺ

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ﷺ

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ﷺ

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی ﷺ

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دُور ہو
ہم رسول اللہ کے جنّت رسول اللہ کی ﷺ

ذِکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہُوں اُمّت رسول اللہ کی ﷺ

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا اُن سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی ﷺ

ٹوٹ جائیں گے گنہ گاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی ﷺ

یارب اک ساعت میں دُھل جائیں سیہ کاروں کے جُرم
جوش پر آجائے اب رحمت رسُول اللہ کی ﷺ

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی ﷺ

شیخِ مجددؒ کی لحد پر

میرزا امجد رازی

جب چھا گئی تھی ظلمتِ دوراں سرِ افکار
معتوب ہوئی ضعف سے جب صحتِ اخبار

جب جہل ہُوا علم کے لشکر کا علمدار
جب مسندِ افتاء پہ ہوا قبضۂ دینار

جب بکنے لگی شرعِ پیمبر سرِ بازار
تحریف کی تغییر کی جب ہوگئی بھر مار

باہم جو بغل گیر ہوئے سبحہ و زنّار
جب عہدِ جہانگیر ہوا پھر سے نمودار

حاضر میں ہوا شیخِ مجدّدؒ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک میں ہیں مُصحفِ توحید کے پارے
اس خاک میں ہیں شرحِ نبوت کے شمارے

اس خاک میں ہیں برقِ محبت کے شرارے
بہتے ہیں اسی خاک سے عرفان کے دھارے

اس خاک میں ہیں شورشِ الہام کے نعرے
اس خاک میں ہیں ہستی مطلق کے اشارے

ملتے ہیں یہاں وحدت و کثرت کے کنارے
اس خاک پہ ہے چرخ بھی دامن کو پسارے

جھکتے ہیں مہ و مہر یہاں عجز کے مارے
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
تقدیر رُکی جس کی نہ تدبیر کے آگے

بے خوف و خطر لب رہے تعزیر کے آگے
وہ حرفِ مصدّق رہا تنکیر کے آگے

مومن وہ رہا لشکرِ تکفیر کے آگے
جچتا نہ تھا کچھ دین کی توقیر کے آگے

خاشاک تھے سب آتشِ تقریر کے آگے
وہ صاحبِ تعمیر تھا تسخیر کے آگے

ٹھہرا کے قدم حلقۂ زنجیر کے آگے
وہ سینہ سپر اُٹھ تھا شمشیر کے آگے

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نَفَسِ گرم سے ہے گرمی احرار

وہ اشک کہ جس اشک میں تھا نوح کا طوفاں
وہ آہ کہ جس آہ سے واقف تھے بیاباں

وہ عشق کہ جو حُسن کو کر دیتا پریشاں
اک حشر کہ سینے میں تھا وہ جذبۂ پنہاں

وہ جس سے کہ تھی سطوتِ شاہی بھی ہراساں
گردابِ حوادث سے ہوا دست و گریباں

وہ بندۂ حق کہیئے جسے قوتِ ایماں
وہ جس نے بدل ڈالے تھے ہر فکر کے عنواں
وہ جس نے دیا دین کو تجدید کا ساماں

وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ سیدنا محمدٍ و الہٖ و اصحابہٖ و سلم

پیش گفتار

صوفیہ کرام نے تمام عالم اسلام پر اپنے کردار اور علمی کارناموں کی بنا پر اثرات مرتب کئے ۔ جہاں یہ طائفہ منصورہ نہ پہنچ سکا وہاں فکر اسلامی کی ترویج و اشاعت بھی مناسب طور پر نہ ہوسکی، اس طائفہ منصورہ کے ایک سرگرم رکن، جن کی حدت ایمانی اور قوت عرفانی نے برصغیر پاک و ہند ہی نہیں ہر علاقہ کے مسلمانوں کو گرویدہ بنایا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) ہیں، آپ کی بروقت نگہبانی نے مسلمانوں کی ذات رسالت مآب ﷺ سے وابستگی، عقیدت، اطاعت اور اتباع کے جذبہ کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس میں استحکام و دوام کے لئے عملی اقدامات کئے جس کے نتیجہ میں عوام و خواص اسلام کی حقیقی روح کی طرف متوجہ ہوئے، آپ کے منہج اصلاح و ارشاد کی پیروی ہر اس جگہ کی جہاں تعلیمات نبوی کو مختلف بہانوں سے بدلنے کی کوشش کی گئی، ترکی اس کی زندہ مثال ہے، آج وہاں اسلام کا نام لینے والے ''امام ربانی'' کو نہ فراموش کر سکے۔

حضرت امام ربانی کے افکار و تعلیمات کی اشاعت کے لئے عصر حاضر میں جس شخصیت نے بے مثال کردار ادا کیا وہ حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددیؒ کی ذات بابرکات ہے، امام ربانی کانفرنسز، مقالات کی اشاعت، اس حوالہ سے علماء کی تقاریر اور ملک بھر سے شائع ہونے والے اخبارات میں حضرت امام ربانی کے حوالے

سے مضامین کی اشاعت خاص جیسے کثیر الجہتی کام موصوف نے اپنے ذمہ لیے ہوئے تھے ، یہ سلسلہ ان کے وصال کے بعد تا حال جاری ہے اور اس میں آپ کے مرید باصفا جناب محمد ناظم بشیر کی کاوشیں نا قابل فراموش ہیں۔ محترم جمیل اطہر سرہندی صاحب صوفی صاحبؒ کے رفیق خاص ہیں، وہ اس مشن کی سیادت وقیادت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مقالات کی یہ جلد پچھلی جلدوں سے منفرد علمی اسلوب کی حامل ہے، اس میں گوشۂ تحقیقات محمد اقبال مجددی کے عنوان سے سات (۷) مضامین شامل ہیں، یہ مقالات فکر مجدد کے شارح، ممتاز ماہر مجددیات جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی کی عمر بھر کی تحقیقات کا ثمر ہیں، وہ اس موضوع پر جو لکھتے ہیں حرف آخر سمجھا جاتا ہے، انہوں نے فکر مجدد کی مختلف علمی جہات پر قلم اُٹھایا اور حق ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ ان صالحین سے نسبت کا بہتریں اجر عطا فرمائے۔

دیگر مقالات جو امام ربانی کانفرنس (منعقدہ 5/جنوری 2014ء) میں پیش کئے گئے کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ پہلا مقالہ پروفیسر محمد اقبال مجددی کا ہے جس میں انہوں نے "مجدد الف ثانی" لقب کے عطا کا زمانی تعین کیا ہے۔

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (پ: ۱۹۳۸ء)

وطن عزیز کے نامور صاحبان علم ودانش میں نمایاں ترین مقام رکھتے ہیں، ان کی حیات وخدمات کا اعتراف میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد نے ان کی علمی خدمات کے حوالہ سے ایم فل کے دو مقالات لکھوائے ہیں، زیر نظر مقالہ میں انہوں نے

فقہی اجتہاد میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق اور فکر رسا کو بیان کیا ہے۔

۳۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر لوگوں نے مختلف وجود کی بنا پر اعتراضات کئے ان اعتراضات کے جواب میں منظر عام پر آنے والا ایک رسالہ ''العرف الندی'' ہے اس رسالہ کی تدوین وتحقیق اور ترجمہ کے حوالے سے راقم کی کاوش بھی ارمغان امام ربانی کی چھٹی جلد میں شامل کی گئی ہے۔

۴۔ڈاکٹر دُرمش بلگر ترک سکالر ہیں جو اس کانفرنس میں شریک ہوئے، انہوں نے فکر مجدد پر مولانا رومی کے اثرات کا جائزہ لیا ہے، ڈاکٹر درمش بلگر ''ماہر رومیات'' ہیں اس نقطہ نظر سے یہ مقالہ بڑا اہم ہے۔

۵۔ڈاکٹر محمد اکرم ورک (۱۹۶۸ء) جو کہ ان دنوں گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز کامونکی میں بحیثیت اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں، ان کا مقالہ تصوف کے دو اہم افکار ''وحدت الوجود والشہودؔ'' کی حقیقت اور تشریح وتوضیح کے حوالے سے معلومات افزا ہے۔

۶۔علامہ محمد افضل سعید البرہان انٹرنیشنل کے نام سے ادارہ چلا رہے ہیں، علمی و فلاحی کاموں میں خاصی دلچسپی ہے۔زیرِ نظر کتاب میں آپ کا مقالہ بعنوان ''عصر حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی روشنی میں'' شامل ہے۔

(۷۔۸) حصہ مقالات کے یہ آخری دو مقالات کانفرنس میں تو نہیں پڑھے گئے تھے مگر اس جلد کے لئے خصوصی طور پر لکھوائے گئے ہیں، انہیں جاوید اقبال مظہری (پ: کراچی) اور جناب محمد ناظم بشیر نے ترتیب دیا ہے، یہ مقالات فکر مجدد کے دینی اور سیاسی رجحانات کے آئینہ دار ہیں۔

پروفیسر محمد اقبال مجددی نے نایاب کتب پر مشتمل ذاتی کتب خانہ پنجاب

یونیورسٹی کو دیا، پنجاب یونیورسٹی میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں اس کتب خانہ کی اہم خصوصیات زیر بحث آئیں کیونکہ یہ تقریب اہل علم کی بہت سی ضرورتوں کی تکمیل کرتی ہے اس لیے اس کی روداد بھی چھٹی جلد میں شامل کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالی ان مقالات کی اشاعت قبول فرمائے اور اسے حضرت صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کے حسنات میں شمار فرمائے۔

ان تمام معاونین کا شکریہ جن کی کاوشوں سے یہ سارے علمی پروگرام پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں خصوصاً

۱۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

۲۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی

۳۔ جناب جمیل اطہر سرہندی

۴۔ جناب میاں محمد صادق قصوری

۵۔ جناب محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

۶۔ جناب ڈاکٹر عقیل احمد خان

۷۔ جناب ڈاکٹر محمد فاروق حیدر

۸۔ جناب پروفیسر حافظ محمد نعیم

۹۔ ڈاکٹر حافظ افتخار احمد

۱۰۔ ڈاکٹر محمد اکرم ورک

۱۱۔ ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

۱۲۔ ڈاکٹر مطلوب احمد رانا۔

۱۳۔ ڈاکٹر شیر علی

۱۴۔ جناب خواجہ عمر فیاض

۱۵۔ جناب شاہد حسین

۱۶۔ جناب محمد راشد مگھالوی

۱۷۔ جناب رضاالحسن قادری

۱۹۔ جناب عرفان ظفر (چیف ایگزیکٹو ارحم سافٹ)

۲۰۔ جناب محمود صاحب (ارحم سافٹ)

۲۱۔ جناب رانا سیف اللہ

کا شکریہ ادا کرنا لازمی گردانتا ہوں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۸ھ / ۱۲ر اکتوبر ۲۰۱۶ء

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

جی سی یونیورسٹی لاہور

افتتاحی کلمات

جمیل اطہر سرہندی

صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم.........بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب آغا نثار احمد جان سرہندی صاحب اور دوسرے لائق تعظیم بزرگان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ ۳۶ ویں سالانہ قومی امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس ہے۔ میں تمام مقالہ نگار حضرات، آنے والے تمام مقررین کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں

ہم اس امت کے پیکر جمیل اور بطل جلیل کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ تقریریں تو بے شمار ہوں گی، مقالات بھی پڑھے جائیں گے لیکن حضرت امام ربانی کے کام کو واضح کرنے کے لیے علامہ اقبال کا صرف ایک مصرع ہی کافی ہے

؎ وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کی شہادت ہے اور یہ کوئی معمولی شہادت نہیں ہے۔ حضرت امام ربانی کے کام کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اس سے زیادہ جامع شعر کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اب میں آتا ہوں مجدد الف ثانی سوسائٹی کے تعارف کی طرف۔۔۔۔اس کام کا بیڑا حضرت سرور ملت محترم و مکرم صوفی غلام سرور نقشبندی

مجددی نے اُٹھایا تھا اور اس کی بنیاد ان کی سوچ کی مظہر تھی۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ حضرت نے مجھ حقیر کو بھی اس کام میں شریک اور شامل کیا۔

حضرت امام ربانی کے افکار اور تعلیمات کو اس ملت تک پہنچانے کا احساس اور ادارک جو میں نے حضرت صوفی صاحب مرحوم ومغفور میں دیکھا وہ قابل رشک اور مثالی کردار تھا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اس مشن اور نصب العین کے لیے وقف کردی تھی۔ میں ناانصافی کا مرتکب ہوں گا اگر میں صوفی صاحب کے ساتھ دو اور شخصیات کا تذکرہ نہ کروں اور وہ شخصیتیں ہیں حضرت ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر محمد مسعود احمد بھی اس ملت کے عظیم محسن ہیں جنہوں نے حضرت امام ربانی پر پچھلی دو یا تین صدیوں میں ہونے والے کام کو ۱۵ جلدوں پر مشتمل ''جہان امام ربانی'' کے نام سے ایک انسائیکلو پیڈیا میں اکٹھا کردیا۔ یہ ایک ایسا گراں قدر علمی فریضہ انہوں نے انجام دیا جو آنے والی نسلوں کو روشنی کی طرف اور نور کی طرف بلاتا رہے گا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری جو حال ہی میں ہم سے رخصت ہوئے ہیں ۔ وہ بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھے کہ جنہوں نے اپنے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے افکار اور تعلیمات کو عام کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یوم مجدد منانے کی تحریک کی ابتداء حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری ؒ نے کی تھی اور کوئی درگاہ، کوئی روضہ، کوئی مزار ،کوئی مرحوم بزرگ ہستی ان کے کام کی نظیر پیش نہیں کرتی ، جیسا عظیم کام حضرت میاں جمیل احمد صاحب ؒ نے انجام دیا۔ وہ حقیقت میں فنافی المجدد تھے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے اتنی محنت نہیں کی جتنی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے میں انجام دی۔

یہ اجتماع جو آج آپ دیکھ رہے ہیں اس کا سلسلہ ۳۶ سال سے جاری ہے، اس میں بھی بنیادی کردار حضرت میاں جمیل احمد شرقپوریؒ کا ہی ہے۔ جب تک ان کی صحت اجازت دیتی رہی وہ بالالتزام ان کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے اور لیکن جب ان کی صحت خراب رہنا شروع رہی تب بھی ان کا حوصلہ بڑھانے کا سلسلہ جاری رہا۔

یہ دو شخصیات ایسی ہیں جن سے حضرت صوفی صاحب نے کسب فیض کیا اور اپنی زندگی کی وہ منزل اور وہ ہدف طے کر لیا کہ وہ حضرت امام ربانی کی تعلیمات سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لیے اپنی زندگی کی تمام توانائیاں استعمال کریں گے اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ اور حضرت میاں جمیل احمد شرقپوریؒ کے بعد جتنا کام حضرت صوفی صاحبؒ نے کیا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب لوگ وہ لوگ ہیں کہ جب یہ دنیا سے رخصت ہوئے اور جب انہیں سپرد خاک کیا گیا اور جب ان کا سامنا نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ سے ہوا ہوگا تو انہوں نے انہیں اپنی بانہوں میں لے لیا ہوگا کہ جو کام میں نے ان کے سپرد کیا تھا وہ اس میں سرخرو ہوئے، کامیاب ہوئے اور سرفراز ہوئے۔

حضرت امام ربانی کو آج ہم کیوں یاد کرتے ہیں اور ان بزرگوں نے ان کے کام کو لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔۔ آپ حضرات آنے والے مقررین کی زبان سے زیادہ تفصیل سے سنیں گے کہ مسلمان ہی حکمران تھے، کلمہ بھی پڑھتے تھے، اسلام کا نام بھی لیتے تھے لیکن ان کے ادوار میں شرک اور بدعت کی حوصلہ افزائی کی جانے لگی اور یہ جسارت یہاں تک بڑھ گئی کہ مغل بادشاہ اکبر نے تو ایک نیا دین ہی متعارف کروانے کا فیصلہ کر لیا، ان بادشاہوں کے حرم میں ہندو عورتیں داخل

ہو گئیں اور وہ ان کے شب و روز پر اثر ڈالنے لگیں اور یہ ہمارے بادشاہ، یہ ہمارے حکمران اس تگ و دو میں رہے کہ اسلام کو ہندومت میں ضم ہی کر دیں، شامل ہی کر دیں اور اس کی آزادنہ اور جداگانہ حیثیت کو نیست نابود کر کے رکھ دیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ اس کا دین اور اس کے محبوب ﷺ کا دین ایسی کسی آزمائش سے دوچار ہوں اس لیے سرہند کی سرزمین سے شیخ احمد فاروقی سرہندی کو پیدا کیا، ان کے ذمہ یہ کام لگا اور انہوں نے روحانی راہنمائی اس دور کے سب سے بڑے صوفی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی جن کی نگاہ دور اندیش نے یہ پہچان لیا کہ حضرت شیخ احمد کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خطے میں دین کی تجدید اور احیاء کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ فریضہ نہایت بہادری سے ادا کیا اور ان کا کام کا طریقہ ان سے پہلے آنے والے بزرگوں اور ان کے بعد آنے والے بزرگوں سے بالکل مختلف رہا کہ حضرت نے سارا کام اپنے قلم سے لیا، ماضی میں جو کام تلوار سے لیا جاتا تھا حضرت نے وہ کام بھی اپنے قلم سے لیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سارا علمی سرمایہ محفوظ چلا آ رہا ہے اور محفوظ ہاتھوں میں اور مرحلہ بہ مرحلہ، ساعت بہ ساعت اہل اسلام کو، اسلام کے پیروکاروں کو منتقل ہو رہا ہے۔ حضرت نے دین اسلام کو برصغیر ہندو پاک میں نئی زندگی دی اور اس کے اندر نئی روح پھونکی اور اس کے علاوہ خانقاہ سے باہر نکل کر اس دور کے مصاحبین کو دعوت دی، ان کے نام مکاتیب لکھے اور ان کو کہا کہ آپ بادشاہ کی خیر خواہی کا حق ادا کریں اور اس کو سیدھے راستے پر لائیں، پشاور کا کمان دار مہابت خان تو انقلاب اور بغاوت پر آمادہ تھا، وہ تو اکبر اور جہانگیر کا تختہ الٹنے کے لیے تیار تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ فقیروں اور درویشوں کو حکمرانی اور تخت

نشینی سے کوئی سروکار نہیں ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ نے دلوں پر حکمرانی کے لیے پیدا کیے ہیں تو یہ سبق آج کے حکمرانوں کے لیے بھی ہے۔

حضرت امام ربانی چار سو سال پہلے جو پیغام دے گئے تھے وہ پیغام نہ صرف پاکستان کے حکمرانوں بلکہ پوری دنیا پر اسلامی ریاستوں کے حکمرانوں کے لیے آج بھی زندہ و پائندہ ہے، اگر ہم دین اسلام کا دامن چھوڑ دیں گے اور اسے نہیں تھامے رکھیں گے، اگر ہم حق بات حکمرانوں کے منہ پر نہیں کہیں گے، اگر ہم باطل قوتوں کو نہیں للکاریں گے، اگر ہم معاشرے میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتے رہیں گے تو ہم اس فکر، اس فلسفے اور اس نظریہ سے روگردانی کریں گے جو حضور ﷺ کا دیا ہوا ہے اور جس کے وارث حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جیسے بزرگ علمائے دین ہیں۔

مجدد الف ثانی سوسائٹی کو احساس ہے کہ وہ ایک چھوٹی تنظیم ہے لیکن کام اس نے بڑا سنبھال رکھا ہے اور بڑے کام وہی کہلاتے ہیں جو خواہ دس دلوں کو متاثر کریں جو خواہ پچاس کو متاثر کریں یا سو کو لیکن ان کی دلوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیں۔ اگر ہم دلوں کو بدلنے کا کام جاری رکھیں گے تو پاکستان مجدد الف ثانی سوسائٹی ہی کی نہیں امام ربانی کے افکار اور تعلیمات کا امین اور پاسدار ہوگا۔ اور حضرت علامہ اقبال نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ اور الگ وطن کا جو تصور حضرت امام ربانی کی مرقد پر حاضری کے وقت لیا تھا اور پھر ملت اسلامیہ کو دیا اور جس کا پرچم حضرت قائداعظم نے تھاما اور برصغیر کے مسلمانوں نے ان کی قیادت میں پاکستان کے نام سے ایک الگ اور جداگانہ اسلامی ریاست حاصل کرلی۔

یہ قدرت کا بہت بڑا انعام ہے۔ ہم بدقسمتی سے اس نعمت کی وہ قدر نہیں

کرر ہے جو کی جانی چاہیے۔ پاکستان دنیا بھر میں وہ منفرد خطہ ہے جو اسلام کے نام پر حاصل ہوا ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پیدا کیا جو ایک ہزار برس کے لیے دین کی تجدید کرتا ہے، احیاء کرتا ہے اور مردہ دلوں میں زندگی کی رمق دوڑاتا ہے۔ آیئے آج کے دن ہم عہد کریں کہ ہم حضرت امام ربانی کے سچے پیروکار بنیں گے ہمارے گھروں میں وہ روشنی اور وہ نور ظہور پزیر ہوگا جو حضرت مجدد کو محبوب تھا اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقبول ہوگا۔

ہم آپ کے سامنے یہ عہد کرتے ہیں کہ یہ مشن صرف ہمارا مشن نہیں ہے، یہ پوری ملت اسلامیہ کا مشن ہے۔ اسلام اور اہل اسلام جس خطے میں موجود ہیں، آزمائشوں سے، صعوبتوں سے، دوچار ہیں ان سب مسائل اور پریشانیوں کا حل یہ ہے کہ ہم صدق دل سے توبہ کریں اور اسلام کا پرچم مضبوطی سے تھام لیں اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ انقلاب برپا ہو جائے جو پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا مقصد اور نصب العین تھا، اس نصب العین کے اختیار کرنے میں ہماری نجات مضمر ہے۔

صدارتی خطبہ

پروفیسر آغا پیر نثار احمد جان سرہندی

صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی، جناب جمیل اطہر سرہندی، نائب صدر جناب ہمایوں عباس شمس، جنرل سیکرٹری جناب ناظم بشیر صاحب و اراکین مجلس، علاوہ ازیں ہمارے معزز و مکرم مقالہ نگار!

یقین فرمائیں ان مقالہ نگاروں کے مقالات سننے اور ان کا حظ و لطف اٹھانے کے لیے یہ جو میں نے سفر کیا ہے وہ مجھے قطعی سفر نہیں لگا بلکہ مجھے اس کی قیمت وصول ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بالخصوص ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب، پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب اور دیگر فاضل مقالہ نگار اور مقررین کو عمر خضری عطا فرمائے کہ وہ اسی طرح اپنے گلستان علمی سے ہر سال مشکبار گلدستہ طرح عطا فرماتے رہیں۔

حضرات گرامی! مجدد الف ثانی سوسائٹی جو یہ کام کر رہی ہے بہت اہم اور بڑا کام ہے۔ کراچی میں میرے محترم استاد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور یہاں پہلے تو صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری اور بعد میں جناب صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو مبارک سلسلہ شروع کیا ہے یقیناً اس نے سینکڑوں دلوں کو سیراب کیا ہوگا اور یہ انہی حضرات کی محنت کا ثمر ہے۔

حضرات گرامی! کچھ باتیں ہیں جن کی بہت سخت ضرورت ہے۔ ہم تصوف کے نام لیوا ہیں۔ تصوف ہمارا عالی مرتبت مسلک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سب سے

پہلے نفیٔ ذات سکھاتا ہے، تصوف میں توانا کے بت کو پاش پاش کیا جاتا ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ ہر جگہ افتراق و انتشار پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ امام ربانیؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ تصوف کا بنیادی سبق یہ ہے کہ صوفی اپنے آپ کو کتے جیسی نجس چیز سے بھی کمتر سمجھے تو یہ برتری کا احساس کیا چیز ہے۔

حضرات گرامی! یہ جو ہزار سال ہمیں عطا فرمائے گئے ہیں اس میں ہمیں چاہیے جیسے پروفیسر اقبال مجددی صاحب اور دوسرے کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ مسلک نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت کریں اور مسلک پاک کی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں۔

حضرات گرامی! حضرت میاں جمیل احمد شرقپوریؒ کا سانحہ وصال پوری دنیا کے نقشبندیوں کو محزون اور غمگین کر گیا ہے انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں بے حد سرگرمی دکھائی وہ یقیناً اپنے مرشد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے حضور ضرور سرخرو ہوں گے اور ان سے پیشتر ان کے فرزند جلیل میاں خلیل احمد صاحب کا وصال ہوا۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی ارواحِ مبارکہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کی اولاد و احفاد کو ان کے نقوش قدم پر چلائے۔

حضرت میاں جمیل احمد صاحب کے ہی شعلے سے صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعلہ روشن ہوا، انہوں نے کمال صحت و استقلال سے طریقہ پاک کے کام کو بدرجہ اولیٰ آگے بڑھایا بے مثال علماء و محققین کا ایسا گلدستہ بنایا جو آپ کے سامنے موجود، ایسا گلدستہ بنایا جو آج تک مشام جاں کو معطر کیے ہوئے ہے۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس محنت اور لگن سے طریقہ پاک کی ترویج و

اشاعت کا پودا لگایا تھا اس کی مسلسل آبیاری کرتے رہیں، انہوں نے جو علماء وفضلاء کا گلدستہ بنایا تھا اس کو منتشر ہونے سے بچائیں اور تصوف کے پہلے اسباق کی روشنی میں نفیٔ ذات سے کام لیں، انا کے مکروہ اور منحوس بت کو پاش پاش کر دیں، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے دیے ہوئے اسباق پر پوری توجہ اور ہمت صرف کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم لفظ ''اللہ'' اس طرح دل میں بسالیں کہ اس مبارک ذکر سے آپ کا قلب معمور ہو جائے، آباد ہو جائے، یہاں تک کہ آپ کے بال بال سے اس کے بنے منہ سے اس کا پیارا نام نکلے یہی سلطان الذکر ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بہت زیادہ حرارت اور جوش ہے، جو بہت ہی مستحسن بات ہے کوشش کریں اس جوش کو صبر اور ہمت اور سلسلہ عالیہ کی ترویج اور اشاعت میں صرف کریں۔ سادہ زندگی اور حلال رزق پر توجہ مبذول فرمائیں، ہر شخص اپنے حصے کا کام کرے اور دوسروں پر انحصار کرنے سے اجتناب کرے اور غیرت کرے، ہر روز ہر دن ہم اپنے آپ کو بہتر سے بہترین کرنے کی کوشش کریں، ہمارے سندھ کے عظیم صوفی شاعر شاہ عبدالطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ترجمہ) سردی کا موسم ہو جا گرمی کا تمہیں آرام سے بیٹھنا نہیں ہے بلکہ ہمہ وقت جدوجہد اور محنت کرنی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری زندگی کی شام ہو جائے یعنی موت آجائے اور موت کے اندھیرے میں نشانِ منزل یعنی جنت کا راستہ گم کر بیٹھو اور جمال محبوب جل جلالہٗ سے محروم رہ جاؤ۔

حضرات گرامی! ہمیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات پھیلانا چاہیے تاکہ قیامت کے دن ہم اپنے مرشد کے حضور سُرخرو ہوں اور کہہ سکیں کہ ہم نے بھی کام کیا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

مقالات

کیا شیخ احمد سرہندیؒ کو ان کی زندگی میں مجدد الف ثانی کہا جاتا تھا؟

پروفیسر محمد اقبال مجددی

سابق صدر شعبہ تاریخ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

دور جدید کے مورخین جو شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اور علی گڑھ ہسٹوریز سوسائٹی کی تحقیقات سے متاثر ہیں یہ خیال رکھتے ہیں کہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ/ ۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کو ان کے خوش اعتقاد مریدین نے بعد میں ''مجدد الف ثانی'' بنا دیا، اس معاملہ میں ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور کے سابق ڈائریکٹر اور محکمہ اوقاف پنجاب کے ایڈمنسٹریٹر شیخ محمد اکرام (۱۹۰۸-۱۷ر جنوری ۱۹۷۳ء) بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے [۱]

لیکن حقیقت ان جدید محققین کے افکار سے بہت بعید ہے، آپ کو ''مجدد الف ثانی'' آپ کے حین حیات ہی کہا اور لکھا جانے لگا تھا۔ آپ کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ (ف ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے زمانہ تک آپ کو صرف ''شیخ احمد سرہندی'' [۲] لکھا جاتا تھا، حضرت خواجہ کے ملفوظات میں جہاں کہیں آپ کا نام مبارک آیا ہے وہاں ''میاں شیخ احمد جیو'' [۳] ہی لکھا گیا ہے، ظاہر ہے کہ آپ کے مرشد نے تو اپنے مرید کو مجدد الف ثانی نہیں کہنا تھا دوسرے آپ کے تجدیدی کارنامے تو آپ کے وصال (۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء)

---

[۱] رود کوثر ۲۷۷-۲۸۴ [۲] مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ (مشمولہ کلیات، مکتوب ۸، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸)
[۳] رشدی، میاں محمد اسماعیل: ملفوظات حضرت خواجہ باقی باللہ مشمولہ کلیات خواجہ باقی باللہ

کے بعد ظہور میں آئے جن کے باعث آپ بجا طور پر اس لقب کے مستحق ہوئے۔

لیکن حضرت خواجہ کے دونوں صاحبزادگان خواجہ کلاں و خواجہ خرد جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تربیت یافتہ اور تکمیل سلوک کے بعد آپ کے خلفاء کی حیثیت سے خانقاہِ حضرت خواجہ (دہلی) میں تعلیم و تربیتِ مریدین اور جانشینی کے فرائض انجام دے رہے تھے، اپنی تصانیف میں کہیں بھی آپ کو مجدد الف ثانی نہیں لکھا [1] بلکہ ان حضرات کو آپ کے نام کے ساتھ آپ کا لقب ''مجدد الف ثانی'' بھی صراحت سے لکھنا چاہیے تھا کیوں کہ خود حضرت نے رب کریم کے اس انعام کا نعمت کے طور پر ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

> ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علی اربھا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ، صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است.......... و بدانند کہ بر سر ہر مایۃ مجددی گذشتہ است، اما مجدد مایۃ دیگر است و مجدد الف ثانی دیگر چنانچہ درمیان مـایۃ و الف فرق است، درمیان مجددین ایںہا نیز ہماں قدر فرق است، بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آں است کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد [2]

یعنی:

---

[1] خواجہ کلاں: زاد المعاد ۱۳ [2] مکتوبات امام ربانی ۲/۴

علوم انوار نبوت علی اربہا الصلوٰۃ و السلام کی مشکوٰۃ (شمع) سے مقتبس ہیں جو الف ثانی (دوسرے ہزار سال) کے آغاز کے بعد بطور تبعیت اور وراثت تازہ ہوئے ہیں اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان علوم و معارف کا جاننے والا اس الف ثانی (دوسرے ہزار سال) کا مجدد ہے .... جاننا چاہیے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور، جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ ان دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے، مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیوض اس مدت میں امتیوں کو پہنچتے ہیں اسی کے واسطے سے ملتے ہیں......

اسی طرح آپ نے اپنے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کو واضح الفاظ میں لکھا ہے:

آنچہ مقصود از آفرینش خود میدانستم معلوم شد کہ بحصول پیوست و مسئول ہزار سالہ با جابت قرین گشت الحمدللہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین و مُصلحاًبین الفئتین .... اے فرزند باوجود ایں معاملہ کہ بخلقتِ من مربوط است کارخانۂ دیگر عظیم بمن حوالہ فرمودہ اند، برای پیری و مریدی مرا نیاوردہ اند، مقصود از خلقت من تکمیل و ارشاد خلق نیست، معاملہ دیگر است و

کارخانہ دیگر .... ہر چند منصب نبوت ختم یافتہ است لمّا از کمالات نبوت و خصائص آں بطریق تبعیت و وراثت کمّلِ تابعانِ انبیاء را نصیب است[1]

یعنی:

میں اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حاصل ہو گیا ہے اور ہزار سالہ (تجدید و احیاءِ دین) کی درخواست قبول کر لی گئی ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا اور دو گروہوں کے درمیان صلح کروانے والا بنایا۔

اے فرزند! اس معاملہ کے باوجود جو میری ولادت سے وابستہ کیا گیا ہے ایک اور کارخانۂ عظیم بھی میرے سپرد کیا گیا ہے، مجھے پیری و مریدی کے لئے اس کائنات میں لایا گیا اور نہ ہی میری پیدائش سے مخلوق کی تکمیل و ارشاد مقصود ہے بلکہ معاملہ کچھ اور ہی ہے ...... اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن نبوت کے کمالات و خصوصیات سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کے

۱۔ ایضاً ۶/۲، اس خانوادہ کے آخری ذی علم بزرگ حضرت ابوالحسن زید فاروقیؒ نے لکھا ہے کہ آپ نے اس مکتوب میں حدیث صلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے (مقامات خیر ص ۵۱)، آپ کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے بھی یہی لکھا ہے (زبدۃ المقامات ص ۱۸۱)

کامل تابع داروں کو اتباع اور وراثت کے طور پر حصہ ملتا ہے۔

یہاں آپ نے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ میری خلقت کا مقصد تجدید احیاء دین ہے، ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء کو جب آپ کے خلیفہ شیخ محمد صدیق ہدایت بدخشی کشمی نے آپ کی اجازت سے آپ کے خودنوشت معارف کا ایک مجموعہ مبداء و معاد مرتب کیا تو اس کے آغاز میں آپ کا لقب مجدد الف ثانی بھی لکھا تھا۔

آپؒ کے خلیفہ، نامدار خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ معاصر علماء میں سے مولانا علامی عبدالحکیم سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) نے حضرت کو ایک خط لکھا ہے جس میں آپ کو ''مجدد الف ثانی'' کا لقب دیا:

راقم حروف گویدمی ابردل خطورمی کرد کہ اگراز اعاظم علماء وقت ایں معنی را کہ حق سبحانہ حضرت ایشاں را مجدد الف ساختہ مسلم می داشت، تائید تمام بود، تاروی بایں خطرہ بخدمت حضرت ایشاں رسید، بایں حقیر خطاب نمودہ فرمودند کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوتی کہ درعلوم عقلیہ و نقلیہ و تصانیف عُلیہ چوں اوالحال در دیار ہند نمی نماید کتابتی بمانوشتہ بود و تبسم نمودہ فرمودند یکی ازاں فقرات مدحیہ ایں بود کہ مجدد الالف الثانی[1]

---

[1] زبدۃ المقامات ۱۷۶

شیخ بدالدین سرہندی جنہوں نے حضرت کے حین حیات ہی سیر احمدی کے نام سے آپ کے احوال پر ایک کتاب لکھی نے بھی حضرات القدس (۲/۲۵) میں آپ کا لقب ''مجدد الف ثانی'' ہی لکھا ہے۔

ترجمہ:

راقم حروف کہتا ہے کہ میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجدد الف ثانی بنایا ہے تو اگر اکابر علمائے وقت میں سے کوئی اس بات کو تسلیم کرلے تو پوری طرح تائید ہو جائے گی، یہاں تک یہ ایک روز یہی خطرہ میرے دل میں گذرا جب میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، آپ نے (اشراف خواطر) کے طور پر پھانپ لیا اور مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جن کی علوم عقلیہ ونقلیہ میں بلند پایہ تصانیف ہیں اور دیار ہند میں کوئی ان کی مثل نہیں ہے، انہوں نے مجھے ایک خط لکھا تھا اور مسکراتے ہوئے بیان فرمایا کہ ان تعریفی کلمات میں ایک کلمہ ''مجدد الف ثانی'' بھی ہے۔

مولانا محمد ہاشم کشمی نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اس کے بعد مولانا سیالکوٹی سرہند آئے اور حضرت سے طریقہ کی تعلیم حاصل کر کے آپ کے مخلصین میں شامل ہو گئے۔

گویا حضرت شیخ احمد سرہندی کو آپ کے حین حیات ہی ''مجدد الف ثانی'' کا لقب مل چکا تھا اور مولانا سیالکوٹی نے آپ کی تجدید و احیاء دین کے موضوع پر ایک رسالہ ''دلائل التجدید'' کے نام سے بھی لکھا تھا[1] اگر روضۃ القیومیہ کے متعین کردہ سنین تجدید و

---

[1] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱۴۹/۱، وحدت، عبدالاحد سرہندی، سبیل الرشاد

قیومیت پر اعتماد کیا جائے تو مولانا سیالکوٹی تجدید کے بارہویں سال سرہند حاضر ہوکر فیض یاب ہوئے جو ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء کے مطابق ہوگا۔

اس طرح حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۸ء کو جب آپ کے مکتوبات کی دوسری جلد آپ کے خلیفہ شیخ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری نے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے ایماپر مرتب کی تو اس کے دیباچہ میں بھی آپ کے القاب کے ساتھ لقب مجدد الف ثانی شامل کیا۔

اما بعد فهذه مكاتيب متضمنة لعلوم غريبه........ و الامام الهمام .....مجدد الالف الثانى........سلمه الله تعالىٰ سبحانه[1]

جب ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء کو آپ کے معروف سوانح نگار صاحب زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی نے آپ کے مکتوبات کی تیسری جلد مرتب وجمع کی تو اُس کے آغاز میں بھی آپ کے لئے بہت سے القاب میں ''مجدد الف ثانی بھی لکھا:

امابعد ایں کلمات طیبات........و.....الصلة بين البحرين المصلح بين الفئتين ....وارث سيد البشر منور المائة الحادية عشر مجدد الالف الثانى الامام الربّانى[2]..........

یہ جلد مرتب کے شیخ اوّل خواجہ میر محمد نعمان بدخشی کے امر سے مرتب کی گئی تھی[3]

---

[1] مکتوبات امام ربانی جلد دوم دیباچہ مرتب [2] مکتوبات جلد سوم دیباچہ مرتب، کشمی
[3] محمد ہاشم، خواجہ: رسالہ درروداد تدوین مکتوبات، قلمی ورق

یہاں پھر حدیث صلہ کو دہراتے ہوئے آپ کو شریعت و طریقت کے مابین فرد کامل قرار دیا گیا ہے اور علماء و مشائخ (شریعت و طریقت) کو ایک کرنے والا ثابت کیا گیا ہے۔

گویا آپ کا یہ مبارک لقب ''مجدد الف ثانی'' آپ کے حین حیات ہی متعارف ہو چکا تھا بلکہ آپ کے وصال (۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بعد تو جب تک آپ کے اسم گرامی شیخ احمد سرہندی کے ساتھ آپ کا یہ لقب استعمال نہیں کیا جاتا تو سمجھ ہی نہیں آتا تھا کہ اس سے کون مراد ہے؟

بامدادِ یزدانی و فضلِ رحمانی

حسبنا الله ونعم الوکیل

حق حق حق

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی والصلوة
والسلام الاتمان الاکملان علی حبیبه محمد وآله واصحابه واهل بیته
ومکمل ورثته وسائر من اتبع الهدی وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکة
المقربین کما یلیق بعلو شانهم وبعد فانها هذه مکاتیب متضمنة لعلوم غریبة
ومعارف عجیبة واسرار لطیفة ودقائق شریفة مما تکلم بها احد من العرفاء
وما اشار الیها واحد من الاولیاء مقتبسة من مشکوة انوار النبوة للامام
الهمام مقتدی العلماء الراسخین المشرف بتشریفات المرسلین صاحب الولایة
الاصلیة مخزن الاسرار الالهیة واقف دقائق المتشابهات القرآنیة الآیة العظمی
من الآیات الرحمانیة مجدد الالف الثانی شیخنا وامامنا الشیخ احمد الفاروقی
سلمه الله تعالی سبحانه علی رؤس العالمین چون جلد اول مکتوبات بهم سیصد و سیزده
مکتوب رسید حضرت ایشان سلمه الله تعالی فرمودند که برهمین عدد ختم کنند که موافق عدد پیغمبران

مکتوبات امام ربانی جلد دوم جو آپ کے حینِ حیات مرتب ہوئی، اس کے جامع نے دیباچہ میں آپ کے لئے لقب ”مجدد الالف الثانی“ لکھا ہے

زبدۃ المقامات ۱۷۶

حاکم قطره واشته نسبت بدریای محیط وامثال این بسیار رقم نموده خصوصاً در
مکتوب بیان طریق که بنام فرزندی است آنجا ملاحظه نمایند مقصود ازین گفتگو
اظهار نعمت حق است سبحانه و ترغیب طالبان این طریقت نه تفضیل خود
بر دیگران معرفت خدای جل علا برآنکس حرام است که خود را از کافر فرنگ
بتر داند فکیف از اکابر دین ٭ وی چون شه مرا برداشت از خاک ٭ سر در
بگذرانم سر از افلاک ٭ من آن خاکم که ابر نوبهاری ٭ کند از لطف بر من قطره باری
اگر بر روید از تن صد زبانم ٭ چو سوسن شکر لطفش کی توانم تمت کلام الشریف
راقم حروف گوید مرا بر دل خطور میکرد اگر از اعاظم علماء وقت شخصی برا که
حق سبحانه حضرت ایشان را مجدد الف ساخته مسلم میداشت تا بد نام بود تا آرزو
باین خطره بخدمت حضرت ایشان رسید باین حقیر خطاب نموده فرمودند که
مولانا عبدالحکیم سیالکوتی که در علوم عقلیه و نقلیه و تصانیف علمیه چون او
بحال در دیار هندست نباید کتابتی بما نوشته بود و تمام نموده فرمودند که
از آن فقرات مدحیه این بود که مجدد الالف الثانی یعنی نماند که این مولانا
مذکور شبی در واقعه حضرت ایشان را دیده بود که این آیه را خوانده اند قل الله
ثم ذرهم بعد از دید این واقعه بخدمت ایشان آمده تعلیم گرفت و از مخلصان
حقیقی گشت پس پیش از ملازمت صوریه میگفت که اویسی حضرت
ایشانم پس خداوند این مرتبه را که آن مجدد الف بود اگر باین
خصائص که مذکور گرد و بنواخته باشند عجیب و غریب نبود و آن مخصوصات
که بعضے از آن سابقاً در فصل سوم ذکر یافته که باز مے گردد یکے
ظاهر شدن استعداد قطبیت ایشان به پیر بزرگوار ایشان پیش
از رسیدن آنحضرت بخدمت آن مرشد والا مرتبه بچندین سال که

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے اس خط کا حوالہ جس میں انہوں نے آپ کو "مجدد الالف الثانی" کے لقب سے مخاطب کیا ہے، یہ خط آپ نے خود مولف زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی کو سنایا تھا (زبدۃ المقامات ص ۱۷۶)

الزہد دینہ ... شرف القلوب مشرق الغیوب ... العمل حجۃ الکمل حدیقۃ الکمال
حقیقۃ الاخبار نور الطریقۃ ... حقیقۃ زین العالمین عین العالمین ... المنا
... الرجا ... الاولیاء مرقاۃ ... مضمر الرموز والاشارات منبع الکنوز والبشارات
... بحار المد ... مصباح ... القرآن المصلح بین ... متہجد
المتکلمین متمسک المتوحدین برہان ... سلطان الخلف ... تمہید
الاصول ... المہدی الموعود ذکاء الاصل والفرع سناء الدین والشرع ... المنیر
منور ... لمد دیۃ عشر مجدد الالف الثانی الامام الربانی

مکتوبات امام ربانی جلد سوم کے جامع کا ابتدائیہ، جس میں آپ کو مجدد الالف الثانی لکھا گیا ہے

من کتاب حضرات القدس فی بیان مجمل مبادی الحالات الی منتہیٰ المقامات، لشیخنا و امامنا و قبلتنا قطب الاقطاب غوث الشیخ و الشاب حضرۃ مجدد الف الثانی خازن الرحمۃ الربانی، بحر الاسرار الالٰہیۃ مزین الاطوار النقشبندیۃ حجۃ العرفاء المحققین ختم العلماء الراسخین شیخ الاسلام و المسلمین الشیخ احمد الفاروق الکابلی النقشبندی السہرندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرات القدس (۲۵/۲) کے معاصر مولف نے بھی آپ کو مجدد الف ثانی لکھا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ فی المبدء والمعاد والصلٰوۃ علی حبیبہ محمد وآلہ الامجاد اما بعد
فہذہ رسالۃ شریفۃ متضمنۃ لاشارات لطیفۃ رائقۃ و اسرار دقیقۃ فائقۃ للامام
الہمام حجۃ اللہ علی الانام مقتدی الاقطاب والاوتاد قبلۃ الابدال والافراد
کاشف اسرار السبع المثانی المجدد للالف الثانی والوکیل الرحمانی العارف الربانی
شیخ الاسلام والمسلمین شیخنا وامامنا الشیخ احمد الفاروقی نسبا والحنفی
مذہبا والنقشبندی مشربا لازالت شموس ہدایتہ علی افق العلیٰ ساطعۃ والناس فی
ریاض افاضتہ راتعۃ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

مبداء و معاد تالیف امام ربانی جو آپ کے حکم پر ۱۰۱۹ھ کو شیخ محمد صدیق ہدایت بدخشی نے مرتب کی تو اس کے آغاز میں آپ کو "المجدد للالف الثانی" ہی لکھا۔

گویا ملاحت مرکز است حسن را و صباحت دائرهٔ آن مرکز و در حضرت ذات تعالی و تقدس چون همه
بساطت است و وسعت است نیز نه آن بساطت و وسعت که در فهم ما در آید و در آن اجمال و تفصیل
که مدرک ما گردد لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر بساطت
و وسعت که در حضرت ذات تعالی اثبات می نمائیم از یکدیگر جدا اند نه آنکه عین یکدیگر اند چنانچه بعضی
گمان برده اند اما تمیزی که در میان اینها دران مرتبه ثابت است خارج از حیطهٔ ادراک ما است
و بیرون از دائرهٔ افهام ما پس ملاحت و صباحت نیز دران مرتبه متمیز باشند و احکام یکدیگر از همدیگر ممتاز
بوند و کمالاتی که باینها متعلق شوند از همدیگر جدا باشند و آنچه مقصود از آفرینش خود میدانستم معلوم
شد که بحصول پیوست و مسئول هزار ساله باجابت مقرون گشت الحمد لله الذی جعلنی صلة بین
البحرین و مصلحا بین الفئتین اکمل الحمد علی کل حال والصلوة والسلام علی خیر
الانام وعلی اخوانه الکرام من الانبیاء والملائکة العظام چون صباحت نیز رنگ ملاحت
متلون گشته است لاجرم مقام خلت ابراهیمی نیز وسعتی پیدا کرده است و محیط حکم مرکز نیز یافته
باید دانست که مقام محبت بمرتبهٔ ملاحت مناسبت دارد و مقام خلت بمرتبهٔ صباحت و محبت محبوبی
صرف نصیب خاتم الرسل است علیه و علیهم الصلوة والسلام و محبیت خالص مخصوص حضرت
کلیم علی نبینا و علیه الصلوة والسلام و حضرت خلیل علی نبینا و علیه الصلوة والسلام نسبت
یاری و ندیمی دارد محب و محبوب دیگر است و یار و ندیم دیگر همین کلام نسبة المجدد است و این ضمیر
مرایای ولایت محمدیه و ولایت موسویه است علی صاحبیها الصلوة والسلام والتحیة موطن
و مسکن در مقام ملاحت دارد و بواسطهٔ غلبهٔ محبت ولایت محمدیه علی صاحبها الصلوة والسلام
والتحیة نسبت محبوبیت غالب است و نسبت محبیت مغلوب ای فرزند با وجود این معامله که
تعلق بمن بسیار مربوط بوده است کارخانهٔ دیگر عظیم بمن حواله فرموده اند مرا برای پیری مریدی نیاورده
اند و مقصود از خلقت من تکمیل و ارشاد خلق نیست معامله دیگر است کارخانهٔ دیگر هر کرا

مکتوبات امام ربانی (۶/۲) جس میں تحدیث نعمت کے طور پر آپ نے اپنے آپ کو مجدد الف ثانی لکھا ہے

فقہی اجتہاد میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
صدر مرکز تحقیق فیصل آباد

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی اجتہاد کے حوالے سے کچھ ذکر کرنے سے پہلے فقہ و تصوف کے باہمی تعلق اور فکر مجدد میں اس کی اہمیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں فقہ اور تصوف مد مقابل نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو تصور یہ ہے کہ فقہ والے تو کبھی آنکھ جھپک کر کبھی تصوف والوں کو برداشت کر لیتے ہیں لیکن تصوف کی دنیا والے فقہی علماء کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اس سے بڑی بات کہ گدی نشینی کا زعم اس قدر بڑھ گیا ہے کہ علم اپنی مجلسوں سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ فقہ تو علم کی پہچان ہے۔ فقہ تو علم کی وہ منزل ہے جو عام علم والوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے پاس حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔ ایک جوان ساتھ تھا کہنے لگے باباجی یہ جوان آسام کا رہنے والا ہے، بہت ہی صلاحیتیں رکھتا ہے واپس اپنے ملک جانا چاہتا ہے، اسے اگر خلافت دے دی جائے تو وہاں جا کر دین کی تبلیغ کرے گا تو اس پر نظر کرم ہو جائے۔ باباجی نے کہا میں اسے خلافت نہیں دیتا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کہتے ہیں کہ میں پریشان ہو گیا، سفارشی میں تھا اور وہ صلاحیت بھی رکھتا تھا تو میں نے کہا باباجی کوئی وجہ، کہنے لگے تصوف کی منزل پانے کے لیے تین شرائط ہوتی ہیں، پہلی شرط علم ہے دوسری عمل ہے اور تیسرا اخلوص ہے، یہ تین نہ حاصل

ہوں تو صوفی نہیں بنتا لیکن اس جوان میں عمل بھی ہے اور خلوص بھی ہے لیکن علم نہیں ہے اور اگر علم نہ ہو تو میں خلافت نہیں دیتا۔ یہ تھی منزل صوفیہ کی یہ تھا معیار تصوف کی برکات کو منتقل کرنے کا، ہم علم سے بہت بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اگر مطالعہ صرف اس لحاظ سے کرلیا جائے کہ وہ شریعت اسلامی کے کتنے بڑے پرچار کرنے والے تھے تو پھر بھی کافی ہو جائے گا، ان کی روحانی منزلت کو ایک طرف چھوڑ کر بھی ان کا شریعت کے حوالے سے جو علم تھا اور فقہ میں جوان کی دسترس تھی وہ دیکھ کر ہمیں حیرت ہوتی ہے اور یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھیے کہ جتنی بصیرت بڑھے گی آگہی اتنی زیادہ ہوتی ہے اور آگہی آگے بڑھ جائے تو بڑے بڑوں کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اتنی منزلت کے باوجود حضرت امام ابوحنیفہ کے آگے یوں جھکے جھکے نظر آتے ہیں جیسے ایک ادنیٰ شاگرد ایک استاد کے سامنے ہوتا ہے۔ ایک عجیب کیفیت ہے، ذکر کرتے ہیں کہتے ہیں: ''آخرت میں جب جاؤ گے تو سوال ہوں گے، بخشش کے لیے امتحان ہوگا، سوال امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی فقہ کے مطابق ہوں گے ابوحسن نوری اور ابوبکر شبلی کے بارے میں نہیں ہوں گے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو نجات کو اپنے امام کے قدموں پر رکھ رہا ہے جو نجات کے لیے اپنے امام کو اپنے سر کا تاج بنا رہا ہے وہ فقہ سے دستبردار کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے فرمایا احوال و مواجید پڑھو، صوفیہ کے حالات بھی جاننے کی کوشش کرو یہ اچھی باتیں ہیں لیکن یاد رکھو نجات کا دارومدار شریعت پر ہے اور آخرت میں سوال شریعت پر ہوں گے، نہیں پوچھا جائے گا کس کے احوال پڑھ کر آئے ہو، ایک صوفی جو خود لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت

کر رہا ہے اور جو کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہا ہے۔ پاکستان میں فکر مجدد کے حوالے سے کام کرنے والوں میں ایک نام پروفیسر اقبال مجددی کا ہے، کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کام سرسری کرتے ہیں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ڈوب جایا کرتے ہیں۔ اقبال مجددی صاحب کے بارے میں میرا تصور ہے کہ وہ فکر مجدد میں ڈوب گئے ہیں۔۔ بہت ڈوب گئے ہیں اور انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسے دریا میں ڈوبے ہیں جو ہمیشہ رونق والا ہے جو ہمیشہ برکتیں تقسیم کرتا ہے۔ عرب کا ایک بہت بڑا شاعر متنبّی۔ آپ جانتے ہیں۔ عرب کی چودہ صدیوں کا بڑا شاعر ہے۔ حضور کی شان بیان کرتے ہوئے ایک بات کہہ دی تھی

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا　　　یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

کالبحر یقذف للقریب جواھرا　　　جوداً ویبعث للبعید سحائبا

وہ ایک ایسا سورج ہیں جن کی روشنی مشرق و مغرب میں یوں پھیل گئی ہے کہ سب کو اپنے سایہ میں لے لیا ہے۔ وہ ایسا سمندر ہیں جو قریب جائے ان کو موتی دے دیتے ہیں اور جو نہ جائے یا نہ جانے کی استطاعت ہو تو اس پر رحمت کی بارش بھیج دیتے ہیں۔ نہ قریب کو نوازنے سے رہتے ہیں نہ بعید کو، نوازے سب جاتے ہیں۔

بہت خوشی کی بات کہ حضرت مجدد الف ثانی کے بحرِ ذخار سے خوشہ چینی ان کی عادت ہے اور یہ عادت اللہ کرے انہیں مبارک رہے۔

مکتوبات امام ربانی کا حرف حرف بول رہا ہے کہ وہ صاحب شریعت ہیں ورنہ

ہم نے تصوف کی کئی کتابیں دیکھیں ہیں جن کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں جن کی خوش گمانی سے تاویلیں کرنی پڑتی ہیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہیں کہ نہیں ہیں اور بات یہاں تک چلی جاتی ہے کہ شریعت تو مبتدیوں کے لیے ہوتی ہے اور منتہی لوگوں کے لیے تصوف ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھ پر القاء ہوا کہ صوفیا کی امامت کے لیے امام شافعی ہو سکتے ہیں کیوں کہ ان کے ہاں کمالات صوفیہ موجود ہیں لیکن امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی فقہ میں کمالات نبوت نظر آتے ہیں۔ ایک ایمان بول رہا ہے ایک اعتماد بول رہا ہے۔ کشف المحجوب اور مکتوبات شریف جنہیں لوگ تصوف کی کتابیں کہتے ہیں اگر میں انہیں شریعت کی کتابیں کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ فقہ کی کتابیں ہیں۔ ایک سطر پر انگلی رکھیں جہاں شریعت سے باہر نکل کر بات ہوئی ہے۔ ایک ایک لفظ، حد درجہ احتیاط ہے، اقوال پر بھی اور لفظوں پر بھی، اعمال پر بھی۔

ہمیں فخر ہونا چاہیے کہ ہماری نسبت ایک ایسے بزرگ سے ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ہمہ تن فنا فی الرسول تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام لے کر جو حضرت مجدد کو فخر آتا ہے۔ ان کے فضائل گنتے ہیں حتی کہ ان کے خاندان کے فضائل گنتے ہیں، حضرت عائشہ کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں، کیوں انہیں خبر تھی کہ میں جن کی پیروی کر رہا ہوں وہ سراپا شریعت تھے۔ کیوں! صحابہ نے ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ آپ بڑے قریب ہیں نبی ﷺ کے، آپ کو قرب نبوی ﷺ حاصل ہے ہمیں کئی چیزیں سمجھ نہیں آتیں ہم ڈرتے رہتے ہیں دربار رسالت

میں ذکر کرتے ہوئے، آپ پوچھ لیا کیجئے، آپ قریب ہوتے ہیں۔فرمانے لگے! نہیں، جو بتادیتے ہیں وہی کافی ہوتا ہے، نبی کچھ لے کر نہیں جاتا، وہ تمہاری حاجتوں سے زیادہ تمہیں جانتے ہیں، اور آج بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتے ،جتنا ہمارا رسول ہمیں جانتا ہے اگر یہ سمجھ آجائے تو علم اور عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے، پھر شریعت کی تابع داری میں ذوق آجاتا ہے، پھر آدمی عمل کرتے ہوئے ایک لذت محسوس کرتا ہے۔مجدد الف ثانیؒ نے تصوف کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا، جب انہوں نے بہت بڑے صوفی ہوتے ہوئے بھی شریعت کا نعرہ لگایا تھا۔

یاد رکھیے! دشمن سے لڑنا آسان ہوتا ہے کیونکہ اس کے بارے میں خبر ہے دشمن ہے یا ماردوں گا یا مر جاؤں گا، آسان ہوتا ہے۔اپنے بگڑے ہوئے سے لڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔سب سے مشکل ہوتا ہے سامنے کھڑا بھی کلمہ پڑھنے والا ہو اور آپ کلمہ کی حفاظت کے لیے آگے بڑھ رہے ہوں۔ یہ بہت نازک مرحلہ ہوتا ہے، یہ کربلا ہوتی ہے ۔مجدد الف ثانی علمی سطح پر کربلا میں کھڑے تھے کہ سامنے موجود حکومت اسلامی کہلا رہی تھی، بادشاہ اسلام کا دعویٰ کر رہا تھا، وہ تو ننگے پاؤں دربار پر جارہا تھا، حیرت کی بات ہے ایک دربار پر ننگے پاؤں جاتا ہے اور دوسرے دربار کے سجادہ نشین کو گرفتار کرتا ہے۔آخر سوچئے! وجہ کیا ہے کہ ایک دربار پر ننگے پاؤں جانا سعادت سمجھتا ہے اور ایک شیخ کو برداشت نہیں کر رہا۔فرق صرف یہ تھا کہ برکات لینے جانا بادشاہوں کا کام ہوتا ہے لیکن شریعت پر انہیں جو عمل بتائے وہ انہیں اچھا نہیں لگتا، حضرت مجددؒ سے دشمنی ذاتی نہیں تھی ۔جہانگیر نے یہی پوچھا تھا کہ آپ میرے دربار میں آئے ہیں اور سر نہیں جھکایا، آداب

بجا نہیں لائے کیا آپ کو خوف نہیں آیا کہ تخت پر جہانگیر بیٹھا ہے، بہت دبدبہ تھا اس کا، کہنے لگے خوف تو آیا تھا، کہا تو پھر عمل نہیں کیا، کہا ایک اور کا خوف آ گیا تھا جو تجھ سے بڑا تھا، اس کا خوف آ گیا تھا جو تجھ سے بہت بڑا تھا، شاہ جہاں منت کر رہا تھا اندر سے عقیدت رکھتا تھا کہا شریعت پر عمل کر لیجئے رخصت کا فتویٰ دیا ہے شریعت نے کہ ایسے حالات میں رخصت پر عمل کر لینا چاہیے، جائز قرار دیا ہے، آج بھی جواز کا فتویٰ موجود ہے لیکن مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ میں رخصت پر نہیں عزیمت پر عمل کروں گا۔ کیوں! کیونکہ اگر میں نے رخصتوں پر عمل کرنا شروع کر دیا تو آنے والے کیا کریں گے، اتنا بڑا مقام پا کر بھی رخصت پر چلا جاؤں گا تو بعد میں آنے والے تو سر جھکا جھکا کر سلام کرنا شروع ہو جائیں گے، وہ تو سجدہ کرنا بھی عبادت سمجھنا شروع ہو جائیں گے، یہ تھا مقام! یہ تھا ان کا نظریہ حیات، حقیقت یہ کہ ہندوستان ہی کو نہیں وہ تو پورے عالم اسلام کو آگہی بخش گئے، ایک باخبری دے گئے کہ یوں مومن ہوا کرتا ہے۔

اقبال نے یہی کہا تھا کہ مومن ہم بھی ہیں، کہا "آنکھیں میری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار" اقبال تو اعتراف کرتا ہے کہ نابینا نہیں ہوں سب کو دیکھتا ہوں، ہر درگاہ دیکھی ہے لیکن وہ بیداری جو آپ کی روح کے اندر پیدا ہوئی تھی وہ میری روح کے اندر پیدا نہیں ہو رہی ہے۔

آیئے سوچیے! آج کا دور پھر کسی مجدد کی تلاش میں ہے، چاہتا ہے کہ مجدد کا کوئی جانشین آئے، یاد رکھ لیجئے اس پورے عالم اسلام کی نجات مجددی فکر میں ہے، عقیدت مندیاں تو بہت سی نظر آتی ہیں، صدقے بھی بہت اتارے جاتے ہیں، سلام کرنے

کے لیے حاضری بھی ہماری ہوتی رہتی ہے۔

میرے دوستو! یہ سلام کا دور نہیں ہے یہ حضرت مجدد الف ثانی کے کردار کو سنبھالنے کا دور ہے، آج پھر ہم پر وہی مشکلات کا دور ہے۔ اقبال تو روتا ہوا چلا گیا کہا ''تین سو سال سے ہیں ہند کے مے خانے بند'' بڑے بڑے صوفی نظر آتے ہیں لیکن اقبال ''مے خانہ'' بند کہہ رہا ہے۔ کیوں! کیوں کہ پرورش کرنا اور ہے اور ایک تعمیر کردار کرنا اور بات ہے۔ آج تعمیر کردار کی مجددانہ صلاحیتوں کی ضرورت ہے، اللہ کرے وہ صلاحیتیں ہم میں آجائیں، اللہ کرے وہ مجددانہ کردار آجائے، آپؒ فرماتے ہیں کہ میں بات تو کر رہا ہوں لیکن کبھی کبھی میری فاروقی حس بیدار ہو جاتی ہے وہ فاروق اعظم جو پہلے دن ہی اسلام قبول کرنے کے بعد کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ اب گھر میں نماز نہیں ہوگی اب کعبے میں نماز ادا کی جائے گی۔

یہ پیغام تھا حضرت مجدد الف ثانیؒ کا، اللہ کرے اس پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہمیں حاصل ہو جائے۔

دفاعِ شیخ مجدّد

ترجمہ

العرف الندی لنصرة الشیخ احمد السرھندی

مصنف

شیخ حسن بن مراد التونسی

تحقیق

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تعارف العرف الندی

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

حق کی مخالفت متعدد وجوہ سے ہوتی ہیں۔ یہ تکبر، جہالت، ضد، ہٹ دھرمی، بغض وعناد، اور طلب دنیا کی وجہ سے ہوسکتی ہے۔ بعض اوقات ضد اور ہٹ دھرمی کے سامنے سورج کی روشنی بھی ہو تو انسان جھٹ سے انکار کر دیتا ہے۔ راہ حق اور مردان دعوت کے مسافروں کو ہر دور میں کسی ایک یا متعدد وجوہ کی بنیاد پر مخالفین کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کامیابی و کامگاری حق ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، ''نے سرمایہ ملت کی نگہبانی'' کا فریضہ سرانجام دیا تو آپ کی مخالفت بھی یقینی تھی۔ اس مخالفت کی وجوہ بھی کئی تھیں۔ گجرات کے ایک شخص نے مدینہ منورہ کے عالم کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی تعریب کر کے بھیجی۔ سید محمد بن عبدالرسول برزنجی شافعی نے حضرت امام ربانی پر فتویٰ کفر صادر کر دیا۔ اسی طرح حضرت امام ربانی کے علوم و معارف کے حقائق سے عدم آگاہی بھی اعتراضات کا سبب بنی۔ حضرت ابن عربی کے بعض معارف پر از روئے کشف تنقید بھی کئی لوگوں کی مخالفت کا سبب بنی۔ اگر مخالفین امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پر نظر ڈالی جائے تو ایک تعداد ان لوگوں کی ہے جو افکار ابن عربی کو حتمی و آخری سمجھ بیٹھے تھے کہ ان کے برعکس تحقیق کرنے والے کی مخالفت ضروری تھی۔

حرمین شریفین میں حضرت امام ربانی کی مخالفت میں ۱۰۹۰ھ۔۱۰۹۶ھ کے عرصہ میں کام ہوا اسی دوران شیخ محمد بیگ برہانپوری جو حضرت مجدد کے پوتے علامہ محمد فرخ (م: ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء) کے مخلصین میں سے تھے۔ شیخ مذکور نے حضرت مجدد کے دفاع میں ایک کتاب عطیة الوهاب الفاصلة بين الخطأ والصواب تحریر کی اس کتاب کی تحریر کا کام ۱۰۹۳ھ میں شروع ہوا اور ۱۰۹۴ھ میں یہ مکمل ہوئی۔ یہ محمد مراد منزلوی کے عربی ترجمہ مکتوبات کے حاشیہ پر بھی چھپ چکی ہے۔ اس کتاب پر متعدد علماء نے تقاریظ تحریر فرمائیں ان علماء کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) علامہ الشیخ حسن ابن الشیخ محمد مراد التیونسی المکی

(۲) الشیخ احمد البشیشی المصری الازہری الشافعی

(۳) العلامۃ العالم باللہ تعالیٰ الشیخ عبداللہ العباسی الشافعی

(۴) العلامۃ قاسم المکی الحنفی

(۵) شیخ الحرم المکی السید محمد آفندی

علامہ شیخ حسن ابن الشیخ محمد مراد تیونسی گیارھویں صدی ہجری اٹھارھویں صدی عیسوی کے عالم تھے جن کے احوال حیات دستیاب نہ ہوسکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی الاصل تھے بعدازاں مکہ مکرمہ آگئے اور یہاں وہ درس دیا کرتے۔ یہاں سے وہ تیونس منتقل ہوگئے۔ ان کی تقریظ کا ایک مخطوطہ جو ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے اور جامعہ ام القری کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ ترکی سے شائع ہونے والے عربی مکتوبات کی پہلی جلد کے آخری صفحات پر یہ تقریظ موجود ہے۔ مگر مخطوط اور مطبوع میں بہت سی

چیزوں کا فرق ہے۔اس مخطوط کا عنوان العرف الندی لنصرۃ الشیخ احمد السر ہندی ہے۔

شیخ حسن بن مراد نے اساسی طور پر حضرت امام ربانی کے کلام کو نہ سمجھنے کی وجہ یہ لکھی کہ مکتوبات ''علوم حقیقت'' میں لکھی گئی کتاب ہے۔ایسی کتب کے معانی و مفاہیم عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ فقہاء اور اصحاب احوال کی اصطلاحات میں بھی فرق ہوتا ہے!امام ربانی کا کشف میں اعلیٰ مقام ہے تو اب ''وارث طریقت محمدیہ حضرت امام ربانی کے کلام پر اعتراض جہالت و سفاہت ہے۔ اور اصطلاحات صوفیہ سے عدم توجہی کی دلیل ہے'' ''یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حضرت امام ربانی کا کلام اپنے ظاہر پر جاری نہیں ہے اور اس کلام کے لیے ظاہری معانی رکھنے والے الفاظ کا استعمال بھی جائز نہیں''۔

اسی طرح شیخ حسن بن مراد نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ حضرت امام ربانی کی پیدائش سے اب تک (شیخ حسن کے دور تک) ایک سو بیس سال گذر چکے ہیں، تو ''اتنے لمبے عرصہ کے بعد ان کو لعن طعن کیسے کیا جا سکتا ہے۔اور ان کو جو شہرت حاصل ہو چکی ہے'' گویا جب کسی شخص کی علم و عمل اور حقیقت و طریقت میں شہرت ہو جائے تو اس پر اعتراض کرنا مناسب نہیں ہوتا۔شیخ حسن بن مراد نے لکھا ہے کہ یہ شہرت شاگردوں اور اولاد کے ذریعہ ہے تو اب اس کے بعد عبارات مجدد پر اعتراض کرنا فساد بپا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔شیخ حسن بن مراد کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علمی دنیا میں شہرت تین اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے۔

☆ کتب ☆ عالم اولاد ☆ شاگرد

شیخ حسن بن مراد کہتے ہیں کہ حضرت مجدد کے بارے میں فتوی طلب کرنے والے نے آپ کی شہرت علمی شہرت خاندانی کہ آپ فاروقی ہیں اور آپ کے باپ دادا بھی ولی تھے، کو ظاہر نہ کیا" بلکہ سرسری اور غیر معروف انداز سے ان کا ذکر کیا"" اگر ان کا ذکر ان کے ان اوصاف کے ساتھ ہوتا جن سے وہ مشہور ہوئے ہیں یا ان کا کچھ نسب ہی ذکر کیا جاتا اگر چہ فاروقی ہی کہا جاتا اور ان کے الفاظ کو ہو بہو نقل کیا جاتا، بغیر کسی تبدیلی کے، تو ان سے کوئی تعارض کرتا اور نہ ہی ان کو کوئی کافر کہتا"، "کسی بھی ہوش مند آدمی پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ اللہ کے ولی ہیں، شریعت کی حفاظت اور اہل حق سے مطابقت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام ہے"۔

شیخ حسن بن مراد نے ایک کلامی جملہ کو دہرایا ہے کہ" کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے" ان کے اس جملہ سے بھی یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ جب امام ربانی کو شریعت کے محافظ مان لیا اور ان کے احوال کو احوال عارفین کے مطابق تسلیم کر لیا تو ان کا کلام بھی ان کے ان باطنی احوال کا مظہر ہے۔

اہل علم کی تحقیقات پر آج بھی فتوی بازی کا شغل جاری ہے یہ مخطوطہ یقیناً ایسے بنیادی اصول بیان کرتا ہے جن کی روشنی میں ان تحقیقات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ ایسے اصول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کئے۔ محسوس ہوتا ہے کہ یہ اصول شیخ حسن نے حضرت امام ربانی کی تحریرات ہی سے اخذ کئے ہیں۔ وہ دو اصول بزبان امام ربانی درج ذیل ہیں۔

(ا) اگر کسی سے ایسا لفظ صادر ہو جائے جو بظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو اسے تھوڑی سی توجہ سے ظاہر سے پھیر کر شریعت کے مطابق بنایا جائے اور ایک مسلمان پر تہمت نہیں لگانی چاہیے۔

(ب) اگر کسی سے ایسا کلمہ صادر ہوا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر ملحد وزندیق ہے تو اس کا رد کرنا چاہیے اور اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور اگر اس کا کہنے والا کوئی مسلمان اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے بیان میں اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے صحیح محمل پیدا کرنا چاہیے۔ یا اس کے کہنے والے سے حل طلب کرنا چاہیے اگر وہ اس کے حل میں عاجز ہو تو اس کو نصیحت کرنی چاہیے اور نرمی کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا چاہیے۔

(ج) یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ قول پہلی دفعہ منظر عام پر آیا ہے یا اس کی مثل پہلے بھی کچھ موجود ہے۔[1]

شیخ مراد کے رسالہ کا متن اور ترجمہ پیش خدمت ہے یہ متن ایک مخطوطہ اور مطبوعہ نسخہ کی مدد سے مکمل کیا گیا ہے۔

---

[1] دفتر سوم، مکتوب ۱۲۱

العرف الندى لنصرة الشيخ احمد السرهندى

العلامة المرحوم الشيخ حسن بن مراد التونسى

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله الذى اوضح لاحبابه سبل الهدايات وفتح لهم باب الفهم عنه بسابق العنايات وعصمهم من طرق الهوى وطروق الغفلات والغوايات وخصهم بتشريف المكالمات ولطيف الاشارات والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد رسول من فطر الارض والسمٰوات الىٰ كافة الخلق بالدلالات الواضحة والآيات البينات **وبعد** فانى قد كنت وقفت على سوال ورد من جماعة من الهند مضمونه ما قول العلماء فى حق احمد السرهندى الكابلى القائل كذا وكذا لالفاظ كثيرة مسطورة فى السؤال مدعين أنها نقلت من كتابه المشهور وقد كتب عليه اذ ذاك جماعة قائلين بكفره اعتبارًا بظاهر بعض الالفاظ فيه ولغير ذالك فلما تأملته ظهر لى بحسب ما وصل الى ما قدر لى اذ ذاك من الفهم أن بعض عباراته لا يصدر الا من عارف و ان بعضها غريب فى تلك المنازل لايصدر الاعن مجازف بل بعضها يؤدى الى الكفر لا محالة فلذالك امتنحت من الكتابة بعد الالحاح علىّ فى طلبها وحمدت الله سبحانه تعالى على ذلك الىٰ ان اراداللہ سبحانه وتعالى اظهار الحق

وامحاق الباطل فحرك لذلك عالماً يقال له الشيخ محمد بك فكتب رسالة ميز فيها الفاظ الشيخ المذكور رحمة الله عليه من غيرها وبين ان كتابه انما هو بالفارسية وان فيما عرب منها فى السوال تغييراً بالزيا دة والنقصان وتبديل بعض الالفاظ مكرًا وطغياناً ونقل عبارات الشيخ بأعيانها من الكتاب المذكور اعانة لمن طلب الوقوف عليها واظهارًا لما هو الصواب وتبرعاً بالجواب عما اشكل ظاهره منها اذ لم يكن ذالك واجبا عليه ولامندوبا كما ستقف عليه ان شاء اللّٰه تعالیٰ ثم ارسل بها الىّ لا كتب عليها وقد كتب عليها وحيد دهره وفريد عصره شيخنا وبركتنا الشيخ احمد البشيشي ادام اللّٰه تعالى النفع به وفسح لنا فى مدته آمين فاعتذرت له مرارا ورمت بذالك فرارا فزاد الالحاح وتقوى الاقتراح فالزمت نفسى العمل بمقتضى قوله

مالايكون فلا يكون بحيلة
ابدا وماهو كائن سيكون
سبق القضآء بما يكون بعلمه
سياتى منك تحرك و سكون

فلا ح الجواب و تحرك الاسباب فشرعت مستعينا بالملك الوهاب راجيا منه الحماية و اصابة الصواب فقلت وبا لله سبحانه التوفيق قال رسول اللهﷺ قد اجاز كم الله من ثلاث خلال ان لا يدعو عليكم نبيكم

فتهلكوا جميعاً وان لا يظهر اهل الباطل على اهل الحق و ان لا تجتمعوا على ضلالة الخ (رواه ابوداؤد) ثم قلت النفوس مفطون على حب الحق فهو مقصدها فی جميع انحائها لا تسكن الا لديه ولا تميل الا اليه وله تفيض الاعين وتتحرك القلوب والالسن ولولا ما يحول بينها و بينه من آثار الرعونات وشدة ميلها الى الشهوات لما انفكت عنه وقتا من الاوقات فلذلک قوى الرجاء فی الرجوع اليه ووقوع الاتفاق عليه وحينئذ فلا يخفى على كل لبيب يقظ أن الشيخ احمد السرهندی الكابلی ولی من اولياء الله تعالى وله قدم راسخ بمحافظته على الشريعة ومناظرته اهل الحقيقة والدليل على ذالک أما محافظته فلما شاع وذاع من شهرة علمه وفضله بانتشار تلامذته و تلامذة تلامذته واولاده وحفدته كلهم علماء ومنهم من بلغ درجة الاكابر حتى عزله النظير فی غالب البلاد كاسلامبول، وماوراء النهرو مصروغيرهاوقد وفد جماعة منهم الى الحرمين الشريفين ممن بلغ مكة منهم العلم المشهور. الشيخ فرخ فذكره شايع بهاالى الآن فانه كان المرجع بها ومنهم قطب اوانه وانموذج زمانه شيخنا وبركتنا الشيخ محمد قاسم اللاهوری قدس سره وروحه ونور ضريحه آمين

قرأت انا ورفيق لی عليه فی المطول واخبرنا انه ختمه تدريسا نيفا وستين مرة ومنهم الشيخ المتفنن محمد النقشبندی نزيل عين

الزمان مددنا وبركتنا و شيخنا الشيخ محمد بن سليمان كان يعظمه ويكرمه غاية الاكرام وماذاك الا رعاية لمقام الشيخ احمد رحمه الله بأكرام كل من ينتسب اليه لما عنده من زيادة العلم بكمال فضله وتحقق مقامه بمقتضى لا يعرف الفضل الا ذووه ومنهم العلامة الشيخ محمد مراد ذكرلى انه الآن باسلامبول يدرس بها وأنه ذو اتباع ومنهم الشيخ المحقق العارف بالله تعالى الشيخ بدرالدين و منهم العلامة الشيخ يوسف الدين و منهم الولى العارف بالله تعالىٰ الشيخ محمد معصوم ذكرلى بعض الاخوان من مدرسى ومكة المشرفة من ابناء الروم أنه اجتمع بهؤ لاء الثلاثة و كان كثيرً اما يذكر الشيخ بدرالدين و يقول مار أيت فى زماننا هذا مثله فى كثرة علمه و عمله و مداومته على الذكر واما الدليل على مناظرته لاهل الحقيقة فان من له أدنى فهم يدرك ان عبارات كتابه (اهلنا الله سبحانه وتعالى بفهمها وجعلنا من طلابه) ليست جارية على اصطلاحات الفقهاء لانها لا تصدر الا عن ارباب الاحوا ل فهى دالة على انه من اهل الحقيقة عندمن بصره الله تعالى لان الكلام صفة المتكلم وقد قالوا اعرف الرجال بالحق ولاتعرف الحق بالرجال وقال الشيخ احمد زروق فى شرحه لحزب الشاذلى رحمه الله تعالىٰ واعلم ان الكلام صفة المتكلم ومافيك أظهر على فيك الى ان قال وبالجملة فاحزاب المشائخ صفة احوالهم

ونكتة مقالهم وميراث علومهم واعمالهم وبذالک جروا فی كل امورهم لا بالهوی. فلذالک قبل کلامهم فاحزاب اهل الكمال ممزوجة باحوالهم مؤيدة بعلومهم مسددة بالهامهم مصحوبة بكراماتهم انتهى قوله ـ وبذلک جروا فی كل امورهم لا بالهویٰ الخ يعنی ان جميع اقوالهم وافعالهم ليست مقصودة لهم بنوع تكلف أو نوع تصرف كما يدل عليه كلام الشيخ القشيری الآتی بل جميع ما يقع منهم من الحركات والسكنات تصدر عنهم بحسب احوالهم فهی أثارها دالة عليها لا محالة فظهربهذا لمن ثبته الله تعالی ونور بصيرته ان سيدی الشيخ احمد رحمه الله تعالی ثابت القدم فيما تقدم علی ان جماعة منهم لم يصنفوا كتاباً حرصاً علی أمتثال ما كلفوا به من كتمان هذه العلوم كما سيأتی ان شاء اللّٰہتعالیٰ قال ابن عطاء رحمه الله تعالی فی لطائف المنن كان أبو الحسن شاذ لی رحمه الله لم يصنع كتابا وكذلک شيخنا ابو العباس رحمه الله لم يصنع فی هذا الشان شيئا والسبب فی ذلک ان علوم هذه الطريقة علوم التحقيق وهی لايحملها عقول عموم الخلق ولقد سمعت شيخنا ابا العباس يقول جميع ما فی كتب القوم عبارات فی سواحل من بحر التحقيق انتهی المراد ـ قوله فی سواحل الخ كناية عن بعدها عن افهام اهل الظاهر لما يقصدونه من استعمال ألفاظ خاصة بهم مجملة المعانی لمشكلة الظواهر تحامياً عن

الظهور الموجب لوقوع الخلاف منهم فلهذا تجد من صنف منهم كتابا بالغ في كتمان معانيه بحيث لا يستعمل شيئا مما استعمله غيره من المعاني الا على طريق الاتفاق وحينئذ فالتمييز بين اصطلاح الفقهاء واصطلاحهم لا يكاد يخفى على احد فنعلم حينئذ أن كتاب العارف بالله تعالى الشيخ احمد رحمه الله تعالى وامدّنا بمدده أنما هو في علوم الحقيقة وانه جار على اصطلاح القوم ودالّ على كمال احواله وعلو مقامه بلاريب هذا واني ادين الله سبحانه وتعالى بذالك وبما عن شيخنا الشيخ محمد بن سليمان نفعنا الله تعالى به من ان الشيخ احمد رحمه الله تعالى مجدد طريق القوم وكفى بهذا الاستشهاد لمن وفقه الله تعالى للتسليم وحسن الاعتقاد وحيث ثبت ماله من المقام فلا يلتفت لمن اراد نفيه عنه قال الشيخ زروق رحمه الله تعالى في الشرح فان قلت قد تكلم بعض الناس في الشيخ ابن سبعين كلامًافاحشاًيوجب عدم اعتباره فكيف يلتفت الى علومه واذكاره قلت لا يقبل قول الا ببرهان ولا يؤخذ شيء الا بتبيان وقد ثبت كونه من اهل العلم والعرفان ونقل كونه من اصحاب الحقائق والاحوال بل حقق ذالك جماعة ممن اتٰى بعده من الرجال فلايلتفت الٰى انكار المنكرين في اسقاط مرتبته وكذا من كان على طريقه فلئن كان للعلم حرمة فللعلماء ايضا حرمة والموفق يلتمس المعاذير والمنافق يتبع العيوب بل يحدثها بغير حق ولا

اجهل من متعصب بالباطل اومنكر لما هو به جاهل انتهى فانظر وفقک الله تعالی وتأمل فی عبارة الشیخ رحمه الله ومافیها من الفوائد النورانیة حیث رد قول المجرح بعدم البیان ثم عارضه بمجرد ثبوت صفة العلم له ثم اثبت له کونه من اصحاب الحقائق والاحوال بمجرد النقل ثم حقق ذلک له بمن بعده من الرجال حیث سکتوا وذکروه بذالک من غیر تعرض لطول المدة اوقصرها ثم اکّد الرد بقوله فلا یلتفت الخ ثم اشار الی ان حکمه علی مقتضی الشرع وانه لا خصوصیة له بقوله وکذا من کان علی طریقته ثم التفت الی تعظیم جانب العلماء بمجرد کونهم علماء للتحریض علی ذالک کما قابل ذالک بذم المنکر والتشدید علیه بجعله کالمنافق ومقابلة فعله بالفعل الموفق ثم ذم التعصب ووصف صاحبه وذالجهل المرکب بکونهما لا اجهل منهما فاذا علمت هذا فتأمّل ایضًا فی اکتفاء الشیخ رحمه الله تعالی فی الرد بمجرد ثبوت صفة العلم فکیف بمن منحه الله تعالی فضیلة انتشاره فی البلادو زیادة علی ذالک ثم فی التفاته لثبوت کونه من اصحاب الحقائق والاحوال بمجرد النقل فکیف بمن کتبت فی مناقبه المجلدات وأثبتت له فیها انواع الکرامات وشهد له بذالک انتشار الآثار الدالة علی اتصافة بذالک أیّ انتشار فانی قد رأیت مناقبه فی مجلد ضخیم واخبرت بثانیة مثلها للشیخ محمد هاشم الکشمی وقد

كتب سيد علمآء الهند جامع المعقول والمنقول الملا عبد الحكيم السيالكوتي مالفظه ان التكلم على كلام الوارث للطريقة المحمدية الشيخ احمد السرهندى جهل وسفه ودلالة على عدم الوقوف على اصطلاحات الصوفية الى آخر ما اطاله رحمه الله تعالى و قد وضع على هذا الخط ختمه وهو الآن بيد أولاد الشيخ رحمه الله تعالى و الذى نعلم الآن من نسخ كتابه المشهور فى الحرمين الشريفين ثلاث نسخه تامة ثلاث مجلدات بالمدينة المنورة و نسختان مخزومتان بمكة المشرفة ثم فى اكتفائه بمجرد ذكر جماعة بعده فكيف بمن مضى عليه زمان طويل بعد ذلك فان عمر الشيخ أحمد نور الله ضريحه نيف و ستون سنة و منذتوفى الى الآن نحوستين فهذه نحو مائة و خمسة عشر سنة باعتبار اسقاط مدة بدايته على ان كثيراً من أولياء الله محفوظون من وقت الرضاع فى بطون امهاتم فعليه فهى نحو مائة و عشرين سنة فكيف فيه التجريح بعد هذه المدة و بعد ماثبت له من الاشتهار المتصل بمن ذكر من كتابه و أولاده و تلامذته الى يومنا هذا فهل يخفى على أحد أن هذا الا باب اظهار الفساد نسئل الله العظيم فى درئه ورد كيد قاصده فى نحره ثم هل هذا السؤال الامذلة و مغلظة لأهل الحرمين الشريفين حيث لم يذكروا فيه الشيخ رحمه الله معرفا بأوصافه بل ذكروه مجهولاً خصوصاً مع ما أحدثوا فيه من التغيير

بالزيادة و النقصان و هل هذا الا هوى لنفس و اتباع للشيطان اما يخشى فاعلوه من تعجيل عقوبة الله تعالى غيرة منه عليه أما يعتقدون الموقف و الفضيحة بين يديه وما أحسن ما قيل (شعر)

تذكر يوم تأتى الله فردا
وقد نصبت موازين القضاء
وهتكت الستور عن المعاصى
و جاء الذنب مكشوف الغطاء

و احسن منه و ابلغ منه واسرع رشقاً فى النحور قول من يجمع الناس ليوم لا ريب فيه و اليه النشور "يعلم ما فى السموات والأرض و يعلم ما تسرون وما تعلنون والله عليم بذات الصدور" لعمر الله انهم لفى امر لا ينادى و ليده ولا يفارق عنيده و كانى هم و قد انعكس عليهم الأمر افأمنوا مكر الله و صروف الدهر كيف و هو كما قيل شعر

سرور الدهر مقرون بحزن
فكن منه على وجل شديد
ففى يمناه كأس من لحين
و فى يسراه قيد من حديد

نعوذ بالله من مكر الله نعوذ بالله من مقت الله نعوذ بالله من سخط الله ولا يخفى أن كلام الشيخ أحمد اسكنه الله تعالى فى حظيرة

قدسه و متعه بموار انسه ليس جاريا على ظاهره كما تقدم ولا يجوز له استعمال الألفاظ الظاهرة المعانى حيث كان فى هذا العلم لوجوب كتمانه قال فى روضة المريدين قال جعفر بن محمد الصادق رضى الله تعالى عنهما نهينا عن اظهار هذا العلم لغير أهله كما نهينا عن الزنا ولا اقامة دين الله تعالى الا بهذا العلم و قال أن الله عزوجل فضح من باح بسره و علمه الى غير أهله وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال حفظت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم و عائين فاماأحدهما فبثثته فيكم واما الآخر فلو بثثته قطع هذا العلم و عن ابن عباس رضى الله عنهما انه قال انى لا علم فى قوله تعالى يتنزل الامر بينهن لو قلت لكفر تمونى و عن على رضى الله عنه قال أن بين جنبى علماً لو قلته لخضتم هذه من هذه وارادوا رضى الله عنهم بذلك العلوم علوم الحقيقة كما صرح بذلك فأهل التمكين لا يظهرون معانى الفاظهم لأن جميعها متعلق بالله تعالى فهى اسرار بينهم و بينه و لهذا كان خطأ الحلاج وا باحة دمه من حيث اظهاره ما يكتم و اعلانه بما يسر كما فى حل الرموز و فيه ما كل قلب يصلح للسر ولا كل صدف ينطبق على الدر و قيل لأبى يزيدؒ مالنا لا نفهم كثيراً ما تقول قال لأن كلام الأخرس لا يفهمه غير امه (قال) الشيخ القشيرى رحمه الله فى الرسالة و هذه الطائفة يستعملون الفاظا فيما بينهم قصدوا بها الكشف عن معانيهم لأنفسهم بعضهم من

بعض والاجمال و الستر على من باينهم فی طريقتهم لتكون معانی
ألفاظهم مشتبهة على الأجانب غيرة منهم على اسرارهم أن تشيع فی
غير أهلها اذ ليست حقائقهم مجموعة بنوع تكلف أو مجلوبة بضرب
تصرف بل هی معان اودعها الله تعالی فی قلوب قوم و استخلص
لحقائقها اسرار قوم يقولون الأسرار معتقة عن رق الاغيار ويطلق السر
على ما يكون مصونا بين العبد و الحق سبحانه و تعالى من الأحوال و
عليه يحمل قول من قال اسرارنابكر لم يفتضهن وهم و أهم انتهى
ملخصاً فمن علم ان قصدهم كتمان السر والاجمال والستر و إن ظاهر
اللفظ غير مراد لهم لا يعترضهم قطعاً فالمعترض على ولی الله سبحانه
و تعالى الشيخ أحمدؒ باعتياده مرتكب مالا يحل لغير عالم بمقاصدهم
هذا و قد تلقت العلماء رضی الله عنهم و نفعنا هُم خلفا عن سلف أقوال
هذه الطائفة من غير التفات منهم الى أشكال ظواهرها على علمهم
بحقائقها وما تقتضيه من الاتحاد و الحلول و التجسيم و غيرها
لعلمهم باستحالة كون شیء من ذلك مقصود لهم وهو معنى قول
الشيخ زروقؒ فلذلك قبل كلامهم أی على ما هو عليه و ان كان
مشكلاً فاذا النظر الى كمال أحوالهم لا الى ظواهر اقوالهم و هذا
كتاب كمال أهل الطريقة و معدن الحقيقة الشيخ ابراهيم بن
عبدالكريم الجيلی قدس سره و نور ضريحه المسمى بالانسان الكامل

و سائر مؤلفاته و مؤلفات العارف بالله تعالى الشيخ محى الدين بن عربى قدس سره و سائر كتب القوم الى يومنا هذا تشترى بأغلى الثمن و تستكتب و يتعب فى تحصيلها و مقابلتها مع العلم بما فيها من الاشكالات المتكاثرة ومنها فى الانسان الكامل قوله بانقضاء عذاب جهنم و ذهاب اثرها و عود ابليس لعنه الله الى ما كان عليه من مكان القرب الى الله تعالى و منها ما فى عينيته قوله أن السبع الطباق تحت قوائمى ورجلى الكرسى وسقف بيتى العرش و منها ما فى مواقع النجوم لأبن عربى رح أن لله سبحانه لساناً يتكلم به و اذنا يسمع بها و اما مشكلات الفتوحات فأشهر من أن تذكر فلو نظر العلماء رحمهم الله الى ظواهر هذه الكتب لما توقف احد منهم فى الحكم بتكفير مؤلفيها لكنهم لما علموا احوالهم لم يلتفتوا الى المشكل من اقوالهم.

و قد شاع هذا الحمد لله بحيث لا يكادعالم يجهله الآن حتى انسيت اشكالاتهم و كأنهالم تكن و اقبل الناس عليها لذلك بالاقبال التام حتى صار العلماء يتبركون و يعتنون بمطالعتها بل و تدريسها حتى لا يكاد يخلو عالم من بعضها ومن الاطلاع عليها فان قلت اذا كان عدم التعرض لا يكاد يجهل فكيف قلت فى أول الرسالة و قد كتب عليه جماعة قائلين بكفره اغتراراً بظاهر بعض الالفاظ و هل هذا الا تعرض منهم قلت قد مر قريباً بأن أهل السؤال دلسوا ولبسوا و انهم متبعون

اغراضافاسدة و انهم لم یعرفوا الشیخ رحمه الله بل و لم یذکروا من نسبه شیئاً لعلهم لما فیه من صریح مناقضتهم فان والد الشیخ وجده رحمهم الله قد ثبتت لهما الولایة و نسبه یتصل بأمیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی الله عنه و قد أخذ الطریقة عن والده وجده بالسند المتصل الی سید العارفین بالله تعالی الشیخ عبدالقادر الکیلانی کما فی مناقبه قدس سره لتلمیذه العارف بالله الشیخ بدر الدین غیر المتقدم فلما لم یذکروا شیاً من هذا بل حذفوه و قولنا حذفوه لغوی تجهیلاً لتتمیم غرضهم بزعمهم اقتضی ذلک تکفیره لا مخالة لأنه علی هذا التقدیر لیس ممن لا تعرض بهم بل هو فرد من افراد الناس فلو ذکر موصوفا بأوصافه التی اشتهر بها أو بعض النسب ولو الفاروقی فقط و نقلت ألفاظه بعینها من غیر تغییر لما تعرض له احد و ما کفره أحد منهم قطعا الا تری أنا لو سئلنا عما فی مواقع النجوم بصورة ما یقول علماء الدین رضی الله عنهم فی حق محمد بن عربی القائل بأن لله سبحانه لساناً یتکلم به وله اذن یسمع بهاأو عن مقالة الشیخ عبدالقادرؒ رأیت ربی بعین رأسی بصورة ما یقول العلماء رضی الله عنهم فی حق عبدالقادر ولد أم الخیر القائل رأیت ربی بعین رأسی فهل یتوقف أحد فی تکفیر المسئول عنه علی ما فض جهالته بخلاف ما لو قبا فی الأول فی حق الولی العارف بالله تعالی الشیخ الاکبر محی

الدین ابن محمد بن علی بن محمد بن علی ابن العربی الحاتمی الطائی قدس سره و نور ضریحه و فی الثانی فی حق سید العارفین و قبلة الوافدین الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی جعلنا الله سبحانه فی برکاته و امداده حیث لم یتعرض له أحد من العلماء کما تقدم و فیما نحن بصدده کذلک لو کان السؤال بصورة ما یقول العلماء رضی الله عنهم فی حق أحمد السرهندی الکابلی لم یتوقف أحد فی تکفیره و ما توقف الا من کان له علم بشهرته أو بطرف منها أو کان له معرفة باصطلاح القوم فاستدل ببعض عبارات السوال علی مقامه بخلاف ما لو کان بصورة الشیخ العارف بالله تعالی مسلک المریدین و موصل السالکین الجامع بین الطریقة و الحقیقة من ملا علمه الآفاق شیخ وقته علی الاطلاق الشیخ أحمد السرهندی الکابلی الفاروقی النقشبندی ابن العارف بالله تعالی الشیخ عبدالأحد ابن ولی الله العارف بالله تعالی الشیخ زین العابدین نفعنا الله سبحانه و تعالی به القائل کذا و کذا بألفاظه بعینها أو تعریبها حیث لم یتعرض لها بلاریب (فان قلت) قال الشیخ عبدالوهاب الشعرانی رحمه الله تعالی قد اندرس العمل باخلاف القوم فی هذا الزمان حتی لا یکاد العبد یجد أحداً من المتشیخین فیه یتخلق بشیء من أخلاق القوم فان قام الارادة قد عزفی هذا الزمان فکیف بمقامات العارفین انتهی فعلی هذا لا یکون الشیخ

أحمد من المشايخ و لا كتابه مثل كتبهم (قلت) ليس فى عبارته ما يقتضى انقطاعهم ليلزم ذلك بل مفهوما عزتهم كما صرح به فى آخر مقدمته بقوله لم اقصد بقولى فى كثير من الاخلاق لم ارله فاعلاالفخر و انما اقصد به بيان عزته ليلقى الاخوان بالهم الى الاهتمام بتحصيله والتخلق به لاغير على أنه ذكر فى الاربعين و مائة أن أصحاب النوبة سبعون و أنهم بمصر الآن ستة وستين و تسعمائة (فان قلت) ليس أهل هذا الزمان كالمتقدمين فلا يستحق الشيخ أحمد أن يعامل معاملتهم فتسلم له اقواله (قلت) أن اردت سلب المشابهة عن المجموع فمسلم و ليس الكلام فيه و أن اردته عن كل فردفرد فغير مسلم فقط روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال فى كل قرن من امتى سابقون و عنه صلى الله عليه وسلم انه قال انما مثل امتى كمثل حديقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكبها و هيأ مساكنها و حلق سعفها فأطعمت عاماً فوجاً ثم عاما فوجاً فلعل آخرها طعما يكون اجودها قنواناً و أطولها شمراخاً والذى بعثنى بالحق نبياً ليجدن ابن مريم من امتى خلقاً من حواريه و عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال خير امتى أولها و آخرها و فى وسطها الكدر و عنه صلى الله عليه وسلم انه قال مثل اُمتى مثل المطر لا يدرى اوله خير ام اخره والاحاديث فى هذا المعنى كثيرة جداً على أن هولاء القوم لا يغير هم الزمان فلا فرق بين المتقدم و المتاخر

والظاهر والخفى الصديق والولى فى أن الزمان لا يكدر انوارهم ولا يحاط مقدارهم فأنهم مع الموقت لا مع الأوقات و عن بعض العارفين انه قال أن لله تعالى عباداً كلما اشتدت ظلمة الوقت قويت أنوار قلوبهم فهم مثل الكواكب كلما قويت ظلمة الليل قوى اشراقها كما فى لطائف المنن و أما كتابه نفعنا الله تعالى به و يسر لنا سلوك طريقته فغالب الظن فيه حيث لم اطلع على جميعه انه لو كان معرباً لفاق أو ساوى لما يظهر مِن دقة ألفاظه التى وقفت عليها و لعمرى انه لحرى بقوله (جميع الاحاديث فى هذا المكتوب بل أكثر احاديث المكتوبات مأخوذة من مشكاة المصابيح فليستخرج منها ١٥) ماضرنى ان لم أكن متقدما فالسابق يعرف آخر المضمار و ها أنا أذكر لك ما تستكن به نفسك و تراض و تقبض به انشاء الله عنان التعرض و الاعتراض قال الشيخ زروق رح فى وصيته عند عد الشبه و من ذالك قول بعض الصوفية أنا هو و هو أنا مما يوهم الاتحاد و الحلول و قد وقع كثير من هذا النوع لابن الفارض و ابن العربى والتسترى و ابن سبعين مع امانتهم فى العلم و ظهورهم فى الديانة فعلى المؤمن فى ذلك ان يكون قائماً مع الحق بالكلام فى القول لا فى القائل فى مثل أولئك القوم وما كان من كلامهم موافقاً للكتاب و السنة فأنا اعتقده و ما كان مخالفاً فأنا أكل علمه لأربابه متبرء اً قلبى عن اعتقاد ظاهره

وایاهم کذلک انتهى مختصراً ....

و قوله وایاهم کذلک ای و انزاههم ایضاً عن اعتقاد ظاهره فأنهم لا یعتقدونه لأنهم منهیون عنه کما تقدم و قال الشیخ الشعرانی رح فی لطائف المنن و قد یکون سبب الانکار جهل المنکر بمصطلح القوم و عدم ذوقه لمقاماتهم فالعاقل من ترک الانکار و جعل ما لم یفهمه من جملة مجهولاته لا سیما ولن یبلغنا عن أحد منهم ما یخالف الشریعة ابدا و ربما تکلم العارف فی شعره أو غیره علی لسان الحق تعالی و ربما تکلم علی لسان رسول الله صلی الله علیه وسلم و ربما تکلم علی لسان القطب فیظن بعضهم أن ذلک علی لسانه هو فیبادر علی الانکار و قد سمعت سیدی علی الخواص یقول أقل درجات الادب مع القوم أن یجعلهم المنکر کأهل الکتاب لا یصدقهم و لا یکذبهم و کان سیدی علی بن وفا یقول التسلیم للقوم أسلم و الاعتقاد فیهم أغنم و الانکار علیهم سم ساعة فی ذهاب الدین و ربما لا ینصر بعض المنکرین و مات علی ذلک نسأل الله تعالی العافیة ا ه فان اردت یا أخی عدم الانکار فلأجل مرآة قلبک فانک تشهدهم من خیار الناس و یقل انکارک و الا فمن لازمک کثرة الانکار لأنک لا تنظر فی مرآتک الا صورة نفسک فأفهم اھ مختصر و قال فی حل الرموز بعد کلام و لقد انصف ابو حامد الغزالی حیث اجری هذه

الطائفة من الرجال فی کتابه المنعوت باحیاء علوم الدین فقال عند ذکرهم هؤلاء قوم غلبت علیهم الاحوال فقال احدهم سبحانی و قال الآخر ما أعظم شأنی و قال الآخر أنا الله و قال الأ خر ما فی جبتی الا الله فهؤلا ء قوم سکاری و مجلس السکاری یطوی ولا یحکی معناه و نسلم الیهم احوالهم ولا نرد ولیهم اقوالهم لأن کلامهم نطق عن ذوق و ذوق عن شوق و من ذاق فقد عرف و من لم یذق فلا حرج علیه اذا سلم واعترف اھ کلامه المقدس رح و قال فی مقدمة شرح تائبة الامام العارف بالله تعالی ابن حبیب الصفدی و یجب تحسین الظن بأولیاء الله تعالی فان اساء ة الظن بعموم المؤمنین حرام فکیف بأولیاء الله تعالی و لله تعالی فی خلقه اسرار لا اطلاع للعوام علیها بل یطلع علیها من شاء من خاصته انظر الی ما وقع من الخضر علیه السلام من خرق السفینة و قتل الغلام و قوله بعد ذلک وما فعلته عن امری فسلم لهم حالهم ولا تتابعهم فیما لا یوافق ظاهرة الشرع ولقد صنف فیهم أهل العنایة بهم مصنفات و نصروهم فیها و آلوا أحوالهم و اقوالهم المخالفة لظاهر الشرع لیس هذا محل ذکره و شرط جواز الاعتراض ان یکون ممن احاط بعلم الظاهر و الباطن والا فهو قاصر فیسعی فی اصلاح نفسه اولا اھ ذکر شیخنا السید أحمد الحموی نفعنا ببرکته و برکة علومه آمین فی ذیله علی کتابه درر العبارات فی آخر جواب أجاب به

عن سؤال ورد اليه من زبيد عن ألفاظ وردت مشكلة فی أشعار مشائخ الطريقة العارفين بالله تعالى فقال بعد أن أجاب بتخريج ذالک على الاستعارات التمثيلية ما نصه فان عجزت عن التخريج على هذا المنوال و عسر عليک انتزاع حالة تطابق بها الحالة المنتزعة من الشعر فاعتقد ان ذلک الواقع في نفس الأمر و ان قصر ادراکک عنه فسلم لأهل الله و اعتقد برآءتهم و نزاهتهم من كل عيب و نقص و اياک ان يخطر ببالک ما يقع فيه كثير من الناس ممن حرم التوفيق من حمل كلامهم بفهمه القاصر و نظره الفاتر على غير مرادهم مما لا يليق بالجناب الالهى ثم يجعل ذلک سبباً للوقيعة فيهم من غير مستند له ليس ذالک الا محض جهله وقصور عقله وظنه ان فهمه وعقله متناه في الكمال بحيث لا يقصر عن شيء اصلاً بل كلما خرج عنه فهو باطل ومحال فان هذا والعياذ بالله منشأ الحرمان والخسران ومن اين يجب ان لا يهب الله لاوليائه الا ما يدركه عقل هذا الجاهل القاصر بل ما مقدار عقله بالنسبة للعلوم الكسبية فضلا عن الوهبية واياک ايضا حيث عجزت عن التنزيل على هذا القانون ان تبالغ فی التكلف والتأويل والحمل على ما تعتقد من المعانى كما يفعله كثير من المحبين المعتقدين وان كان مقصدهم فی ذالک جميلا وغرضه صحيحا لكنه يؤدى الى ارتكاب تكلفات باردة مهملة تخرج الكلام عن رونقه

وبهجته وتؤدی الی حمله علی معان فی غایة الرکاکة والسفالة فترک ذالک والاعراض عنه وتلقی الکلام بالقبول والتسلیم والاعتقاد التام علی سبیل الاجمال وعدم التعرض لمعانیه والاعتراف بالعجز عنه کما هو طریق السلفؒ من التفویض فی متشابه القرآن حتی یفتح الله تعالی بالمعانی الصحیحة ذوقا احسن واسلم (قلت) ومما یدل علیٰ ان کلامهم رضی الله عنهم لیس مجریاً علیٰ ظاهره لما حکی أن الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی قدس سره لما انشد قوله

یا من یرانی ولااراه
کم ذا اراه ولایرانی

قال له بعض اخوته کیف تقول انه لا یراک وانت تعلم انه یراک فقال له مرتجلا

یا من یرانی مجرماً
ولا اراه آخذاً
کم ذا أراه منعماً
ولا یرانی لایذا

قال بعض المشائخ من هذا وشبهه یعلم ان کلام الشیخ وامثاله مؤول وانه لا یقصد ظاهره وانما له محامل تلیق به وکفاک شاهدا هذه الجزئیة الواحدة واحسن الظن ولا تنتقد بل اعتقد وللناس فی هذا

المعنی کلام کثیر والتسلیم اسلم وانه سبحانه بکلام اولیائه اعلم انتهی کلام شیخنا نفع الله به(قلت) انما شبه شیخنا التفویض فی متشابه القوم بالتفویض فی متشابه الله تعالی فی قوله کما هو طریق السلف الخ

لان هؤلاء القوم تخلقوا وتحققوا بجمیع الاسماء والصفات الا لفظ الجلالة کما هو مقرر و معنی التخلق تحلی العبد بتلک الأسماء و الصفات بقدر الامکان واماالتحقق فهو ذهاب تعین صفة العبد وظهور صفة الله تعالیٰ فیه قال بهاء الدین فی شرح اسماء الله تعالی واما التحقق بحقائقها فذالک بتجلی الاسم علی سر العبد وسریانه فی روحانیته سریان النار فی اعماق الجمرة بحیث یفنی تعین العبد وتکون حقیقة الاسم المتجلی بعینها هی حقیقة العبد حتی یرتفع التمییز فی مشاهدته بل تترتب احکام الحقیقة الاسمیة علی الحقیقة العبدیة ان بلغ التحقق بها کمالها کما قیل شعر

انا من اهویٰ ومن اهویٰ انا
نحن روحان حللنا بدنا
فاذا ابصرتنی ابصرته
واذا ابصرته ابصرتنا

والاشارات الی هذه المرتبة کثیرة فی مقالات القوم باللغات المختلفة وهذا امر ذوقی لا یسع طور العبارات اکمال شرحها ولایفیٔ

الا بشیء یسیر من الاشارات بها انتهی وبهذا تبین وجه التشبیه وبقوله حفظه الله تعالیٰ وایاک ایضاً ان تبالغ فی التکلف والتأویل الخ

وبما تقدم من وجوب کتمان هذا العلم یعلم ان تعرض الفقهاء لکلامهم بالشرح والتحشیة والجواب عن اشکالاتها مما لا ینبغی لما فی جمیع ذالک من المخالفة لمقصودهم نعم ان ارادوا بذلک تسهیله علیٰ اهله کما فعله القشیری رحمه الله تعالی حیث قال فی باب شرح الفاظهم ونحن نزید بشرح هذه الالفاظ تسهیل الفاظهم علیٰ من یرید الوقوف علی معانیهم من سالکی طرقهم ومتبعی سُنتهم انتهی

او کان ذالک شفقة منهم علی العوام من اعتقادهم ظواهرها فلا باس لٰکن قد سلک هذین المسلکین جماعة فلا احتیاج الیهما الآن الا ان یکون اصطلاح حادث فلا باس فانّ القوم لم یصطلحوا علی وضع المعانی وانما اصطلحوا علی استعمال الألفاظ مخصوصة بمعنی أن کلا منهم یستعملها فی معان یضعها لها لما علمت من حرصهم علی الکتمان والاصطلاح علی معنی واحد یفوته وتوضیح ذالک انک تجد شراح ألفاظهم یذکرون للفظ واحد معان کثیرة وقد یجمع مافی کتابین او ثلاثة من المعانی للفظة واحدة فلم تجدها تتفق اصلاً فیکون المجموع لذالک اللفظ فمن ذالک العبودیة قال الشیخ القشیری رحمه الله تعالی فی کتابه منشور الخطاب، العبودیة موافقة الامر

ومفارقة الزجر، العبودية ترک التدبير وروية التقصير، العبودية رفض الاختيار بصدق الافتقار، العبودية اداء ما هو عليک وشكر ما هو اليک، العبودية حسن القضاء وترک الاقتضاء اھ وقال الشيخ جمال الدين ابو القاسم القاوبلى فى كتابه خلاصة الحقائق قال الكتانیؒ العبودية ترک الاختيار وملازمة الذّل والافتقار وقال ذوالنون المصرى العبودية ان تكون عبده على كل حال كما انه ربک فى كل حال وقال اهل الاشارة العبودية التفويض الى الخبير البصير وروية التقصير فى طاعة الملک القدير وقال عالم العبودية ان يرضى العبد بما يفعل الرب وقال ابو عثمانؒ العبودية اتباع الامر على مشاهدة الامر وقال عيسى عليه الرحمة العبودية ترک الدعوى واحتمال البلوى وحب المولٰى اھ وهكذا فى غالب الفاظهم وانما اقتصر بعضهم على معنى واحد تسهيلا لطالب ذالک كما تقدم عن القشيرى قال ابن عطاءؒ فى لطائف المنن قال الجنيد دخلت على السرى السقطى فوجدته متغيراً فقلت له ما بالک يا استاذ متغيراً فقال دخل على شاب آنفا فقال ما التوبة فقلت ان لا تنسى ذنبک فقال بل التوبة أن تنسى ذنبک فما تقول انت يا ابا القاسم فقلت القول عندى كما قال الشاب لانى اذا كنت فى حال الجفا ثم نقلنى الى حال الصفاء فذكر الجفاء وقت الصفا جفا فقال الشيخؒ كلام السرى اتم من كلامهما فكلامهما يخص حالهما و كلام

السری مهیع مورد السالکین مختصرا فظهرانه لاحصرفی الاصطلاح وان الکلام صفة دالة علی حال المتکلم کما تقدم وعلیه فلا حصر لاصطلاحاتهم کمالا حصر لاحوالهم ولا اعتراض علی من تعرض للبیان بقصد ما تقدم اذا کان أهلاً لذالک هذا وأما توقف الفقهاء والمشائخ عن المسارعة الی التکفیر وایجابهم العمل بما یقتضی نفیه وان تکرر المثبت بحیث یکون النافی عشر عشیره وتصحیح القول بعدم تکفیر اهل البدع وترجیحه فلا یخفی کثرة النقول فی ذالک علی من طالع کتب الفروع والعقائد وشفاء القاضی عیاضؒ غیرا نها لیست مما نحن بصدده وانما فیها استلزام کون عدم التعرض للشیخؒ احمد اولویا والکلام فیما نحن بصدده کثیر لکن فیما ذکر کفایة لما اوردناه من تنبیه الغافلین وتحذیر المتعصبین عن الوقوع فی المهالک بالتعرض للشیخ احمدؒ بالسوء المخالف لقولهﷺ اذکروا موتاکم بخیر والاعتراض علیه بما لا علم لهم به او التعرض لذریته بالاذیة فان اکرامهم اکرام له واذیتهم اذیة له مستلزمة للدخول فی من آذنه الله سبحانه بحرب کما روی عن ابی هریرة رضی الله عنه أنه قال قال رسول اللهﷺ ان الله عز وجل قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب ......الحدیث بطوله قال المسعودیؒ فی شرحه فالذی یتخلص من کلام علماء الشریعة والحقیقة ان الولی هو المتقرب الی ربه تعالی

بالعلم و العمل اه فمن الله سبحانه وتعالى عليه بالاتقان و مخالفة النفس والشيطان و تنبّه لمراقبته تعالى وتدارك ماا حدثه من الخلل و النقصان ومن خذل عطلت حواسه وباء بالخسران ولا يخفى ان سعى اهل السؤال انما هو تكثير اجوره ورفع درجات الشيخ نفعنا الله تعالى ببركاته كما قال الشيخ الشعرانیؒ حين وقع له مثل هذا حيث قال ان حسادی يحرفون عنى مسائل لم أقل بها قط ثم يكتبوها سوالات ويستفتون عنها العلماء فيفتون بحسب السوال ثم يدورون بخطوط العلماء على الناس فيحصل لى من ذالك اجور لا تحصى من كثرة الوقوع فى عرضى بغير حق فلو انى كنت مواخذا احدا من هذه الامة لما رضيت يوم القيٰمة باعمال الواحد منهم طول عمره فى غيبة واحدة (قلت) واوفى دليل على علو مقام الشيخ احمدؒ رفع الدرجات بعد الممات باستدامة العمل بحيث رزقه العلم خصوصا وهو فى الانتشار الى يومنا هذا والولد الصالح خصوصا وهو متعدد واذائة الخلق خصوصا وهى عامة له ولذريته فتوفر هذه الاسباب مع ما يلحقه من عموم دعاء الخلق وخصوصه دليل ظاهر على ما ذكر ثم لما مضى شهر بعد كتب هذه الرسالة ووفد رجل يقال له البرزنجى الى مكة المشرفة وكان قائلاً بكفر الشيخ رحمه الله وجعلنا فى بركاته ثم ارسل الى بالسلام قائلا بلغنى انكم كتبتم رسالة فمرادى الوقوف عليها وكان

ظنى انه اذا اطلع عليها تطلب بيان ماذكر فيها من الاحاديث ومأدعى فى السؤال من التغيير والتحريف وما ذكر من النقول الدالة على عدم جواز التعرض للشيخ وما نقل عن كتب القوم من المشكلات وما ذكر من الوقوف على مناقب الشيخ وتعدد نسخ كتابه وصحة الاخبار بالوافدين الى مكة المشرفة من اولاد الشيخ وتلامذته وما ذكر من النقول للاستشهاد والتنظير وغيرها للوقوف على جميع ذالک والايقان لما ان هذه جادة اهل الانصاف وترجيح للمحاسبة الباطنة على الظاهرة ولذالک سمحت نفسى بارسالها حالاً اليه رجاء ظهور الحق ووقوع الاتفاق عليه فلما بلغته بادر الى مطالعتها وامر بكتبها فكتبها له شخص ثم اتانى بها فسألته هل كتب مناهيها .قال لا فقلت لابد من كتبها فانها بتتماتها ارجع اليه واذكر له ذلک فراح ثم رجع فقال كلمته فأبى وقال ما يحتاج فقلت له وهل قابلها قال لا قلت اذا هى غير الرسالة لما هوتقرر من تحريف كتبة الزمان ولما وقع بين الحاستين من انعكاس الرجحان ولما حصل لى ماهو قريب من اليقين من انه معين لاهل السوال ومصنف لهم فى التغيير لينقل عنى ما ليس لى من المقال وليجد للبحث فيها مجال اذهى بدون ذالک محصنة بالوالى المتعال واشد على شانئها من وقع النبال كتبت هذه الكتابة سائلا من فضل المطلع عليها ان لايعتمد على المجردة من المناهى

ومن الزيادة وانه اذا وجد عليها كتابة قادحة فيها يعرضها على من يتقى
الله تعالى ويخشى من العلماء فان كانت صوابا فانا أوّل من يذعن لها
ويعتقدها والا فليعلم المطلع عليها براء تها ويعتقد ما هو الصواب هذا
وقد كتب الشيخ محمد بک نسخة من قبل هذه الزيادة فهى ايضاً
صحيحة وان كان تاريخها مثل المغيرة فان الفرق ظاهر لوجود
المناهى فى هذهٖ دون تلك وايضا تقابل مع هذه فانها لا تخالفها الا
بزيادة المناهى هذهٖ وفى اولها وآخرها بعض الفاظ قليلة لا يختلف بها
المعنى والحاصل أن نسبة ما يخالف هذه الىّ غير صحيحة اصلا ومما
يفرق به ايضا بين المغيرة وهذهٖ التاريخ فان التاريخ المجردة عن
المناهى هكذا تحريرا قبيل فجر يوم الجمعة مستهل شهر جمادى الآخر
سنة اربع و تسعين و ألف و تاريخ المعتمدة ما ستراه قريباً والله سبحانه
وتعالى ولى التوفيق والحمد لله رب العلمين اوّلا وآخرا وظاهرا وباطنا
وهو حسبى ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم قاله الفقير
الى الله تعالى حسن ابن مراد حسن التونسى الحنفى عفى الله عن الجميع
بمنه وكرمه أمين وصلى الله على سيدنا محمد النور الذاتى السارى فى
جميع آثار الاسماء والصفات وعلى اله وصحبه وسلم نجزت قبيل عصر
يوم السبت ثامن شهر الله تعالى رجب الاصم سنة اربع و تسعين و ألف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے دوستوں کیلئے ہدایت کی راہوں کو روشن کیا اور اپنی عنایت سے ان پر (اپنی ذات وصفات اور اسماء واشارات کے) فہم کے دروازے کھول دیئے اور ان کو ہوائے نفسانی اور غفلت کے راستوں سے بچائے رکھا ان کو اپنی ہم کلامی اور لطیف اشارات سے نوازنے کے لیے خاص فرمایا اور درود وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جن کو زمین وآسمان کے پیدا کرنیوالے نے اپنی روشن آیات اور واضح دلائل کے ساتھ تمام مخلوقات کی طرف مبعوث فرمایا۔

بعد از حمد وصلوۃ:

میں ایک سوال پر مطلع ہوا جو ہندوستان کی ایک جماعت کی طرف سے موصول ہوا جس کا مضمون پیش خدمت ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے کرام شیخ احمد سرہندی کابلی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں جنہوں نے ایسی ایسی باتیں (جو اس سوال میں مذکور ہیں) کی ہیں اور ان (سوال کرنے والوں) لوگوں کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ عبارات ان کی مشہور کتاب "مکتوبات" کی ہیں جن کو ان کے سامنے ایک جماعت نے قلمبند کیا اور "مکتوبات امام ربانی علیہ الرحمہ کے ظاہری الفاظ سے دھوکہ کھانے کی وجہ سے ان کو کافر گردان رہے تھے"۔ جب میں نے اس میں غور وفکر کیا تو اپنی فہم اور موصولہ عبارات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ (وہ عبارات تین قسم کی ہیں)

۱۔ کچھ عبارات ایسی ہیں جن کا صدور سوائے کسی عارف کے کسی سے نہیں ہوسکتا

۲۔ کچھ ان میں عجیب وغریب اور بے ہودہ باتوں کی ہے جو بے تکی ہانکنے والوں کی ہیں۔

۳۔ اور کچھ وہ ہیں جن کا نتیجہ لامحالہ کفر نکلتا ہے۔

اس لئے میں نے بڑی تگ ودو کے بعد وہ کتاب حاصل کرلی اس پر اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں پھر اللہ جل شانہ نے حق کے اظہار اور باطل کے مٹانے کا ارادہ فرمایا تو اس کے لیے ایک عالم کو متحرک کیا جن کا نام شیخ محمد بیگ ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے الفاظ کو دوسرے الفاظ سے جدا کیا اور یہ واضح کیا کہ ان کی کتاب فارسی زبان میں ہے اور سوال مذکور میں قطع وبرید اور تغییر وتحریف کی فریب کاری کی گئی ہے اور پھر صحیح عبارات کو نقل کیا تا کہ طالبین حقیقت کیلئے اعانت ہو اور حق وسچ کا اظہار ہو۔

اور ان عبارات جن کا ظاہر محل نزاع واشکال تھا ان کا تبرعاً جواب دیا کیونکہ ان پر حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی طرف سے ان کا جواب دینا واجب تھا نہ مندوب جیسا کہ عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر یہ رسالہ مجھے میرے شیخ ومرشد، یکتائے زمانہ، شیخ احمد البشیشی (ادام اللہ تعالی النفع بہ وفسح لنافی مدتہ اٰمین) نے ارسال کیا تا کہ میں اس پر کچھ تحریر کروں لیکن میں نے بارہا معذرت کی اور فرار کی راہیں ڈھونڈیں لیکن جب اصرار بڑھتا رہا اور بے ادبی کا خوف دامن گیر ہوا تو میں نے اس قول (شعر) کے مطابق اپنے اوپر لازم کرلیا۔

مـا لا يـكـون فـلا يـكـون بـحيـلة
ابـدا ومـا هـو كـائـن سيـكـون
سبق القضاء بما يكون بعلمه
سياتى منك تحرك و سكون

"جو نہیں ہونا وہ کبھی کسی بھی حیلے سے نہیں ہونے والا
اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا اور جو ہونے والا ہے
اس کا فیصلہ اس کے علم سے پہلے ہو چکا ہے، اب تم
سے ایک حرکت اور سکون ہی ہونا ہے"

پس جواب واضح ہوا اور اسباب متحرک ہوئے، میں نے بہت بخشش فرمانے والے (حقیقی) بادشاہ (اللہ) سے مدد چاہتے ہوئے لکھنا شروع کیا اس امید پر کہ وہ میری حمایت کرے گا اور صحیح بات میرے دل میں ڈال دے گا، پس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قد اجاركم الله من ثلاثة خلال ان لا يدعو عليكم نبيكم فتهلكوا جميعا و ان لا يظهر اهل الباطل علي اهل الحق و ان لا تجتمعوا علىٰ ضلالة [1]

اللہ تعالیٰ نے تین مصیبتوں سے تمہیں نجات عطا فرما دی ہے:

[1] رواہ ابوداؤد

۱۔ تم پر تمہارے نبی نے دُعائے ضرر نہیں کی کہ تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ۔

۲۔ اہلِ باطل، اہل حق پر غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

۳۔ تم سارے کے سارے کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے۔

میں کہتا ہوں نفوسِ مطہرہ حق تعالیٰ کی محبت میں وارفتہ ہوتے ہیں، حق ہی تمام جہات سے ان کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے، ان کو اس جمالِ ابدیت کے سوا سکون نہیں ملتا، ان کی آرزو اس کے جلووں کے سوا کچھ نہیں ہوتی، ان کی آنکھیں اسی کے لئے آنسو بہاتی ہیں، ان کے لسان وقلب اسی کی یاد میں میں حرکت پذیر رہتے ہیں، اگر ان کے اور حق کے درمیان آثارِ رعونات اور میلِ شہوات کی رکاوٹیں حائل نہ ہوتیں تو وہ تمام اوقات میں ایک لحہ کے لئے بھی اس سے جدا نہ ہوتے۔ اسی وجہ سے ان کا اس حق تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس پر اتفاق مضبوط ہوا۔

چنانچہ کسی بھی عقل مند اور بیدار آدمی پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ اللہ کے ولی ہیں، شریعت کی حفاظت اور اہل حق کی متابعت کی وجہ سے اللہ کے ہاں انکا بڑا مقام ہے۔

اور اس کی دلیل اُن کے علم کی وہ شہرت ہے جو اطراف واکنافِ عالم میں ان کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ کے تلامذہ، ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد کے ذریعے پھیل چکی ہے۔ یہ سب کے سب عالم ہیں بعض ان میں وہ ہیں جو اکابرین کے درجے پر فائز ہوئے اور اکثر (علمی) شہروں میں جیسے استنبول[1]........

[1] مصنف نے اسلام بول کے الفاظ لکھے ہیں جو اس شہر کا قدیم نام ہے۔

ما وراء النہر اور مصر وغیرہ ہیں جن میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔ انہی تلامذہ میں سے ایک جماعت حرمین شریفین حاضر ہوئی، انہیں میں شیخ فرخ تھے جن کی شہرت کمال کو پہنچی ہوئی تھی اور مکۃ مکرمہ میں آپ مرجع خلائق تھے۔ وفد میں قطب زماں شیخ محمد قاسم لاہوری بھی تھے۔ میں اور میرے ایک رفیق نے ان سے مطولات (صحاح ستہ) پڑھیں اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے 60 مرتبہ سے زیادہ اس کو تدریساً ختم کیا ہے۔ اور ان میں معروف و مشہور زمان بزرگ صاحبِ فن محمد نقشبندی بھی تھے ہمارے مدد اور برکت والے بزرگ "حضرت شیخ محمد بن سلیمان" ان کا حد درجہ اکرام اور تعظیم کرتے تھے اور یہ سب حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی نسبت اور ان کے وفور علم، وکمال فضل اور شایان شان مقام پانے کی وجہ سے تھا اور فضیلت کو صرف فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔ اور ان میں علامہ شیخ محمد مراد بھی تھے مجھے بتایا گیا کہ آپ اس وقت استنبول میں (مکتوبات کا) درس دیتے ہیں اور وہاں ان کے پیروکار ہیں۔ اور ان میں شیخ محقق عارف باللہ تعالیٰ شیخ بدر الدین، علامہ شیخ یوسف الدین، ولی کامل عارف باللہ تعالیٰ شیخ محمد معصوم بھی تھے۔ مکہ مشرفہ میں میری درسگاہ کے ہم نشینوں میں سے ایک رومی نے مجھے بتایا کہ وہ ان تینوں سے ملا ہے۔ اور اکثر شیخ بدر الدین کا ذکر کرتے اور کہتے کہ میں نے اپنے دور میں ان جیسا مردِ درویش نہیں دیکھا جو اتنا وافر علم و عمل اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہو اور ذکرِ الٰہی پر پختہ مداومت رکھنے والا ہو۔ اور اہل حقیقت میں ان کے صاحب نظر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ تھوڑی سی بھی بصیرت رکھنے والا جان سکتا ہے کہ ان کی عبارات اَھّلَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعالیٰ بِفَھْمِھا و جعلنا مِن طُلّابِہٖ فقہاء کی اصطلاح میں نہیں ہیں کیونکہ ایسی عبارات

صاحب احوال لوگوں کے علاوہ کسی کی نہیں ہوتیں۔ پس یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ اہل حقیقت میں سے ہیں، ان کے نزدیک جن کو اللہ نے بصیرت دی ہو۔ کیونکہ کلام متکلم کی صفت ہے۔ اہل بصیرت نے کہا ہے:

اعرف الرجال بالحق ولا تعرف الحق بالرجال

کہ آدمیوں کو حق سے پہچانو اور حق کو آدمیوں سے نہ پہچانو

اور شیخ احمد زروق علیہ الرحمہ نے اپنی شرح حزب شاذلی رحمہ اللہ میں کہا:

جان لو کہ کلام متکلم کی صفت ہے اور جو کچھ تمہارے اندر ہوتا ہے وہی زبان پر آتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ مشائخ کے احزاب دراصل اُن کے اقوال کے نکات اور ان کے علوم اور اعمال کی میراث ہوتے ہیں اور ان کے تمام امور انہی احزاب کے مطابق جاری ہوتے ہیں خواہش نفسانی کے مطابق نہیں ہوتے۔ اسی لیے ان کا کلام قبول ہوتا ہے پس اہل کمال کے احزاب ان کے احوال پر مشتمل ہوتے ہیں اور اپنے باطنی علوم و الہام سے مؤید اور ان کی کرامات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ان کے امور خواہشات نفسانی کے مطابق نہیں ہوتے یعنی ان کے اقوال و افعال میں کسی طرح کا تکلف یا تصرف مقصود نہیں ہوتا جیسا کہ شیخ قشیری علیہ الرحمہ کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے (جو آئندہ صفحات میں نقل ہوگا) بلکہ جو بھی حرکات و سکنات ان سے وقوع پذیر ہوتیں ہیں وہ ان کے احوال کے مطابق صادر ہوتی ہیں، پس ان کے حرکات و سکنات اور اعمال ان کے احوال کے آثار ہوتے ہیں جو لامحالہ ان کے احوال پر دلالت کرتے ہیں، جس کو اللہ نے ثابت قدمی بخشی اور اس کی بصیرت کو منور فرما دیا ہے تو اس پر ہی یہ بات ظاہر ہوگی کہ حضرت

امام ربانی علیہ الرحمہ مذکورہ اُمور میں اس جماعت میں ثابت قدم ہیں اہل اللہ کی جماعت میں سے کسی نے ایسی کتاب جو احکام شریعت کی تعمیل اور غرضِ عمل سے متعلق ہو، نہیں لکھی ان علوم کو چھپائے رکھنے کی خاطر، ابن عطاء علیہ الرحمہ لطائف المنن میں فرماتے ہیں کہ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ نے ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی اور نہ ہمارے شیخ ابوالعباس علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر کچھ لکھا اور وجہ یہ تھی کہ اس طریقت کے علوم تحقیقی ہیں اور یہ عام لوگوں کے فہم سے بالاتر ہیں اور میں نے اپنے شیخ ابوالعباس علیہ الرحمہ کو فرماتے سنا کہ ایسے لوگوں کی کتابوں کی عبارات دریائے تحقیق کے ساحلوں پر ہیں۔ (شیخ کا قول فی سواحل الخ) یہ کنایہ ہے کہ ایسے مطالب و معانی اہل ظاہر کے فہم سے دور ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایسے خاص الفاظ استعمال کرتے ہیں جو معنی کے لحاظ سے مجمل اور ظاہر کے لحاظ سے مشکل اور ظاہری معنی سے ہٹ کر ہوتے ہیں جو موجب اختلاف بنتے ہیں۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ اہلِ طریقت میں سے کوئی کتاب لکھتا ہے تو معانی کو چھپانے میں مبالغہ کرتا ہے اور ایسے معانی استعمال نہیں کرتا ہے جن کو دوسروں نے استعمال کیا ہو سوائے اس کے کہ کہیں اتفاقاً ان کے ہاں بھی وہی معنی استعمال ہوئے ہوں۔

پس دریں صورت فقہا کی اصطلاح اور اہلِ احوال کی اصطلاح میں فرق کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ عارف باللہ تعالیٰ شیخ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وامدنا بمددہ کی کتاب (مکتوبات) علومِ حقیقت میں لکھی گئی ہے اور اہل حقیقت ہی کی اصطلاح میں ہے اور یہ بلا ریب آپ کے کمالِ احوال اور علوِ مقام کی دلیل ہے۔ اور اس پر مین اللہ

سبحانہ وتعالیٰ کا احسان مند ہوں۔ اور اس پر کہ ہمارے بزرگ شیخ محمد بن سلیمان نفعنا اللہ تعالیٰ بہ سے مروی ہے کہ شیخ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس قوم (اہل طریقت) کے مجدد ہیں۔ یہ استشہاد ان لوگوں کے لئے کافی ہے جن کو اللہ نے تسلیم حق اور حسنِ اعتقاد کی توفیق دی ہے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ثابت ہو گیا۔ تو اب ان لوگوں کی باتوں کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کی نفی کرتے ہیں۔

شیخ زروق علیہ الرحمہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اگر تم کہو بعض لوگوں نے شیخ علیہ الرحمہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے ستر کلام فاحش (عیاں) ہیں جو ان پر عدمِ اعتماد کا موجب ہیں، پس ان کے علوم واذکار کی طرف کیسے التفات کیا جا سکتا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ کوئی قول بغیر دلیل کے قبول نہیں کیا جائے گا اور کوئی چیز بغیر وضاحت کے نہیں لی جائیگی اور یقیناً آپؒ کا اہل علم ومعرفت میں سے ہونا ثابت ہو چکا ہے اور یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ آپ اہل تحقیق وصاحب اصول لوگوں میں سے تھے بلکہ ان کے بعد آنے والے عظیم لوگوں کی ایک جماعت نے بھی اس کو ثابت کیا ہے۔ پس ان منکرین کے انکار (کی بات) کو اہمیت نہیں دی جائے گی جو آپؒ کا مرتبہ گرانے کے لیے اور آپ کے طریقہ پر چلنے والوں کے خلاف کرتے ہیں۔ اگر اس علم کی قدر وحرمت ثابت ہے تو لامحالہ اس کے علماء کی بھی حرمت وعظمت ثابت ہوتی ہے۔ اہل تحقیق عذر ہی کرتے ہیں جبکہ منافق عیب تلاش کرتے ہیں بلکہ ناحق عیب تراشتے ہیں، باطل پر تعصب رکھنے والے سے بڑا جاہل کوئی نہیں اور وہ بھی بڑا جاہل ہے جو اس چیز کا انکار کرتا ہے جس کا وہ علم نہیں رکھتا۔ اب اللہ کی توفیق سے دیکھو اور شیخ

زروق علیہ الرحمہ کی عبارت اور اس کے اندر نورانی فوائد میں غور کرو۔

(۱) کس طرح سے انہوں نے عدم بیان سے جرح کرنے والے کے قول کو رد کیا ہے۔

(۲) اور ان کے لیے صرف صفت علم کو ثابت کر کے منکر کا مقابلہ کیا ہے۔

(۳) پھر انہوں نے صرف دلیل نقلی سے ثابت کیا ہے کہ وہ اہل تحقیق واحوال میں سے تھے۔

(۴) پھر انہوں نے اس بات کو ان کے بعد آنے والے اہل تحقیق کے ذریعے ثابت کیا۔ چنانچہ انہوں نے مدت کے متعلق سکوت اختیار کیا اور مدت کے طول وقصر سے تعرض کیے بغیر اس (حقیقت) کا ذکر کیا۔

(۵) پھر انہوں نے اپنے قول (فلا یلتفت الخ) سے منکرین کے رد کی تاکید کی (کہ ان کی بات قابل قبول نہیں)

(۶) پھر انہوں نے اپنے قول و کذا من کان علی طریقتہ کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حکم بمقتضائے شرع ہے اور یہ حکم آپؒ کے لیے خاص نہیں۔

(۷) پھر وہ علماء کی تعظیم کی طرف متوجہ ہوئے صرف ان کے علماء ہونے کے ناطے تاکہ ان کو بھی اس کی ترغیب دی جاسکے جیسا کہ اس کے قابل میں انہوں نے منکر کی مذمت کی اور اس کے لئے سخت الفاظ استعمال کیے۔ اس طرح کہ منکر کو بمنزلہ منافق قرار دیا

(۸) منکر کے کام کا مقابلہ کامیاب طریقہ سے کیا انہوں نے تعصب اور تعصب کرنے والے اور جاہل مرکب کی مذمت کی اور ان کو سب سے بڑا جاہل قرار دیا۔ اب جب تم اس بات کو جان چکے تو اس بات پر بھی غور کرو کہ شیخ زروق علیہ الرحمہ نے ان کے رد میں صرف صفت علم کے ثبوت پر اکتفا کیا ہے۔

تو اس کے بارے منکرین کی بات کیسے مانی جا سکتی ہے۔ جس پر اللہ نے کرم فرما دیا اور قریہ قریہ اس کی فضیلت کا چرچا کر دیا۔ پھر اس پر بھی غور کرو کہ صرف دلیل نقلی سے آپؒ کا اہل تحقیق واحوال میں سے ہونا ثابت کیا ہے تو کیسے اس کی عظمت کا انکار کیا جا سکتا ہے۔

جس کی مدح میں بہت ساری کتابیں لکھی گئیں۔ اور ان میں ان کی بے شمار کرامات بیان کی گئیں ہیں اور پھر بڑے پیمانے پر ان کے پھیلاؤ نے ان کے ان صفات سے متصف ہونے کی گواہی دی۔ میں نے آپ کے مناقب ضخیم جلدوں میں دیکھے ہیں اور مجھے خبر ملی ہے کہ ایسی ایک جلد اور بھی ہے جو شیخ محمد ہاشم کشمیؒ کی لکھی ہوئی ہے اور علماء ہند کے سرخیل جامع معقول و منقول ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں کہ وارثِ طریقت محمدیہ شیخ احمد سرھندی کے کلام پر اعتراض جہالت و سفاہت ہے اور اصطلاحات صوفیہ سے لاعلمی کی دلیل ہے اور انہوں نے اس تحریر پر اپنی مہر لگائی ہے۔ جو کہ اس وقت حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی اولاد کے پاس موجود ہے اور جو اس وقت ہمارے علم میں ہے ان کی مشہور کتاب کے نسخوں میں سے تین مکمل نسخے حرمین شریفین میں موجود ہیں جن میں سے تین جلدیں مدینہ منورہ اور دو جلدیں مکہ مکرمہ

میں موجود ہیں۔

پھر اس پر غور کرو کہ شیخ زروق علیہ الرحمۃ نے حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے بعد صرف ایک جماعت کی تائید کو ایک کافی شافی دلیل قرار دیا اب تو جن کو وصال فرمائے ایک لمبا عرصہ گزر گیا ہو۔ (یعنی اب تو بے شمار اہل تحقیق تائید کرنے والے ہیں) ان کی عظمت کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ (نور اللّٰہ ضریحہ) کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھی اور ان کی وفات سے اب تک کا زمانہ تقریباً (۶۰) ساٹھ سال کے قریب ہے پس ان کے بچپن کے ایام کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ مدت ایک سو پندرہ (۱۱۵) سال کی ہوئی۔ حالانکہ بہت سے اولیاء اللہ کی حفاظت کا انتظام اللہ رب العزت نے ان کی ماؤں کے بطون میں اور ان کے دودھ پینے کے وقت سے کیا ہوتا ہے پس اگر اس مدّت کو بھی ملایا جائے تو یہ مدت تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہوئی تو اس لمبے عرصہ کے بعد منکرین کے اعتراضات کی کیا حیثیت رہتی ہے بعد اس کے کہ ان کیلئے شہرت ثابت ہو چکی ہے۔ ان لوگوں کے ذریعے جنہوں نے ان کی کتاب کا ذکر کیا اور ان کی اولاد اور شاگردوں کے ذریعہ آج تک ان کی شہرت کی ترقی کا سلسلہ جاری ہے۔ تو کیا اب یہ بات کسی پر مخفی رہ سکتی ہے کہ (ان کی عبارات پر تنقید) فساد برپا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

ہم اس سے اللہ رب العزت کی امان چاہتے ہیں اور یہ کہ وہ سازش کرنے والوں کے مکر کو انہی پر لوٹا دے۔ حرمین شریفین میں اُن لوگوں کے لیے ذلت ونفرت کے علاوہ کیا ہے جنہوں نے مکتوبات کی تغیر وتحریف کر کے یہ سوال تراشے اس طرح کہ انہوں

نے شیخ علیہ الرحمۃ کا تعارف اور ان کے اوصاف کا ذکر نہیں کیا بلکہ سرسری طور پر غیر معروف انداز سے ان کا ذکر کیا اور ساتھ جو انھوں نے زیادتی و کمی بھی کی یہ نفسانی خواہشات اور شیطان کی اتباع نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا ایسا کرنے والے اللہ کی عنقریب پکڑ سے نہیں ڈرتے اور غیرت نہیں کھاتے؟ کیا اللہ کے سامنے کھڑا ہونے اور اپنے کیے پر روزِ محشر کی شرمندگی کا عقیدہ نہیں رکھتے؟ کیا ہی خوب کہا

تذکر یوم تأتی اللہ فردا
وقد نصبت موازین القضاء
وھتکت الستور عن المعاصی
وجاء الذنب مکشوف الغطاء

''یاد کرو اس دن کو جس دن تم اللہ کے حضور ایک ایک کر کے پیش ہو گے، اس حال میں کہ فیصلہ کی میزان قائم ہو چکی ہو گی اور گناہوں سے پردے ہٹ چکے ہوں گے اور سب گناہ بے پردہ پیش ہونگے'' اور اس سے بھی بہتر اور بلیغ (دل میں اتر جانے والا) اس ذات (باری تعالیٰ) کا قول ہے جو لوگوں کو اس دن جمع کرنیوالا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اس کے علم میں ہے اور جو کچھ تم لوگ چھپاتے ہو اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ سب کو جاننے والا ہے اور اللہ دلوں کے چھپے ہوئے رازوں کو بھی جاننے والا ہے'' اور یقیناً ان کا معاملہ انہی پر پلٹ گیا تو پھر کیا وہ اللہ کے عذاب سے مامون رہ سکیں گے اور زمانہ کی گردش سے بچ سکیں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جیسا کہ شعر کہا گیا ہے:

سرور الدھر مقرون بحزن
فکن منہ علی وجل شدید
ففی یمناہ کاس من لحین
و فی یسراہ قید من حدید

"کہ زمانے کا سرور غم لے کر آتا ہے تو بس تم اس سے ڈرتے رہنا کیونکہ اس کے داہنے ہاتھ میں ذکاوت کا گلاس ہے اور بائے ہاتھ میں لوہے کی بیڑی ہے"۔

ہم اللہ کی خفیہ تدبیر سے اس کی پناہ چاہتے ہیں اور اس کے جلال سے اسکی پناہ چاہتے ہیں اور اس کی ناراضی سے بھی ہم اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ اسکنہ اللہ تعالی فی حظیرۃ قدسہ و متعہ بموارانسہ کا کلام اپنے ظاہر پر جاری نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا اور اس کلام کے لئے ظاہری معانی رکھنے والے الفاظ کا استعمال بھی جائز نہیں۔

روضۃ المریدین میں ہے کہ جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: "ہمیں اس علم کے اظہار سے منع کیا گیا ہے ان لوگوں پر جو اس کے اہل نہیں، جیسا کہ ہمیں منع کیا گیا بدکاری سے"۔

مگر اللہ کے دین کی اقامت اس علم کے بغیر ممکن نہیں اور فرمایا: "اللہ نے اس کو

رسوا کیا ہے جس نے اس کے راز کو کھولا اور جس نے یہ علم نا اہلوں کو سکھایا"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے " میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو پیالے لیے ہیں ان میں سے ایک کو میں نے تم لوگوں میں عام کر دیا اور بہر حال جو دوسرا ہے اگر میں اسکو اچھالتا تو یہ اہلِ ظاہر (پینے والوں) کی آنتڑیوں کا نظام کاٹ کر رکھ دیتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے "بے شک میں اللہ تعالیٰ کے قول یتنزل الامر بینھن کے بارے میں ایسا علم رکھتا ہوں کہ اگر میں اس کو ظاہر کردوں تو تم سب مجھے کافر قرار دے دو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ''انھوں نے فرمایا میرے سینے میں ایسا'' علم ہے اگر میں اس کو بتا دوں تو تم حیرت سے اسے خلط ملط کر دو۔ ان علوم سے ان حضرات کی مراد علوم حقیقت ہیں جیسا کہ انہوں نے صراحت سے بیان کیا ہے۔ ان علوم کے حامل اپنے الفاظ کے معنی کو ظاہر نہیں کرتے کیونکہ وہ تمام معانی اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں پس یہ ان کے اور اللہ کے درمیان راز ہیں اسی بنا پر وہ حلاج کی غلطی تھی اور اس کا خون جائز تھا کہ چھپائی جانے والی چیز (علمِ باطن) کو ظاہر کیا اور راز میں رکھے جانے والی چیز (علمِ احوال) کا اعلان کر دیا۔ جیسا کہ حل الرموز میں ہے۔ اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ ہر دل راز کیلئے مناسب نہیں رہتا اور ہر صدف کو موتی پر منطبق نہیں کیا جاتا۔ ابو یزید علیہ الرحمہ سے کہا گیا کہ ہم تمھاری زیادہ تر باتوں کو نہیں سمجھتے تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ گونگے کی بات کو اس کی ماں کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا۔

شیخ قشیری علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ میں فرمایا یہ جماعتِ اہل اللہ آپس میں ایسے الفاظ کو استعمال کرتی ہے جن سے ان کی مراد اپنے معانی کو اپنے لئے ظاہر کرنا ہوتا ہے اور جو طریقت میں ان سے غیر ہوتے ہیں ان سے پوشیدہ رکھنا مقصود ہوتا ہے تاکہ ان کے الفاظ کے معانی اجنبی لوگوں پر مشتبہ رہیں (اور یہ سب) اپنے راز پر غیرت کھانے کی بنا کر ہوتا ہے کہ وہ معانی نا اہل لوگوں میں نہ پھیلیں دراصل ان کے بیان کردہ حقائق کا مجموعہ کسی تکلف اور تصرف کی بنیاد پر نہیں بلکہ وہ تو ایسے معانی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے دل میں ڈال دیا۔ اور ان کے حقائق کیلئے اس قوم کے رازوں کو بھی خاص کردیا۔ جو کہتے ہیں کہ راز غیروں کی غلامی سے آزاد ہوتے ہیں اور راز کا اطلاق ان احوال پر ہوتا ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان محفوظ ہوتے ہیں اور اسی پر حمل کیا جائے گا اس شخص کے قول کو جس نے کہا کہ ہمارے راز تمہارے لیے ایسے اجنبی ہیں کہ کوئی وہم ان تک پہنچ نہیں سکتا اور عقل کی ان تک رسائی نہیں ہوسکتی۔

جو یہ جان لے کہ اس جماعت اہل اللہ کا ارادہ اپنے راز کو چھپانے، اختصار اور پوشیدگی کا ہے اور ظاہری الفاظ ان کی مراد نہیں ہیں وہ ان پر قطعی طور پر اعتراض نہیں کرسکتا پس اللہ کے ولی حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے طرزِ اسلوب پر اعتراض کرنے والا غلطی کا مرتکب ہوا ہے جو کہ ان کے مقاصد سے لاعلم شخص کے لیے جائز نہیں ہے جبکہ اس جماعت کے اقوال علمائے سلف سے بعد کے علماء کو اسی طرح پہنچے ان اقوال کے ظواہر پر کسی اشکال کے بغیر حالانکہ وہ جانتے تھے ان الفاظ کے حقائق وظواھر کو اور جو اتحاد، حلول وتجسیم جیسے نتائج کو کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسے ظاہری باطل معانی اس طائفہ کا مقصود ہونا

محال ہے۔اور یہی مطلب شیخ زروق علیہ الرحمہ کے قول کا ہے اسی لئے انھوں نے ان کا کلام قبول کیا یعنی جیسا تھا ویسا ہی قبول کیا۔ اگر چہ ایسے قبول کرنا مشکل تھا پس ایسی صورت میں ان کے احوال کی طرف نظر ہونی چاہیے نہ کہ ان کے ظاہری اقوال کی طرف ۔یہ کتاب کمالِ اہل طریقت، معدن حقیقت شیخ ابراہیم بن عبدالکریم الجیلی قدس سرہ و نور ضریحہ کی ہے''انسان کامل'' کے نام سے موسوم ہے۔ان کی تمام کتابیں اور عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کی تصانیف اوراس طریق کے تمام مصنفین کی کتب آج تک مہنگے داموں خریدی جاتی ہیں اوران کومزید لکھوایا جاتا ہے اور مصائب برداشت کیے جاتے ہیں ان کو حاصل کرنے میں اور معترضین کے ساتھ مقابلہ کرنے میں، باوجودیکہ ان پر وارد ہونے والے کثیر تعداد اشکالات کا علم رکھتے ہیں اوران اقوال میں سے ایک قول جوانسان کامل میں آیا ہے کہ جہنم کا عذاب بھگتنے اوراس کا اثر ختم ہونے کے بعد ابلیس ملعون کا اللہ کے قرب میں اسی طرح لوٹنا ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا''۔اسی طرح عینیہ میں ہے کہ " ساتوں آسمان پے درپے میری کرسی کے چار پاؤں کے نیچے ہیں اور میں کرسی پر اور میرے گھر کی چھت عرش ہے " اور ابن عربی علیہ الرحمہ کی کتاب "مواقع النجوم " میں بھی ایسے الفاظ ہیں کہ " اللہ کی زبان ہے جس سے وہ بولتا ہے اور کان ہیں، جن سے وہ سنتا ہے "۔ بہر حال جوان کی کتاب " مشکلات الفتوحات " (فتوحاتِ مکیہ) ہے۔ایسی باتوں میں سب زیادہ سے مشہور ہے۔۔اگر علماء ان کتابوں کے ظاہر کو دیکھتے تو کوئی ایک بھی ان کے مصنفین پر کفر کا فتویٰ لگانے میں توقف نہ کرتا لیکن چونکہ آپ کے وہ احوال کو جانتے تھے توانہوں نے ان ظاہری الفاظ کی طرف التفات ہی نہیں

کیا جن میں اشکالات ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ عام ہو گیا حتی کہ اب کوئی عالم اس سے غافل نہ رہا اور یہاں تک کہ ان کے اشکالات کو بھلا دیا گیا ایسے کہ جیسے وہ تھے ہی نہیں اور لوگوں نے مکمل طور پر اس کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ علماء اُن کے مطالعہ اور پڑھانے سے برکت حاصل کرنے اور مستفید ہونے لگے اور یہاں تک کہ کوئی بھی عالم اس کے کسی بھی حصہ سے نا آشنا نہیں رہا۔

اب اگر تم کہو کہ جب اس میں کوئی اعتراض نہ ہونا اتنا معروف تھا تو تم نے اپنے رسالے کے شروع میں کیسے کہا کہ ان کے کفر کے قائلین میں ایک جماعت نے انہیں بعض ظاہری الفاظ پر دھوکہ کھاتے ہوئے ان کے رد میں کتاب لکھی ہے۔ کیا یہ تعرض نہیں ہے؟ تو میں کہوں گا کہ یہ قریب ہی گزرا کہ سوال کرنے والے شک اور ابہام کا شکار ہوئے اور وہ غلط اغراض کی اتباع کرنے والے تھے۔ انہوں نے حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے تعارف میں کچھ نہیں لکھا اور نہ ہی ان کے نسب میں سے کچھ ذکر کیا اور شاید یہ سب انکی کھلی مخالفت کی وجہ سے تھا بے شک حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے والد اور دادا کے لیے ولایت ثابت ہو چکی تھی اور ان کا نسب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے جا ملتا ہے اور انہوں نے طریقت اپنے والد اور جد بزرگوار سے حاصل کی۔ جن کا شجرۂ طریقت سید العارفین شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ جیسا کہ شیخ مجدد کے مناقب میں ہے جو ان کے شاگرد شیخ بدرالدین عارف باللہ علیہ الرحمہ نے لکھے ہیں (حیرت ہے کہ) ان کو پیش نہیں کیا گیا اور نہ ان کو ذکر کیا گیا بلکہ ان کو حذف ہی کر دیا گیا۔ اور ہمارا یہ قول کہ انہوں نے اس کو حذف کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے

ایسا عوام کو جاہل اور گمراہ کرنے کے لئے اور اپنی غرض کو پورا کرنے کے لئے کیا اور بغیر روک ٹوک کے ان کو کافر بنانے کا بہانہ فراہم ہو گیا کیونکہ اس طرح (ان کے حسب و نسب کے تعارف کو حذف نہ کرتے اور ان کی عبارات میں تحریف و تغییر نہ کرتے تو) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ان لوگوں میں نہیں جن سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور لوگوں میں ان کی ایک منفرد حیثیت ہوتی پس اگر ان کا ذکر ان کے ان اوصاف کے بیان کے ساتھ ہوتا جن سے وہ مشہور ہوئے ہیں یا ان کا کچھ نسب ذکر کیا جاتا اگرچہ فاروقی ہی کہا جاتا اور ان کے الفاظ کو ہو بہو نقل کیا جاتا بغیر کسی تبدیلی کے تو نہ ہی ان سے کوئی تعرض کرتا اور نہ ہی ان کو کوئی کافر کہتا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس طرح (تعارف چھپا کر) ہم سے مواقع النجوم کے متعلق پوچھا جائے جس میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے یہ کہا کہ اللہ جل جلالہ کی زبان ہے، جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے کان ہیں جن سے وہ سنتا ہے۔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے مقالہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اسی طرح عبدالقادر ابن ام الخیر نے کہا کہ میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا تو علماء رضی اللہ عنہم کیا کہیں گے کیا کوئی کفر کا فتوی لگانے میں توقف کرے گا؟

برخلاف اس کے اگر پہلے ہی ولی عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن عربی الحاتمی الطائی کے بارے میں اور سید العارفین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے بارے میں (ان کے اوصاف کی تشریح) توضیح اور وضاحت کر دی جاتی۔ تو اس صورت میں علماء کی طرف سے کوئی تعرض نہ کرتا جیسا کہ

آگے ہم پیش کریں گے اور اگر اسی طرح جیسا کہ علماء حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے حق میں فرماتے ہیں کہ اگر ان کی شہرت عام نہ ہوتی تو کوئی بھی ان کو کافر کہنے سے دریغ نہ کرتا اور جس کو ان کی شہرت کا علم ہوا اور ان کے بارے میں کچھ جان گیا تو وہ کفر کا فتویٰ لگانے سے رُک گیا یا پھر اس کو اس جماعت کی اصطلاح سے آگاہی ہوتی تو وہ اس سوال کی ہی بعض عبارات سے ان کے اعتراض کے خلاف دلیل دے دیتے تو کیا خیال ہے آپ کا اگر شیخ عارف باللہ تعالیٰ، سالکین کے رہنما، طریقت اور حقیقت کو اپنے آفاقی علم سے یکجا کرنے والے اور وقت کے شیخ علی الاطلاق، مریدین کے مقتداء، شیخ احمد سرہندی کابلی فاروقی نقشبندی بن عارف باللہ شیخ عبدالاحد بن ولی اللہ عارف باللہ شیخ زین العابدین نفعنا اللہ سبحانہ و تعالی بہ کی صورت سامنے ہوتی ہیں جن کے یہ اقوال ہیں ان کے مخصوص الفاظ بعینہ یا تقریب کے ساتھ تو کوئی بغیر کسی شک کے کوئی تعرض نہ کرتا۔ اگر آپ کہیں کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس زمانے کے صوفیہ میں اس قوم کے صوفیہ کا وہ عمل مٹ چکا ہے کیونکہ ان مصنوعی شیوخ میں سے کوئی بھی صوفیہ کے اخلاق میں سے کسی ایک چیز پر بھی عمل پیرا ہو، میں نے ایک بھی نہیں دیکھا۔ اب اگر کوئی ایسا ارادہ بھی کرتا ہے تو یہ زمانہ اس کو پھیر دیتا ہے۔ اس بنیاد پر حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ ان سلف مشائخ میں سے نہیں گنے جاتے اور نہ ہی ان کی کتاب مشائخ کی کتب کی طرح ہے۔ تو میں کہونگا ان کی عبارت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو مشائخ سے کٹ جانے کا تقاضا کرتی ہو اور یہ بات لازم آئے (کہ وہ مشائخ میں سے نہیں ہیں) بلکہ یہ تو ان کی عظمت کی دلیل ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مقدمہ کے آخر میں تصریح کی ہے اپنے اس

قول کے ساتھ کہ میرے اس قول ''کہ بہت سے اخلاقی پہلو جن کا اپنانے والا میں کسی کو نہیں دیکھتا'' سے کوئی فخر کرنا مقصود نہیں بے شک میری مراد اس سے ان کی عزت کو بیان کرنا ہے تاکہ برادران مزید بڑھ چڑھ کر اس کے حاصل کرنے کا اہتمام کریں اور اس کو اپنائیں اس کے علاوہ کچھ مقصود نہیں اس کے لئے انہوں نے ''اربعین ومائۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ اصحاب نو بہ ستر ہیں اور اس وقت وہ مصر میں نو سو چھیاسٹھ ہیں۔ اگر تم یہ کہو کہ اس زمانے کے لوگ پہلے زمانے کے لوگوں کی طرح نہیں ہیں پس حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ اس کے مستحق نہیں کہ ان کے ساتھ پہلے والوں کی طرح معاملہ کیا جائے اور ان کے اقوال کو اسی طرح تسلیم کیا جائے تو میں کہوں گا کہ اگر تمہارا مقصد امام ربانیؒ کی جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشابہت کو سلب کرنا ہے تو یہ بات تسلیم کرتے ہیں اور اس پر کوئی بحث نہیں اور اگر تمہارا مقصد ہر فرد سے الگ کرنا ہے تو یہ بات غیر مسلّم ہے آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ہر صدی میں سابقون موجود ہیں (جو متقدمین سے مشابہت رکھتے ہیں) اور آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک میری امت کی مثال باغیچہ کی سی ہے کہ اس کے مالک نے اس کی نگرانی کی پس اس میں سے کھجور کی زائد شاخیں کاٹیں اور درمیان والیوں کو باقی رکھا اور اس میں سے جڑی بوٹیوں کو اتارا تو ایک سال اس باغیچہ کی مسلسل دیکھ بھال کی پھر اسی طرح دوسرے سال بھی تو شاید اس کے آخر میں کھجور ہے وہ زیادہ وافر مقدار میں کھجوریں دے اور زیادہ ترقی کے ساتھ دے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا کہ ضرور بہ ضرور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میری امت میں سے ایسے

حواری پائیں گے جو ان کا ساتھ دیں گے اور آپ ﷺ سے منقول ہے کہ میری امت میں سے بہترین طبقہ اوّل کا اور آخر کا ہوگا اور ان کے درمیان میں گدلا پن پایا جائے گا اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے کہ کچھ پتہ نہیں کہ اس کے شروع میں خیر ہے کہ آخر میں اور اس معنی میں بہت ساری احادیث ہیں کہ اس قوم کو زمانہ بدل نہیں پائے گا پس کوئی فرق نہیں ہوگا ان کے پہلے آنے والوں میں اور بعد میں آنے والوں میں اور اس کے ظاہر اور پوشیدہ میں اور اس کے صدیق اور ولی میں کہ بے شک زمانہ ان کے انوارات کو گدلا نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان کی مقدار میں کمی لا سکتا ہے پس یہ انوارات اوقات پر نہیں خالق اوقات پر منحصر ہیں اور بعض عارفین سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ جب کبھی بھی ان پر وقت کی تاریکی شدت پکڑتی ہے تو ان کے دل کے انوار اور زیادہ روشن اور قوت اختیار کرتے ہیں پس ان کی مثال ستاروں کی سی ہے کہ جب کبھی بھی رات تاریک ہو تو ان کی روشنی زیادہ ہونا یقینی ہو جاتا ہے جیسا کہ ''لطائف المنن'' میں ہے۔

بہر حال جو ان کی کتاب (مکتوبات) ہے نفعنا اللہ تعالی بہ ویسر لنا سلوک طریقتہ تو غالب گمان اس میں یہی ہے کہ اگر تقریب کے ساتھ ہوتی تو اسے بہت فوقیت حاصل ہوتی یا برابر رہتی۔ کیونکہ اس کے الفاظ پڑھنے میں دِقّت سے ظاہر ہوتا ہے جس پر میں مطلع ہوا کیونکہ ابھی میں پورے مکتوبات سے آگاہ نہیں اور مجھے میری جان کی قسم کہ تنقید کرنا کہیں پیچھے رہ گیا ان کے اس قول کے سبب کہ اس کتاب میں جتنی احادیث میں نے جمع کی ہیں بلکہ اکثر احادیث وہ مشکوٰۃ المصابیح سے لی گئی ہیں اور اس

چیز نے مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچایا کہ میں میرا اشمار متقدمین میں نہیں (فالسابق یعرف آخر المضمار) آگے نکلنے والے گھوڑے کا پتہ میدان کے آخر میں لگتا ہے۔اور یہ میں ایسی چیز ذکر کرنے لگا ہوں جو آپ کے نفس کو سکون پہنچائے گی اور آپ کو خوشی اور مضبوطی ملے گی شیخ زروق علیہ الرحمہ نے اپنی وصیت میں باعث شبہ کلمات کے متعلق فرمایا ''بعض صوفیہ کے قول میں ہے انا ھو وھو انا میں وہ ہوں اور وہ میں ہے (یہ جملہ) اتحاد اور حلول کا وہم ڈالتا ہے۔اس نوع کے متعدد واقعات ابن فارض، ابن عربی، تستری اور ابن سبعین کے ساتھ پیش آئے باوجود ان کے علم میں امانت اور دیانتداری میں مشہور ہونے کے۔پس مومن کو چاہیے کہ وہ کلام کرتے ہوئے بات کی حقیقت کو جانتے ہوئے حق کے ساتھ کھڑا رہے نہ کہ اس کہنے والے کی رعایت میں کھڑا ہو، پس ان کے کلام میں جو موافق کتاب وسنت ہو میں اس کا معتقد ہوتا ہوں۔اور جو اس کے مخالف ہے اس کو اسکے کہنے والے کے سپرد کرتا ہوں اور اس کے ظاہر کے اعتقاد سے ان کو اور اپنے آپ کو بری سمجھتا ہوں'' یہ وہ مختصر بات تھی جو شیخ زروق نے فرمائی کہ ''میں ان کو بھی ان کے ظاہر کے اعتقاد سے بری سمجھتا ہوں'' کیونکہ وہ بھی اس ظاہر پر اعتقاد نہیں رکھتے کیونکہ وہ منع کیے گئے اس سے جیسا کہ گذرا۔اور شیخ شعرانی علیہ الرحمہ ''لطائف المنن'' میں فرماتے ہیں ''بسا اوقات انکار کا سبب اس قوم کی اصطلاح سے منکر کی عدم واقفیت اور ان کے مقامات سے ناآشنائی ہوتا ہے'' چنانچہ عقل مند وہی ہے جو انکار کرنا چھوڑ دے اور جو اس کو سمجھ نہ آئے اس کو ان چیزوں میں ڈالے جس سے اس کو واقفیت نہیں ہے۔خاص طور پر ان حالات میں کہ ان کی طرف سے ہمیں کوئی ایسی بات

نہیں پہنچی جو شریعت سے ہٹ کر ہو اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عارف باللہ شخص حق تعالیٰ کی زبان پر اور کبھی حضور اکرم ﷺ کی زبان پر اور کبھی کسی قطب زمان کی زبان پر اپنا شعر اور اپنی نثر کو کہتا ہے جس سے بعض کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ سب اس کی اپنی زبان سے ہے تو انکار کرنے میں جلدی کرتا ہے حالانکہ میں نے اپنے شیخ علی الخواص علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس قوم کے ساتھ ادب کا سب سے ہلکا اور کم درجہ یہ ہے کہ منکران کو اہل کتاب کی جگہ پر رکھے کہ ان کی تصدیق کرے نہ تکذیب اور میرے شیخ علی بن وفاء علیہ الرحمہ فرماتے تھے "اس قوم کے بارے میں تسلیم وتفویض سلامتی کا راستہ ہے ۔اور اس کے بارے میں اچھا اعتقاد غنیمت ہے اور انکا انکار دین کو مٹانے کے لئے سم قاتل ہے اور منکرین کا انجام برا ہوتا ہے کہ کوئی نصرانی ہوا اور اسی پر مرا "اللہ ہمیں محفوظ رکھے" چنانچہ اے میرے بھائی! اگر آپ انکار کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تو یہ آپ کے آئینہ قلب کے سبب ہے کیونکہ آپ ان کو بہترین لوگ دیکھتے ہیں، اور اس لیے انکار کا میلان کم ہوتا ہے ورنہ اگر آپ کا آئینہ قلب اس طرح نہ ہوتا تو انکار ہی زیادہ ہوتا کیونکہ آپ اپنے مراۃ قلب میں اپنی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور حل الرموز میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ امام ابو حامد غزالی نے بالکل انصاف فرمایا جو انہوں نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں ایسے اشخاص کا ذکرِ خیر کیا اور فرمایا کہ یہ وہ قوم ہے جن پر احوال کا غلبہ ہے۔ جس کی وجہ سے کسی نے کہا سبحانی اور کسی نے "ما اعظم شانی" کہا اور کسی نے "انا اللہ" اور کسی نے "مافی جبتی الا اللہ" کہا، چنانچہ یہ مدہوش قوم ہے اور مدہوشوں کی مجلس کو سمیٹا جاتا ہے اور اسکی سرگزشت بیان نہیں کی جاتی اور ہم ان احوال کو ان کے سپرد

کرتے ہیں اور ان کے اقوال کو رد نہیں کرتے کیونکہ انکا کلام ذوق سے ہے اور ذوق شوق کی عکاسی کرتا ہے اور جس نے چکھا اُس نے پہچانا اور جس نے نہیں چکھا وہ اگر تسلیم اور اعتراف کرلے کوئی حرج نہیں''۔

"شرح تائیہ کے مقدمہ میں عارف باللہ تعالیٰ ابن حبیب صفدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اچھا گمان کرنا ضروری ہے کیونکہ جب عام مومنین کے ساتھ سوءِ ظن رکھنا حرام ہے تو اولیاء اللہ کے ساتھ رکھنا کیسا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کچھ پوشیدہ راز ہیں جن کا عام عوام کو پتہ نہیں بلکہ انکا علم اللہ کے خاص بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔ خضر علیہ السلام کے واقعہ کی طرف دیکھیے جنہوں نے کشتی پھاڑ ڈالی اور لڑکے کو قتل کرڈالا اور اس سارے واقعہ کے بعد ان کا وہ قول دیکھیے جس میں یہ فرمایا کہ یہ میں نے اپنی مرضی اور ارادے سے نہیں کیا پس ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے ان باتوں میں ان کا پیچھا نہ کیجیے۔ اہل محبت نے ان کے بارے میں کچھ تصنیفات کی ہیں جن میں ان کی تائید کی ہے اور انہوں نے ان کے حالات اور اقوال جو ظاہر کے خلاف ہیں ان کی تاویل کی ہے یہاں اس کے ذکر کرنے کی جگہ نہیں ہے اور اعتراض کے جائز ہونے کی شرط یہ لگائی ہے کہ اعتراض کنندہ علم ظاہر و باطن کو احاطہ کرتا ہو ورنہ وہ قاصر ہے پس اسے چاہیے کہ وہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے۔

ہمارے شیخ سید احمد الحموی علیہ الرحمہ (نفعنا الله ببركاته و بركة علومه آمین) نے اپنی کتاب ''درر العبارات'' کے آخری صفحہ میں جو آخری جواب کا ذکر کیا ہے

اور وہ زبید کے سوال کا جواب تھا۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن کی وجہ سے طریقت عارفین باللہ کے اشعار کے معانی میں مشکلات پیش آئی تھیں پس انہوں نے تشبیہی استعارات کی تخریج کرنے کے بعد جواب دیتے ہوئے کہا جس کے صریح الفاظ یہ ہیں کہ اگر تم اس طریقے سے تخریج (ایسی توجیہ) کرنے میں عاجز آؤ کہ شعر کی حالت منتزعہ سے مطابقت پیدا ہو جائے تو یہ اعتقاد کرلو کہ یہ صورت حال اسی معاملے میں ہے اگر تمہاری سمجھ اس کا ادراک نہ کر پائے تو معاملہ اللہ والوں کے حوالے کردو اور عقیدت رکھوان کے ہر عیب و نقص سے پاک ہونے کی اور اس سے محتاط رہو کہ تمہارے دل میں وہ خیال گذرے جس میں بہت سے وہ لوگ مبتلا ہوئے اور توفیق سے محروم ہوئے اور ناقص فہم کے سبب اپنی کمزور عقل اور ان بزرگوں کے کلام کو ان کی مراد کے برخلاف ایسے معانی پر حمل کیا جو جناب الٰہی کے مناسب نہیں پھر اس کو بغیر کسی ثبوت کے ان بزرگواروں کے لیے بدنامی کا سبب بناتا ہے۔ یہ سب صرف اس کی جہالت اور عقل کی کمزوری کی وجہ ہے اور اس خوش فہمی کی وجہ سے ہے کہ اس کی عقل و فہم کمال درجے پر ہے جس میں بالکل کوئی نقص نہیں ہے بلکہ جو بات ان کے فہم سے باہر ہو وہ باطل و محال ہے۔

اللہ کی پناہ ہو کہ یہ ساری چیزیں تو محرومی اور خسارے کا سبب ہیں اور کہاں سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ اپنے اولیاء کو صرف اتنا اور وہی کچھ عطا کرتا ہے جتنا ایک جاہل ناقص کے ادراک میں آجائے بلکہ اس کی عقل تو علوم کسبیہ کے بھی قابل نہیں چہ جائیکہ علوم وھبی اور اس سے بھی پرہیز کرو جہاں تم اس قانون (کے مطابق تنزیل وتاویل کرنے سے عاجز ہوئے وہاں تم تکلف میں پڑنے لگو اور تاویل کرنے میں مبالغہ کرو

اور انہی مفاہیم پر زور دو کہ جن کو تم اپنی عقل کوتاہ سے اچھا جانتے ہو جیسا کہ بہت سے محبت کرنیوالے عقیدت مند کرتے ہیں اگر چہ ان کا مقصد اس میں اچھا ہوتا ہے اور غرض صحیح ہوتی ہے لیکن یہ بات فضول تکلفات پر ابھارتی ہے جو کلام کو اس کی خوبصورتی سے نکال کر ایسے معانی پر لاتی ہے جس میں انتہا درجہ کی پستی اور کمینگی ہوتی ہے۔ پس اسے چھوڑ دینا اور اس سے اعراض کرنا اور ان کے کلام کو دل و جان سے قبول کرنا اور اجمالی طور پر اعتقاد اور معانی کو اپنے طور سے بیان نہ کرنا بلکہ ان سے عاجز ہو جانے کا اعتراف کرنا زیادہ بہتر اور سلامتی کا راستہ ہے جیسا کہ اسلاف کا طریقہ ہے کہ وہ قرآن کی متشابہ آیات کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے یہاں تک کہ اللہ ان پر صحیح معنی کھول دیتا۔ جو ان کے ذوق کے لحاظ سے خوبصورت اور صحیح ہوتے اور وہ دلالت کرتے کہ ان کا کلام کسی بھی ظاہر کے خلاف نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ منجملہ ان دلائل میں سے جو دلالت کرتے ہیں کہ ان بزرگوں کا کلام ظاہری معانی پر جاری نہیں ہوتا ایک وہ شعر ہے جو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے پڑھا

یـــا مـــن یـــرانـــی ولا اراہ

کـــم ذا اراہ ولا یـــرانـــی

یعنی اے وہ ذات جو مجھے دیکھتی ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتا
اور بسا اوقات میں اُسے دیکھتا ہوں وہ مجھے نہیں دیکھتا۔

ان کے برادران میں کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو نہیں دیکھتا جب کہ آپ یہ جانتے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھتا ہے۔

تب آپ نے وضاحت فرمائی ان الفاظ میں

یا من یرانی مجرما
ولا اراه آخذا
کم ذا اراه منعما
ولا یرانی لا یذا

"اے وہ کہ جو مجھے جرم کرتے دیکھتا ہے مگر میں اسے مؤاخذہ کرتے نہیں دیکھتا اور کتنی ہی بار ایسا ہوا ہے کہ میں اسے انعام و اکرام فرماتے دیکھتا ہوں اور وہ مجھے رحمت اور پناہ مانگنے والوں میں نہیں دیکھتا۔

بعض مشائخ کرام نے کہا ہے کہ یہ اشعار اور اس طرح کی اور کئی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا کلام اور اسی طرح کے دیگر کلمات کی تاویل کی جاتی ہے اور اس کے ظاہری معنی مقصود نہیں ہوتے، ان کے اپنے محامل ہوتے ہیں جو انہیں کے لائق ہوتے ہیں۔ یہی ایک جزئی مثال بطور شاہد کافی ہے اور حسنِ ظن رکھو بلکہ اچھا اعتقاد رکھو اور تنقید نہ کرو۔ اس بارے لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ لیکن تسلیم ہی بہتر راستہ ہے سلامتی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے کلام سے زیادہ واقف ہے۔ انتہی۔ ہمارے شیخ نفعنا اللّٰہ بہ کا کلام یہاں پر ختم ہوا۔ میں کہتا ہوں "ہمارے شیخ نے اولیاء اللہ کی متشابہات میں تفویض کو اللہ تعالیٰ کے کلام میں متشابہات کی تفویض کے ساتھ تشبیہ دی ہے جیسا کہ سلف صالحین کا طریقہ ہے کیونکہ یہ قوم (یعنی اولیاء اللہ) لفظ جلالہ کے علاوہ

باقی تمام صفات واسماء سے متخلق ومتحقق ہیں۔

(۱) متخلق کے معنی یہ ہیں کہ بندہ حتی المقدور ان اسماء وصفات سے آراستہ ہو۔

(۲) متحقق کا معنی یہ ہے کہ بندے کی صفت کا تعین کم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کا اس میں ظہور ہو جائے۔

شیخ بہاء الدین علیہ الرحمہ نے اسماء اللہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بندہ کا اسماء وصفات سے متحقق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے باطن پر اسم کی تجلی ہو اور بندے کی روح میں ایسے سرایت کرے ''جیسے انگارے کی گہرائیوں میں آگ سرایت کرتی ہے'' اور بندے کے تعین کو فنا کر دے اور اسم متجلی کی حقیقت بعینہ بندے کی حقیقت بن جائے حتی کہ اس مشاہدہ میں تمیز ختم ہو جائے بلکہ اگر ان اسماء کے ساتھ بندے کا متحقق ہونا اپنے کمال کو پہنچ جائے تو حقیقت عبدیت پر حقیقت اسمیہ کے احکام مرتب ہونگے۔جیسا کہ شعر میں کہا گیا ہے

أنا من أهوى و من أهوى أنا
نحن روحان حللنا بدنا
فاذا أبصرتني أبصرته
و إذا أبصرته أبصرتنا

ترجمہ:۔ ”میں محبوب سے ہوں اور محبوب ہی سے میں ہوں ہم دو روحیں ہیں جو ایک ہی بدن میں اتری ہیں۔ جب تو مجھے دیکھے گا اسے بھی (ساتھ) دیکھوگا اور جب بھی تو اسے دیکھے گا ہم دونوں کو ہی دیکھ لوگا۔

اور اس قوم (اولیاء) کی تحریروں میں جو مختلف زبانوں میں ہیں ان میں اس مرتبہ کی طرف اشارات بہت زیادہ ہیں اور یہ مرتبہ ذوق کی چیز ہے جس کی شرح کرنے سے عبارات قاصر ہیں اور یہ عبارات ان اشارات کے معاملے میں بہت کم ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔ اور اس سے تشبیہ کی وجہ واضح ہو جاتی ہے۔ نیز آپ کے اس قول سے بھی وجہ تشبیہ واضح ہو جاتی ہے کہ فرمایا وایاک ایضا ان تبالغ ...... یعنی تکلف و تاویل میں مبالغہ سے بھی بچو......! اور یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ اس علم کو چھپانا واجب ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کرام نے انکے کلام کی شرح، حاشیہ اور اشکالات کے جواب کیوں دیے حالانکہ یہ سب ان کے مقصود کے مخالف ہے اگر وہ اس کو لوگوں کے لئے آسان کرنا چاہتے تھے جیسا کہ امام قشیری علیہ الرحمہ نے کیا ہے کہ وہ ان کے الفاظ کی شرح کے باب میں فرماتے ہیں ” الفاظ کی شرح کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ ان کے متبعین اور سالکین میں سے جو ان کے معانی کو جاننا چاہے اس کے لئے آسانی ہو“ یا اس لیے کہ کہیں عوام الناس ان کے ظاہر کو اعتقاد نہ بنالیں تو پھر کوئی حرج نہیں لیکن جب ایک جماعت ان دونوں مسلکوں کی جامع ہے تو اب الگ الگ ان دونوں کی طرف کوئی احتیاج نہیں رہتی۔ مگر یہ کہ کسی نئی اصطلاح میں ضرورت پیش آئے تو اس کی شرح کرنے میں کوئی

حرج نہیں کیونکہ اس قوم (یعنی اولیاء) کا کسی خاص (وضع) اصطلاح پر اجماع نہیں صرف اور صرف مخصوص الفاظ کا استعمال ان کی اصطلاح ہے وہ بھی بہ ایں معنی کہ ہر ایک ان کو ان معانی میں استعمال کرے گا جن کو اس نے ان الفاظ کے لئے بنایا ہوگا کیونکہ چھپانا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا کہ ایک اصطلاح معین کرنے سے ان کا وہ مقصد ''کتمان'' فوت ہو جاتا ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ جن حضرات نے ان کے الفاظ کی شرح کی ہے کہ ایک لفظ کے کئی معنی ذکر کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو تین کتابوں سے ایک لفظ کے کئی معنی جمع ہو جاتے ہیں لیکن وہ بالکل متفق نہیں ہوتے اور وہ سارے معانی اس ایک لفظ کے ہوتے ہیں انہی الفاظ میں لفظِ عبودیت ہے شیخ قشیری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''منشور الخطاب'' میں لکھتے ہیں کہ عبودیت امر کی موافقت اور ممنوع سے دوری کا نام ہے، عبودیت کا مطلب تدبیر کا ترک کرنا اور تقصیر کو مدنظر رکھنا ہے، عبودیت افتقار کی صداقت کے ساتھ اختیار کو ترک کرنا ہے، عبودیت اپنے اوپر واجب حق کو ادا کرنا اور جو کچھ تمہیں ملا ہے اس پر شکر ادا کرنا ہے اور عبودیت رب کے فیصلے کو قبول کرنا اور اپنے مطالبہ کو ترک کرنا ہے۔ شیخ جمال الدین ابو قاسم کابلی علیہ الرحمہ اپنی کتاب '' خلاصۃ الحقائق '' میں فرماتے ہیں کہ شیخ کتّانی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ عبودیت اختیار کو ترک کرنا اور عاجزی و فقیری کو لازم پکڑنا ہے۔ اور ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ عبودیت یہ ہے کہ تو ہر حال میں اس کا بندہ بن جائے جیسا کہ وہ ہر حال میں تیرا رب ہے، اور اہل اشارات کا کہنا ہے کہ عبودیت (اللہ) خبیر و بصیر کے سپرد کرنا اور قدیر و بادشاہ (اللہ)

کی اطاعت میں تقصیر کا اعتراف کرنا ہے اور ایک عالم کہتے ہیں عبودیت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے فعل پر راضی ہو۔ اور ابو عثمان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ عبودیت جب امر کا مشاہدہ کرے تو اس کی اتباع کرنے کا نام ہے اور شیخ عیسی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ عبودیت دعاوی و مطالبات کو ترک کرنا اور مصائب کو جھیلنا اور مولیٰ سے محبت کرنے کا نام ہے اور ان کے اکثر الفاظ اسی طرح ہوتے ہیں اور بعض نے جو ایک ہی معنی پر اکتفاء کیا ہے۔ تو وہ مبتدی کی سہولت کیلئے ہے۔ جیسا کہ ابھی قشیری علیہ الرحمہ کے بارے میں گذرا۔ ابن عطاء علیہ الرحمہ لطائف المنن میں ذکر کرتے ہیں کہ جنید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں سری سقطی علیہ الرحمہ کے پاس گیا تو انھیں متغیر الحال پایا تو میں نے پوچھا اے استاذ محترم! آپ کو کیا ہوا ہے؟ میں آپ کو متغیر الحال دیکھ رہا ہوں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابھی ایک نوجوان آیا اور اس نے توبہ کے بارے میں پوچھا کہ توبہ کیا ہے ؟ میں نے کہا کہ تم اپنے گناہوں کو نہ بھولو۔ تو نوجوان نے کہا نہیں بلکہ تم اپنے گناہوں کو بھول جاؤ یہ توبہ ہے۔

اے ابو القاسم (کنیت جنید علیہ الرحمہ) تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا میں بھی نوجوان والی بات کہتا ہوں کیونکہ جب میں حال جفا میں تھا تو اس نے مجھے اپنے کرم سے حال صفا کی طرف منتقل کر دیا اب صفا کے وقت جفا کا ذکر خود جفا ہے ۔حضرت شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سری سقطی علیہ الرحمہ کا کلام (کہ تم اپنے گناہوں کو نہ بھولو) ان دونوں کے کلام سے زیادہ مکمل ہے ان دونوں کا کلام ان کے حال کے ساتھ مخصوص ہے اور سری سقطی علیہ الرحمہ کا کلام اس راستہ پر چلنے والے سالکین کیلئے صاف

اور کھلا راستہ ہے۔ پس بات واضح ہوگئی کہ ان کی اصطلاح میں کوئی حصر نہیں اور کلام ایک ایسی صفت ہے جو متکلم کے حال پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ابھی اس کا ذکر گزرا۔ اور ان کی اصطلاحات محدود نہیں جیسے کہ ان کے احوال محدود نہیں ہوتے اور کوئی اعتراض نہیں ان لوگوں پر جو مذکورہ مقاصد کیلئے ان کی توضیح وتشریح کریں بشرطیکہ وہ اس کے اہل بھی ہوں اور فقہاء ومشائخ نے جو ان کو کافر قرار دینے میں عجلت نہیں کی اور توقف فرمایا ہے اور ان کے عمل کا ایسا جواب دیا جو کفر کی نفی کا مقتضی ہو اگرچہ تکفیر کو ثابت کرنے والا عمل مکرر ہو اور نفی تکفیر کرنے والا عمل اس کا عشر عشیر ہی کیوں نہ ہو اور اہلِ بدعت کی تکفیر نہ کرنے والے قول کو صحیح قرار دینا اور اس کو ترجیح دینا یہ اس بنا پر ہے کہ اس بارے میں نقول کی کثرت اس شخص پر بالکل پوشیدہ نہیں ہوسکتی جس نے عقائد وفروع کی کتابوں اور قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی کتاب ''شفاء'' کا مطالعہ کیا ہو۔ تاہم یہ چیز ہمارے موضوع کے متعلق نہیں صرف اتنا ہے کہ ان سے بدرجہ اولیٰ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ سے عدم تعرض کا استلزام لازم ہوجاتا ہے۔ ہمارے موضوع کے متعلق بہت مواد ہے لیکن جتنا ذکر ہوچکا وہ غافلین کی تنبیہ اور متعصبین کی تحذیر کے لئے کافی ہے کہ وہ ان مہلکات سے بچیں جو انہیں حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ سے برا سلوک کرنے کی وجہ سے پیش آئیں گی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اپنے گذشتگان کا ذکرِ خیر کیا کرو''۔ ان پر نکیر کرنا کسی قول و فعل میں یا ان کی اولاد کو اذیت پہنچانے کے درپے ہونا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کی وعید میں داخل کردیتا ہے۔ (کیونکہ ان کی اولاد کا اکرام دراصل حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کا اکرام ہے اور ان کی اولاد کو اذیت دینا انہی کو اذیت دینا ہے)

جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے''۔

مسعودی علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ علماء شریعت و حقیقت کی عبارت کالبِ لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ ولی اپنے علم وعمل سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور اللہ پاک نے ان کے ساتھ احسان والا معاملہ فرمایا کہ انہیں علم وعمل میں پختگی نصیب فرمائی اور نفس وشیطان کی مخالفت نصیب فرمائی اور انہیں اپنی طرف متوجہ ہونے کی توفیق بخشی اور ان کے پیش آنے والے خلل و نقصان کا تدارک فرمایا اور ایسی پستی و بے بسی میں پڑنے سے جوان کے حواس کو ضائع کر دیتی اور انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑتا، نجات دی اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ سوال کرنے والوں کی تگ ودو صرف شیخ نفعنا اللہ تعالیٰ ببر کاتہ کے اجر ودرجات بڑھانے کا باعث ہے۔

جیسا کہ شعرانی علیہ الرحمہ نے کہا جب ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ فرماتے ہیں ''میرے حاسدین میری نسبت سے ایسے مسائل گھڑتے ہیں جو میں نے کبھی نہیں کہے ہوتے۔ پھر ان سے سوالات بنا کر علماء سے فتویٰ طلب کرتے ہیں تو علماء سوالات کے مطابق جواب دے دیتے ہیں۔ پھر وہ علماء کے خطوط لا کر لوگوں کو دکھاتے ہیں (یعنی لوگوں کو بدظن کرتے ہیں) پس ان کی اس حرکت سے مجھے بہت اجر ملتا ہے جس کا شمار بھی ممکن نہیں۔ (کیونکہ وہ میری آبروریزی کرتے ہیں) پس اگر قیامت کے

دن میں اس گروہ کے کسی فرد کا مواخذہ کروں تو میں ایک غیبت کے بدلے میں اس کی تمام زندگی کے اعمال پر بھی راضی نہیں ہوں گا''۔ میں کہتا ہوں حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کا مقام بلند ہونے کی ایک محکم دلیل وصال کے بعد مخلوق کی عمومی وخصوصی دعاؤں میں شامل رہنے کے علاوہ ان کے علم کا برقرار رہنا اور آج تک پھیلتے رہنا اور ان کی نیک اولاد اور خود حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کو مخلوق کی طرف سے اذیت کا پہنچنا ہے۔ پھر جب ایک ماہ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد گزر گیا تو ایک برزنجی نام کا آدمی مکہ مکرمہ آیا اور وہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے کفر کا قائل تھا اس نے مجھے پیغام بھجوایا سلام کے ساتھ اور کہا، مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے ایک رسالہ لکھا ہے میں اس کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور میرا گمان تھا کہ جب وہ اس رسالہ سے باخبر ہوگا تو اس میں موجود احادیث اور سوال میں کیے گئے تفسیر وتحریف کے متعلق پوچھے گا اور اس میں موجود منقول عبارتیں جو حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ سے تعرض کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں، ان کے بارے میں اور جو اس قوم کی کتب سے مشکلات نقل ہوئیں اور ان کے بیان شدہ مناقب کی دلیل کے بارے میں پوچھے گا اور ذکر کی گئی ان کی طباعت شدہ کتابوں اور تحریر شدہ صحیح باتوں اور ان کی مکہ مشرف جانے والے اولاد اور تلامذہ سے صحیح اخبار کے بارے میں پوچھے گا۔ اور جو کچھ استشہاد اور نظیر وغیرہ کے لیے نقل کیا گیا کے متعلق پوچھے گا تا کہ اس سب پر واقفیت ہو اور یہ یقین ہو کہ یہ اہل انصاف کا راستہ ہے اور باطن کے محاسبہ کو ترجیح ہے ظاہر کے محاسبہ پر اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے میں نے رسالہ فراہم کرنے کی آمادگی ظاہر کی یہ امید کرتے ہوئے کہ حق کا بول بالا ہو اور اسی پر ہی اتفاق ہو جائے

چنانچہ جب اس کو یہ رسالہ پہنچا تو اس نے جلدی جلدی اس کا مطالعہ کیا اور اس کو لکھنے کا حکم دیا اور ایک شخص نے اس کو لکھا اور میرے پاس لے کر آیا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس کی مناھی لکھی ہیں اس نے کہا نہیں، میں نے کہا اس کو لکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ وہ اس کی تتمات میں سے ہیں۔ تم دوبارہ اس کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے یہ ساری بات رکھو۔ وہ اس کے پاس گیا اور پھر واپس آکر کہنے لگا کہ میں نے اس سے کہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ میں نے کہا کیا اُس نے ان عبارات کا تقابل کر کے دیکھا؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تو وہ کوئی اور رسالہ ہے جو کاتبین زمانہ کی تحریف سے مقرر ہے اور جب میں نے اپنے حواس (ظاہری و باطنی) سے اس کے ارادوں کو محسوس کر لیا اور جب مجھے قریب قریب یقین ہو گیا کہ یہ تغییر و تبدیل میں اہل سوال کا معین و مددگار اور ان کا مفتی ہے اور میرے پاس اس لئے آیا ہے تاکہ یہ مجھ سے وہ بات نقل کرے جو میں نے نہیں کہی اور جھگڑا اور بحث ومباحثہ کو ہوا دے وہ رسالہ اس ذات والی متعال حفاظت میں ہے اور اپنے مخالفین پر تیروں کے برسنے سے زیادہ سخت ہے تب میں نے یہ تحریر لکھی اور میں گزارش کرتا ہوں ان حضرات سے جو اس پر مطلع ہوں تو وہ اس رسالہ پر اعتماد مت کریں جو اس تتمہ اور مناہی سے خالی ہو اور اگر کسی کو اس رسالہ پر کوئی اعتراض یا اشکال لکھا ہوا ملے اسے پیش کیا جائے ایسے اہل علم پر جو متقی ہوں خوف خدا رکھتے ہوں تو اگر وہ درست ثابت ہو جائے تو میں سب سے پہلے اس کو قبول کرونگا اور اس کو اپنا عقیدہ بنالوں گا، اگر ایسا نہیں تو اس پر مطلع ہونے والے حضرات میری برائت کو جان لیں کہ میں اس سے بری ہوں اور اس صحیح رسالہ کا

اعتقاد رکھیں اور شیخ محمد بیگ نے اس سے ایک نسخہ لکھا جو اس زیادتی سے پہلے کا ہے وہ بھی صحیح ہے۔ اگر چہ اس پر وہی تاریخ ہے جو اس تغییر و تبدیل کردہ رسالہ پر ہے کیونکہ ان کے درمیان فرق واضح ہے کہ اس رسالہ میں مناھی ہیں اور مغیّرہ میں نہیں ہیں، اگر ان کے درمیان تقابل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں صرف مناہی کی زیادتی ہے ہاں اس کے شروع اور آخر میں چند ایسے الفاظ ہیں (جو مختلف ہیں) لیکن ان سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

الغرض یہ کہ جو اس مقدار سے زائد ہو یا مخالف ہو وہ بالکل غلط ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک اور فرق جو رسالہ مذکورہ اور رسالہ مغیّرہ کے درمیان ہے وہ تاریخ کا ہے کہ رسالہ مغیّرہ پر درج تاریخ اس طرح ہے "جمعہ کے دن قبل از فجر۔ یکم جمادی الآخر ۱۰۹۴ھ" جبکہ رسالہ معتمدہ کی تاریخ عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور اللہ جل جلالہ ہی توفیق عنایت فرمانے والا ہے اور اللہ ربّ العالمین کیلئے اوّل و آخر اور ظاہری و باطنی تمام تعریفیں ہیں۔ وہی میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین معاون ہے "ولا حول ولا قوّة اِلّا بالله العلیّ العظیم" ۔ الفقیر اِلیٰ اللہ! حسن ابن مراد حسن التونسی الحنفی، عفی الله عن الجمیع بمنّه و کرمه . آمین.

وصلّى الله على سيّدنا محمّد النور الذاتی السّاری فی جمیع آثار الاسماء والصفات وعلى آله وصحبه وسلم.

یہ رسالہ ہفتہ کے دن قبل از عصر ۸ رجب ۱۰۹۴ھ کو مکمل ہوا۔

فکر مجدد پر مولانا رومیؒ کے اثرات

پروفیسر ڈاکٹر درمش بلگر

چیئرمین کرسی رومی برائے ترکی زبان وثقافت

اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

برصغیر پاک و ہند میں پیر رومی کے نام سے مشہور مولانا جلال الدین رومی دنیائے تصوف کا ایک بلندو بالا، درخشندہ وتابندہ ستارہ نور ہیں جس سے پھوٹنے والی شعاعوں نے صدیوں سے ذہنوں کو جلا بخشی ہے اور قلب وروح کو سکون وطمانیت سے مالا مال کیا ہے۔ کئی صدیوں کے بعد بھی مولانا روم کے کلام و پیام کی تازگی نہ صرف قائم و دائم ہے بلکہ مشرق ومغرب میں اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ آزمائش اور رنج سے بوجھل زندگی اور حالات کی اذیتوں سے مجبور انسان مولانا روم کے اشعار وافکار سے روحانی اطمینان اور عزم وعمل کا درس حاصل کرتا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مثنوی مولانا رومی کا پیغام وقت اور زمانہ کی قید سے آزاد ہے اور عہد حاضر کے لیے نہایت حقیقت پسندانہ اور برمحل ہے۔ اس کے علاوہ مولانا روم کی مثنوی انسان کو اپنے تئیں ازسرنو دریافت کرنے اور اپنے اصل کی جستجو میں سرگرم عمل ہونے کی نہ صرف ترغیب دیتی ہے بلکہ اسکی رہنمائی بھی کرتی ہے۔

مولانا رومی دیگر علوم کے علاوہ فقہ اور مذہب کے بھی بہت بڑے عالم تھے

اس اعتبار سے فارسی شعر و ادب کی تاریخ میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ دلوں کے سلطان، مولانا رومی کا سب سے زیادہ اثر برصغیر پاک و ہند میں ہوا ہے۔ مثنوی رومی صدیوں سے اس خطے میں شوق سے پڑھی اور پڑھائی گئی ہے اور مسلمانوں کو اتفاق اور اتحاد کا درس دیتی ہے۔ اردو اسلامی ادب میں مولانا رومی کا نام زیادہ تر علامہ اقبال کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اقبال نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں مولانا رومی کے اشعار کو وسیع جگہ دی ہے اور انکے افکار کی وضاحت کی ہے۔ بالفاظ دیگر انکی شخصیت اور افکار کی تخلیق میں جس چیز کا اہم حصہ تھا، وہ مولانا جلال الدین رومی، کی مثنوی معنوی، تھی جو اپنے اندر قوت حیات کے علاوہ ادبی بلندی جدت معانی، حکیمانہ مثالوں اور نکتوں کے بیش بہا خزانے سمیٹے ہوئے ہے۔

اقبال سے پہلے بھی مولانا رومی کے اثرات اس خطے کے دوسرے مشاہیر پر پڑے ہیں۔ چنانچہ مولانا رومی کے افکار و خیالات سے متاثر ہونے والوں میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ کیونکہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے مخاطبین میں امراء، وعلماء اور صوفیاء شامل تھے۔ اس لیے مثنوی معنوی ان کے لیے ایک ماخذ کی حیثیت رکھتی تھی اور انھوں نے اپنے عرفانی موضوعات کی وضاحت کے لیے موقع محل کی مناسبت سے بہت سے اشعارِ مثنوی نقل کیے ہیں۔

اظہار تشکر کے طور پر یہاں ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ میں نے اس مقالے کی تیاری میں عزیز دوست ڈاکٹر ہمایوں کی کتاب، مکتوبات امام ربانی کے مآخذ، سے استفادہ کیا ہے جسمیں انہوں نے بہت سے عربی اور فارسی اشعار کی تخریج کی جو

مکتوبات میں مختلف مقامات پر درج ہوئے ہیں۔اب اس مختصر مقالے میں ان اشعار میں سے بعض کی تخریج کر کے ان کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں کہ فکر مجدد کی تشکیل میں مولانا رومی اور مثنوی معنوی کا کیا کردار ہے۔اس ضمن میں پہلا شعر یہ ہے

آسمان نسبت بہ عرش آمد فرود
ورنہ بس عالیست سوئے خاک تود [1]

ترجمہ:

آسمان ،عرش کے اعتبار سے نیچا ہے۔ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس شعر کو مریدوں کے ضروری آداب اور بعض کے شبہات دور کرنے اور ان کے مناسب امور کے بیان میں نقل کیا ہے۔مکتوبات کے مذکورہ مکتوب (مکتوب:292) کے اور مثنوی رومی کے مذکورہ بالا شعر کے سیاق وسباق کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومی اور امام ربانی دونوں نے راہ فقر پر چلنے والوں کی کیفیت بیان کی ہے۔امام ربانی کے مطابق اس راہ پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں ہیں۔وہ یا تو مرید ہیں یا مرشد۔اگر مرشد ہوں تو انہیں مبارک ہو۔کیونکہ عنایت ازلی جل شانہٗ ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے۔بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کے کام

[1] قاضی سجاد حسین،مثنوی مولانا روم،جلد:5 صفحہ:17،

کے لیے اللہ تعالی کافی ہوتا ہے۔ اور اگر عنایت خداوندی سے کسی کو طالب اس طرح کے کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچا دیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کردے اور اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کردے۔ اسی طرح مراد یعنی مرشد اللہ کا نور ہے اور جان کو خدا کی طرف کھینچنے والا ہے اور لوگ وہم اور گمان کی اندھیروں میں ہیں۔ مرید صرف اسی وقت اپنے مرشد سے فیض حاصل کرسکتا ہے جب کہ اس کے دل میں مرشد کی عظمت ہو۔ فیض حاصل کرنے کے لیے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔

دوسرا شعر ہے:

اتصالی بی تکیف بی قیاس ہست رب الناس را با جان ناس [۲]

ترجمہ:

: نا قابل بیان، عقل میں نہانے والا اتصال ہے لوگوں کے رب کا ،لوگوں کی جان سے ۔یعنی اللہ تعالی کا اپنے بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت نا قابل بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔

شعر کے سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا رومی نے تجلیات الہی اور ذات باری تعالی کے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ مولانا رومی کے مطابق مرشد اور اللہ تعالی

---

[۲] قاضی سجاد حسین، مثنوی مولانا روم، جلد:4 صفحہ:91

کی ذات ایک دوسرے سے جدا نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر مرشد کی آواز خدائی اواز ہے مولانا رومی نے جس مفہوم کو شعری صورت میں بیان فرمایا، بالکل اسی مفہوم کو امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات کے مذکورہ مکتوب (مکتوب: 221) میں نثر کی شکل میں بیان کیا ہے۔ آپ یوں لکھتے ہیں: اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلیات کو،، ذاتی،، کس اعتبار سے کہا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ تجلیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں۔ تو تجلیات صفات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اول ہے اور ذات پر زائد نہیں ہے، بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے۔ اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالی و تقدس ہے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے، خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد۔ کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذاتِ تعالیٰ کا وصول میسر ہوا ہے اور جاننا چاہیے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچون ہے اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے، وہ بحث سے خارج ہے اور اس جنابِ پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔

تیسرا شعر ہے:

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن
صد ہزاران جان بشاید باختن [1]

ترجمہ:

---

[1] قاضی سجاد حسین، مثنوی مولانا روم، جلد: 1 صفحہ: 3260،

ترجمہ: اس عیش و عشرت کو حاصل کرنے کے لیے لاکھوں جانیں
قربان کر دینی چاہیں۔ یعنی انسان اِس طرح کے عیش و عشرت
کے لیے صد ہزار جان کی بازی کرے۔

جب ہم اس شعر کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومی اور امام ربانی کے موضوعات کافی حد تک مشترک ہیں۔ مولانا رومی مثنوی کے مذکورہ بالا شعر میں انسان کو خودی سے گذر کر استغراق کی طرف آنے کی تلقین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تک بانسری میں گرہ ہے، وہ ہمراز نہیں بن سکتی۔ جب تک تو خودی کے چکر کے ساتھ طواف کرتا ہے، مرتد ہے۔ خودی کے ساتھ تو خانہ کعبہ کا طواف بھی شرک ہے اور اِس عیش و عشرت کو حاصل کرنے کے لیے لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں

اسی طرح امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتوبات کے مذکورہ مکتوب (مکتوب: 64) میں جسمانی اور روحانی لذت اور جسمانی آلام و مصائب برداشت کرنے کی ترغیب کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ دنیا کی لذت اور اسکا الم دو قسم کا ہے۔: روحانی اور جسمانی۔ ہر وہ چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے، روح کے لیے اس میں تکلیف ہے اور جس سے بدن کو تکلیف پہنچے، روح کو اس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ روح اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور اس جہان میں روح جسم کے مقام میں نزول کر چکا ہے، جسم کی لذت سے یہ بھی لذت اٹھاتا ہے اور جسم کو تکلیف پہنچنے سے اس کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

یہ روح کی بیماری ہی کی وجہ سے ہے کہ انسان اپنے درد و رنج کو لذت اور لذت کو درد و رنج سمجھتا ہے جیسا کہ صفراوی مزاج والا شخص صفرا کی بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوی محسوس کرتا ہے۔ پس عقلمند پر اس مرض کو دور کرنے کی کوشش کرنا لازم ہے۔ تاکہ جسمانی رنج و مصائب میں خوش و خرم زندگی بسر کریں۔

اوپر دی گئی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرحوم اقبال کی طرح مثنوی رومی کا مطالعہ وسیع پیمانے پر کیا ہے۔ مکتوبات کے مختلف مقامات پر نقل کردہ فارسی اشعار سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے دینی اور فلسفی مسائل کی وضاحت اور تشریح میں جس طرح علوم اسلامیہ سے متعلق کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح مثنوی رومی کے اشعار سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ اشعار کہیں وضاحتی، کہیں تاکیدی اور کہیں استدلالی غرض کے پیش نظر نقل کیے گئے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدۃ الشہود: پس منظر اور اثرات

ڈاکٹر محمد اکرم ورک

پرنسپل، گورنمنٹ کالج کامونکی، گوجرانوالہ

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ/1563-1624ء) کے دور کا تنقیدی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس وقت ہندوستان میں شیخ مجددؒ کے سامنے کئی محاذ فوری توجہ کے متقاضی تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامیانِ ہند کے لئے اسلام کو دوبارہ بازیاب کرنا، دلائل سے طریقت پر شریعت کی برتری ثابت کرنا، نبوتِ محمدی ﷺ کی ابدیت کو ثابت کرنا اور عامۃ الناس کو اس عقیدے پر مستحکم کرنا، آپؒ کے عظیم تجدیدی کارنامے ہیں، لیکن ان سطور میں آپ کے جس عظیم الشان کارنامے کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ نام نہاد صوفیہ کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا قلع قمع کر کے اسلام کو اس کی اصل اور حقیقی شکل وصورت میں پیش کرنا ہے، ایک ایسے خطے میں جہاں تصوف اور اہل تصوف کی اہمیت اس قدر ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز تک لوگ اس بات کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ کوئی شخص کسی روحانی سلسلے اور صوفی بزرگ سے نسبت کے بغیر اسلام کی برکات بھی حاصل کر سکتا ہے، شیخ مجددؒ پر یہ حساس ذمہ داری آن پڑی تھی کہ غیر محتاط وحدۃ الوجودی صوفیہ کی غلط تعبیرات کا جائزہ اس انداز میں لیا جائے کہ کہ اہل تصوف کی حرمت بھی قائم رہے اور شریعت کا دامن بھی تار تار نہ ہونے

پائے، اور آپؒ اس مقصد میں پوری طرح کامیاب رہے۔ ان سطور میں آپؒ کے اسی عظیم کارنامے کا تذکرہ مقصود ہے۔

ہندوستان میں سلاسل طریقت کا تاریخی پس منظر

حضرت باقی باللہ (۱۵۶۴-۱۶۰۳ء) کی آمد سے پہلے ہندوستان میں جو روحانی سلاسل قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ مقبول و مشہور تھے وہ تمام کے تمام ایران اور ایران کی علمی سرحد عراق کی پیداوار تھے۔ ان تینوں سلسلوں میں جزوی اور فروعی اختلافات تو تھے لیکن ان کا روحانی پس منظر اور مزاج ایک ہی جیسا تھا، ان تینوں سلسلوں میں عقیدۂ توحید کی تعبیر میں وحدۃ الوجود کا طریقہ رائج تھا جو ہندوستانی مذاہب میں تصورِ الٰہ کی مقبول عام تعبیر تھی۔ نتیجے کے طور پر ان روحانی سلاسل میں ہندی مذاہب کے ساتھ دیگر سلاسل کی بہ نسبت ہم آہنگی کی صلاحیت زیادہ تھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر میں آغازِ اسلام کے وقت ان سلاسل کے مزاج نے فروغِ اسلام میں اہم کردار ادا کیا۔ ان روحانی سلاسل نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں کئی نئے تجربات کئے۔ ان سلاسل کے بزرگوں نے وقت اور حالات کے زیر اثر کئی طرح کے ''تبلیغی اجتہادات'' فرمائے جس کے نتیجے میں دیگر قوموں سے مسلمانوں کی سماجی اور معاشرتی سطح پر ہم آہنگی میں زبردست اضافہ ہوا۔ ذات پات کے نظام میں جکڑے ہوئے برصغیر میں صوفیہ نے انسانی مساوات کے اسلامی تصور کو اپنے عمل سے اس طرح نمایاں کیا کہ پسے ہوئے طبقوں کے لئے اسلام امید کی آخری کرن بن کر ظاہر ہوا۔

ہندوستانی معاشرے میں جہاں لوگ مذہبی رسومات و عبادات، بھجن اور اشلوک وغیرہ صرف ساز و ترنم کے ساتھ ہی سننے کے عادی تھے، وہاں صوفیہ نے ہندو قوم کو دعوت و تبلیغ کے لئے سماجی سطح پر اپنے قریب رکھنے کے لئے ''قوالی'' کی صورت میں ایک منفرد تجربہ کیا۔ خانقاہی نظام میں سالانہ عرس اور میلوں وغیرہ کا تصور نیز لنگر خانے کے ادارے کو بھی دعوتی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جس میں بلا رنگ و نسل اور مذہبی شناخت ،لوگوں کی حاجت براری کی جاتی ہے۔ اسی دور میں ہم حضرت میاں میرؒ (۱۵۵۰۔۱۶۳۵ء) جیسی بزرگ ہستی کو سکھوں کے مقدس مذہبی مرکز'' دربار صاحب امرتسر'' (گولڈن ٹیمپل) کا ۲۸ دسمبر ۱۵۸۸ء کو سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔برصغیر میں ہندو اکثریت کے کئی علاقوں میں صوفیہ کرام نے اپنے مریدین کو تلقین کی کہ وہ ہندوؤں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے گائے کے ذبیحہ سے اجتناب کریں۔ دیگر مذاہب کے بارے احترام کا یہ رویہ صوفیہ کا آزمودہ دعوتی منہج تھا، مذہبی تکثیریت پر مبنی ہندوستانی معاشرے میں اس طریقِ دعوت کے گہرے اثرات کا ہم بآسانی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ ہماری رائے میں سرزمین ہند میں صوفیہ کرام نے وحدۃ الوجود کی تعبیر خاص مصلحت کے تحت اختیار کی تھی اور یہ بھی ایک طرح کا ''تبلیغی اجتہاد'' ہی تھا جس کے نتیجے میں تبلیغ اسلام میں بہت سہولتیں پیدا ہوئیں۔ ہندو جوگی اور ہندو فلسفی جو وحدۃ الوجود کے قائل تھے وہ اس تعبیر کے نتیجہ میں ہی مسلمان ہوئے۔

مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب کی شریعتیں اگرچہ مختلف رہی ہیں لیکن حکمت کے کئی اعلیٰ اصول بالعموم تمام مذاہب میں مشترک ہوا کرتے

ہیں اور یہ اصول اقوام وملل کے درمیان فکری اتحاد اور یگانگت کا باعث بنتے ہیں۔ ایک بالغ نظر داعی، مدعو قوم کے ان اصولوں اور مشترکات کو بھلا کیسے نظر انداز کر سکتا ہے جو باہمی قربت کا باعث بن سکتے ہیں۔

سماجی اور مذہبی ہم آہنگی کے ان تمام مظاہر کے باوجود صوفیہ کرام نے ہمیشہ اس چیز کا خیال رکھا کہ مسلمانوں کی مذہبی شناخت پوری طرح برقرار رہے۔ لیکن جس طرح کہ اس طرح کے معاملات میں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے، بعض غیر محتاط صوفیہ، جن کے لئے حضرت مجددؒ نے ''صوفیائے خام'' کی اصطلاح کثرت سے استعمال کی ہے، نے مذہبی رواداری کی آڑ میں اسلامی اور ہندو تصوف میں قائم حد فاصل کو پھلانگنے کی کوشش کی۔ خاص طور پر مغل حکمران جلال الدین محمد اکبر کے دورِ حکومت (۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) میں بعض نام نہاد صوفیہ نے ''وحدۃ الوجود'' کی ایسی تشریحات کیں جس کے نتیجے میں اسلامی تصوف اور ہندو فلسفے میں حد فاصل مٹ کر رہ گئی۔ صلح کل کے اسی ماحول کے زیر اثر 'مہابھارت' اور ہندو دھرم کی دیگر کتب کے تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ شیخ مجددؒ کے دور میں غیر محتاط صوفیہ نے اس طرح کے حالات پیدا کر دیئے جس سے مسلمانوں کا تشخص خطرے سے دوچار ہونے لگا اور یہ خدشہ حقیقت کا روپ دھارتا ہوا نظر آ رہا تھا کہ جس طرح دیگر کئی مذاہب ہندوستانی معاشرے میں ضم ہو کر اپنی شناخت کھو چکے ہیں کہیں مسلمان بھی اپنی مذہبی شناخت سے محروم نہ ہو جائیں۔

اس پس منظر اور ان حالات میں حضرت باقی باللہؒ نے تقریباً ۱۵۹۷ء میں برصغیر کی سر زمین پر قدم رکھا۔ آپؒ جس روحانی سلسلے کو لے کر ہندوستان میں داخل ہوئے وہ ایران

نہیں توران کا تحفہ تھا اور ماراء النہر کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ جس میں شریعت کی پابندی پر بہت زور تھا ، سماع کی ممانعت تھی، ذکر خفی کی تلقین تھی اور فرائض کو دیگر معمولات پر ترجیح حاصل تھی۔ ہماری رائے میں برصغیر میں مختلف روحانی سلاسل کی آمد کے ادوار کو محض اتفاق کہنا شاید درست نہ ہو بلکہ اس میں قضاء وقدر کی دخل اندازی کو واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے، مثلاً اگر آغاز میں ہی برصغیر میں نقشبندی سلسلے کا ورود ہو جاتا تو شاید ہندوستانی معاشرے میں اشاعتِ اسلام کی رفتار کم رہتی۔ نقشبندیہ کا عمومی مزاج تاریخ علوم میں محدثین کے مماثل ہے جبکہ قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کا عمومی مزاج فقہاء کے مزاج کے مماثل ہے۔ لیکن جو چیز محسوس کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تکوینی نظام کے مطابق اشاعتِ اسلام کا کام دیگر سلاسل سے لیا اور اسلامیان ہند کے اسلامی تشخص کے تحفظ کا کام اس روحانی سلسلے سے لیا جو تاریخ میں مجددی نقشبندی سلسلے کے نام سے معروف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام روحانی سلاسل کی اپنی اہمیت ہے اگر پہلا گروہ نہ ہوتو "تبلیغی اجتہادات"، بین المذاہب رواداری اور فلسفیانہ افکار کی نشو نما ختم ہو جائے ۔انسانی دماغ ایک تنگ وتاریک دائرے میں بند ہو کر رہ جائے اور خیالات میں وسعت اور آفاقیت نام کی کوئی چیز باقی نہ رہے اور اگر دوسرا گروہ اپنا کام بند کر دے تو ہر رطب و یابس اور ملحدانہ افکار و خیالات دین کا حصہ بن جائیں اور امت کا شرعی، فکری اور روحانی نظام درہم برہم ہو جائے۔ شاید یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ چشتی، قادری اور سہروردی سلاسل میں جمالی اور نقشبندی طریقِ تصوف میں جلالی رنگ نمایاں ہے، جمال اور جلال (شریعت وطریقت) کا امتزاج ہی اسلام کے فروغ اور تحفظ کا ضامن ہے۔ بقول اقبال

شریعت میں ہے قیل و قال حبیب   طریقت میں ہے حسن و جمال حبیب
نبوت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ   عبث ہے یہ ملاّ و صوفی کی جنگ

نظریہ "وحدۃ الشہود"

ان سطور میں ہمارے پیش نظر حضرت مجدد الف ثانی کے نظریہ "وحدۃ الشہود" کا جائزہ لینا ہے اس لئے اس موضوع پر گفتگو سے پہلے مناسب ہے کہ یہ بات واضح کردی جائے کہ "وحدۃ الوجود" اور "وحدۃ الشہود" عقیدہ نہیں بلکہ عقیدہ توحید کی تعبیرات ہیں اور ہمارے فہم کی حد تک یہ تعبیرات بھی متشابہات کی قسم سے ہیں، یہ مسئلہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ذوقی بھی ہے۔ یہ حقیقت بھی قارئین پر واضح رہنی چاہیے کہ حضرت مجدد ؒ نے نظریہ "وحدۃ الوجود" کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے راہِ سلوک کی منازل میں ایک منزل شمار کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ (م ۱۷۶۲ء) اور شاہ رفیع الدین (م ۱۸۱۷ء) جیسے اہل علم نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق "وحدۃ الوجود" اور "وحدۃ الشہود" کے درمیان تطبیق کی کوشش کی ہے جسے مجددی بزرگوں نے قبول نہیں کیا۔[۱] ان کے ہاں وحدۃ الوجود اور

---

[۱] شاہ ولی اللہ نے اپنے دور کے ایک مشہور عالم اسماعیل آفندی مدنی کے سوال کے جواب میں ایک مکتوب گرامی رقم فرمایا۔ یہ مکتوب شاہ صاحب ؒ کی کتاب "تفہیمات الٰہیہ" جلد دوم میں درج ہے۔ اس مکتوب میں شاہ صاحب ؒ نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں نظریات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح شاہ رفیع الدین ؒ نے بھی اپنی کتاب "دمغ الباطل" میں بھی مذکورہ دونوں نظریات میں تطبیق دینے کی سعی فرمائی ہے۔

وحدۃ الشہود کی وہ تعبیر جو حضرت مجددؒ نے ''ہمہ اوست'' اور ''ہمہ از اوست'' سے کی ہے وہی زیادہ مقبول ہے۔ مولانا شیخ رشید الحق خان عابد نے اپنے ایک مضمون میں یہ دلچسپ نقطہ بیان کیا ہے کہ اپنی زندگی کے آخری دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نظریہ وحدۃ الوجود کی منزل سے بھی آگے نکل گئے تھے جس کا مجددی حضرات کم ہی ذکر کرتے ہیں۔[۲] متاخرین میں سے حضرت شاہ عبد العزیز وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تعبیر ''ہمہ اوست'' اور ''ہمہ از اوست'' کے بجائے ''اوست'' سے کرتے تھے۔[۳]

نظریہ ''وحدۃ الشہود'' کا پس منظر

برصغیر میں صوفیائے خام کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں میں سب سے بڑی گمراہی اتحاد و حلول کا وہ عقیدہ تھا جس کی بنیاد غلط طور پر وحدۃ الوجود کے نظریہ پر رکھی گئی تھی، اصل واقعہ یہ تھا کہ بعض متقدمین اکابر سے غلبۂ حال اور سکر کی حالت میں کچھ ایسے کلمات سرزد ہوئے ہیں جن میں وحدت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ پھر بعض حضرات مثلاً شیخ اکبر ابن عربی وغیرہ نے اس نظریہ کو علمی رنگ میں رنگ کر ''وحدۃ الوجود'' (ہمہ اوست) کے عنوان سے تعبیر کیا۔ ناقص الخیال حضرات نے اکابرین کی مراد کو سمجھنے کی بجائے حلول و

---

۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ، بابت ماہ ستمبر 2010ء

۲ مولانا عبد الحمید سواتیؒ (م ۲۰۰۷ء) برصغیر میں فکر شاہ ولی اللہؒ کے ممتاز شارح ہیں، محولہ بالا قول انہوں نے ''دمغ الباطل'' کے مقدمہ میں یہ قول نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (مقدمہ ''دمغ الباطل''، ص: ۲۵، ادارہ نشر و اشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، 1976ء)

اتحاد کا دعویٰ شروع کر دیا پھر اس ایک اصل سے نہ معلوم گمراہیوں کی کتنی شاخیں نکلیں۔ بہت سے مدعیان بے خبر نے کہا کہ عالم میں جو کچھ ہے بس خدا ہی ہے، زمین بھی خدا ہے، آسمان بھی خدا ہے، شجر وحجر، نباتات وجمادات اور ان کے مرکبات غرض سب خدا ہی خدا ہیں۔ اسلام کا چہرہ جس قدر ان صوفیائے خام اور نام نہاد اہل تصوف نے مسخ کر دیا تھا اس کا صحیح اندازہ کچھ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کے سامنے اکبری دور کے غیر اسلامی تصوف کی پوری تاریخ ہو۔ صحیح بات یہ ہے کہ مغل حکمران جلال الدین محمد اکبر کو گمراہ کرنے میں بنیادی کردار ان گمراہ صوفیوں کا تھا۔ صوفیائے خام کے خطرناک اثرات کا ذکر کرتے ہوئے ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

> شیخ تاج الدین ولد شیخ زکریا اجودھنی دہلوی، شیخ امان اللہ پانی پتی کا شاگرد اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔ علم تصوف اور علم توحید میں وہ ثانی شیخ ابن عربی سمجھا جاتا تھا، راتوں میں معلق چارپائی پر اوپر جا کر رات بھر اہل تصوف کے شطحیات اور مزعومات سنایا کرتا تھا، وہ چونکہ شرعی پابندیوں کا قائل نہیں تھا اور اس نے وحدت الوجود کا نظریہ اور فصوص الحکم کے دوسرے مسائل مثلاً ”ترجیح رجا بر خوف“ ”فرعون دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوا وغیرہ بخوبی بادشاہ کے ذہن نشین کرا دیئے، چنانچہ اس کا عقیدہ ہو گیا تھا کہ کافر دوزخ کی آگ میں ڈالے تو ضرور جائیں گے لیکن یہ عذاب ان کے لئے دائمی نہیں بلکہ

عارضی ہوگا۔[۱]

صلح کل کی پالیسی نے ملک میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جسے ملا عبدالقادر بدایونی ''مسلمانان ہندو مزاج'' لکھتا ہے۔ دوسری طرف ہندو بھی ''رام'' اور ''رحیم'' کو ایک ہی چیز سمجھنے لگے۔ مذہبی تکثیریت پر مبنی ہندوستانی معاشرے میں، جہاں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے ہیں، حکومتی سطح پر مذہبی رواداری اور سیکولر رویہ قابل فہم اور قابل قبول ہو سکتا تھا۔ لیکن مذہبی بنیادوں پر صلح کل کی پالیسی کے نتیجے میں ہندوستان دارالاسلام سے ایک سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل ہو گیا۔ اس کوتاہی سے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو جو زبردست نقصان پہنچنے کا اندیشہ پیدا ہو چکا تھا اس کی اگر فوری تصحیح نہ کی جاتی تو نہ صرف مسلمان اپنے تشخص سے محروم ہو جاتے بلکہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح ہندو دھرم میں گم ہو جاتا۔ اکبری دور میں علمائے سو اور نام نہاد روحانی پیشواؤں نے حلول کے متعلق ہندوؤں کے نظریہ کی تائید میں مغل حکمران جلال الدین محمد اکبر کے سامنے دلائل کا طومار باندھا اور اس کے ذہن کو پختہ کر دیا کہ حلول کا مسئلہ اسلام کے عین مطابق ہے اور بادشاہ خود بھی اس کا مصداق ہے۔ سید زوار حسین شاہ رقمطراز ہیں:

۱۔ منتخب التواریخ، ص: ۴۶۸

"حضرت مجددؒ کے دور میں اکثر صوفیہ وحدۃ الوجود میں رنگے ہوئے تھے ان کا اکثر و بیشتر وقت سکر کی حالت میں گزرتا تھا اور وہ اٹھتے بیٹھتے وحدۃ الوجود کا پرچار کرتے رہتے تھے، اس نظریہ کو قبول کرنے سے اکبر پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ "خدا کی پرستش کے بہت سے طریقے ہیں اور تمام مذاہب حقیقت پر مبنی ہیں۔" جب تمام موجودات مظاہر الٰہی ہیں تو بچھڑے اور ستارے کی صورت میں بھی خدا ہی کی پرستش ہوگی۔[1]

حضرت مجدد ایسے ہی صوفیوں کے متعلق فرماتے ہیں: "اس زمانے کے اکثر صوفی نما جہلا علمائے سو کا حکم رکھتے ہیں اور ان کا فساد متعدی ہے۔[2]

بعض صوفی ہر چیز کو تو خدا نہیں کہتے تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ فقیر جب کامل ہو جاتا ہے تو وہ خدا سے متحد ہو جاتا ہے اور اس کی ہستی گویا خدا کی ہستی میں تحلیل ہو جاتی ہے اور اس کی سند بھی بعض عارفوں کے کلمات سے پکڑی جاتی تھی۔ حضرت مجددؒ قدس سرہ نے اس کا بھی رد فرمایا اور اس کو بھی کفر و زندقہ قرار دیا:

---

[1] سید زوار حسین شاہ، "حضرت مجدد الف ثانی"، ص:۳۰۴، (ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی، ۱۹۷۲ء)

[2] مجدد الف ثانی "شیخ احمد سرہندیؒ، (1563-1624ء) "مکتوبات امام ربانی"، (مترجم: مولانا سعید احمد نقشبندیؒ)، دفتر اول، مکتوب نمبر:۴۷، (مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی، ۱۹۷۲ء، مجلدات:3)

''اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے لیکن حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے، اس احاطہ اور قرب و معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں، اور جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے ہیں وہ اس سے بھی منزہ اور پاک ہے، اس لئے کہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہئے اور جو کچھ مکشوف و مشہود ہو اس کو لا کی نفی کے نیچے لانا چاہئے۔''[۱]

بعض عارفوں کے کلام میں ''محو و اضمحلال'' کے الفاظ آئے ہیں، صوفیائے خام نے اس کو بھی اپنے لئے سند بنایا اور سمجھے کہ اس سے ''محو و اضمحلال عینی'' مراد ہے یعنی عارف کا خدا تعالیٰ کی ہستی میں تحلیل ہو کر ''من تو شدم تو من شدی'' کا مصداق ہو جانا ہے۔ اس کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:

''ہاں کسی شے تک پہنچنا اور ہے اور اس شے میں مضمحل ہونا امر دیگر ہے اور بعض مشائخ ؒ کی عبارت میں جو لفظ محو و اضمحلال

[۱] ''مکتوبات امام ربانی''، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۶۷

استعمال ہوتا ہے اس سے مراد محو و اضمحلال نظری ہے، نہ کہ عینی (یعنی حقیقی اور ذاتی) یعنی سالک کا تعین (اپنا وجود شخصی) اس کی نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے نہ یہ کہ نفس الامر میں (یعنی فی الواقع) محو ہو جاتا ہے کیونکہ یہ الحاد و زندقہ ہے، اس راستہ کے بعض ناقص لوگ اِن وہم میں ڈالنے والے الفاظ سے محو و اضمحلال عینی جان کر زندقہ تک پہنچ گئے ہیں، اور آخرت کے عذاب و ثواب کا انکار کر دیا ہے اور انھوں نے خیال کیا ہے کہ جس طرح (آغاز میں) وحدت سے کثرت میں آئے ہیں اسی طرح دوسری مرتبہ (انجام کار) کثرت سے وحدت میں چلے جائیں گے اور یہ کثرت اس وحدت میں مضمحل ہو جائے گی، اور ان زندیقوں سے بعض نے اس محو ہونے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے اور حشر و نشر و حساب و صراط و میزان سے انکار کیا ہے، ضلوا فاضلوا کثیرا من الناس (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔)۔۔۔۔۔۔۔۔لوگ شاید اندھے ہیں، دیکھتے نہیں کہ جب کسی کامل سے عجز و نقص و احتیاج زائل نہیں ہوئے تو پھر وحدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنی ہوئے، اور اگر وحدت کی طرف رجوع کرنا موت کے بعد خیال کیا ہے تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب آخرت کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو باطل سمجھتے ہیں''۔[1]

یہ تو ان زندیقوں کا رد ہوا جو ساری کائنات یا کم از کم کاملین کے خدا بن جانے یا خدا کے ساتھ متحد ہو جانے کے قائل ہیں لیکن اسی قبیل کی ایک گمراہی یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور خاص کر سید الانبیاء سرورِ دو عالم ﷺ کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ متحد سمجھا جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس گمراہانہ ومشرکانہ عقیدہ کو بھی بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا، چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''اور اسی قسم سے بعض مشائخ کا وہ کلام ہے جو انھوں نے (حالت) سکر میں کہا ہے کہ جامعیت محمدی ﷺ جامعیت الٰہی سے زیادہ جامع ہے، چونکہ یہ لوگ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امکان و وجوب کی حقیقت کا جامع جانتے ہیں، اس لئے حکم کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کی جامعیت اللہ جلِ شانہ کی جامعیت سے زیادہ ہے، یہاں بھی صورت کو حقیقت تصور کر کے حکم کیا ہے، حضرت محمد ﷺ مرتبۂ وجوب کی صورت کے جامع ہیں نہ کہ حقیقت وجوب کے، اور اللہ تعالیٰ حقیقی واجب الوجود ہے، اگر وجوب کی حقیقت اور اس کی صورت کے درمیان تمیز کرتے تو ایسا حکم نہ کرتے، اس قسم کے سکر یہ احکام سے اللہ کی پناہ، حضرت محمد

---

[1] ''مکتوبات امام ربانی''، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۲۹۴

ﷺ ایک بندہ ہیں، محدود اور متناہی ہیں اور حق تعالیٰ و تقدس غیر محدود اور نا متناہی ہے"[1]

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی یہ بہت بڑی دینی خدمت ہے کہ آپ نے ہندوستان کے اندر ایک ایسے سلسلۂ تصوف کی بنیاد رکھی جو شریعت کے تابع ہے۔ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کا اصل سہرا صوفیہ کرام کے سر ہے، اس وجہ سے یہاں اسلام پر شروع ہی سے تصوف کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ سرزمینِ ہند میں صوفیہ کرام کے اثرات اتنے گہرے ہیں کہ ایک ڈیڑھ صدی پہلے تک تو کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ کسی صوفیانہ سلسلے میں داخل ہوئے بغیر بھی انسان اسلام کی برکات سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اس پس منظر میں اسلام کی بڑی خدمت یہی ہو سکتی تھی کہ ایک ایسے سلسلۂ تصوف کو ترقی دی جائے جو پوری طرح شریعت کے تابع ہو۔

نظریہ "وحدۃ الوجود" کی درست تعبیر

حضرت مجدد ؒ نے ایک طرف تو وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات اور اس کے نتیجے میں پھیلنے والی گمراہی کی قباحتوں کو ظاہر فرمایا اور اس کو الحاد و زندقہ قرار دیا اور دوسری طرف ان اکابر صوفیائے کرام کی مراد ظاہر فرمائی جو "وحدۃ الوجود" اور "ہمہ اوست" کے قائل ہیں، اور بتایا کہ اس قسم کے کلمات سے ان کا مقصد یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہے یا یوں کہیے کہ اس کا وجود حقیقی اور اصلی ہے اور باقی

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۹۵

تمام موجودات کا وجود محض ظلی ہے جو قابل اعتبار و لائق شمار نہیں ہے، چنانچہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> ''اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اس عبارت کے اور معنی بھی ہیں جو اتحاد و حلول سے بعید ہیں یعنی سب نیست ہیں اور حق تعالیٰ ہی موجود ہے نہ یہ کہ سب ہست ہیں اور حق تعالیٰ کے ساتھ ہی متحد ہیں۔ اس قسم کی بات کوئی بے وقوف اور نادان بھی نہیں کہتا۔ بزرگوں سے کس طرح متصور ہو سکتی ہے، اور چونکہ غلبۂ محبت کے باعث محبوب کے سوا سب کچھ ان بزرگواروں کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے سوا کچھ بھی ان کے مشاہدہ میں نہیں رہتا اس لئے ہمہ اوست کہہ دیتے ہیں یعنی یہ سب کچھ جو ثابت و موجود دکھائی دیتا تھا سراسر وہم و خیال ہی ہے، موجود صرف حق تعالیٰ ہی ہے، اس صورت میں جزئیت و اتحاد کی آمیزش ہے نہ حلول و تلون کا گمان، لیکن اس کے باوجود یہ فقیر اس قسم کی عبارتوں کو پسند نہیں کرتا اور اس قسم کے مقاصد سے ہر طرح مبرا ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے مرتبہ تقدیس و تنزیہ کے لائق نہیں ۔ یہ اشیاء کیا ہیں جو اس کا مظہر ہو سکیں۔
> ع در کدام آئینہ در آید اُو، اور ان میں یہ طاقت و مجال کہاں ہے کہ ظہور کے اعتبار سے بھی اس پر محمول ہو سکیں، اگر مظہر بھی ہیں تو

حق تعالیٰ کے ظلال میں سے کسی ظل کے مظہر ہیں، اور وہ ظل کہ جس کا یہ مظہر ہیں حق تعالیٰ کے ظلال میں سے وہ ظل ہے جس سے لیکر ذات تعالیٰ تک کئی ہزار ظلال درمیان میں ہیں، آپ نے یہ سنا ہی ہوگا کہ ''اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ'' (اللہ تعالیٰ کے لئے ستر ہزار نور وظلمت کے پردے ہیں [1]

محققین صوفیہ وجودیہ ہرگز اس کے قائل نہیں ہیں کہ ذات باری ممکنات کے ساتھ اتحاد وحلول یا امتزاج رکھتی ہے، اور نہ وحدۃ الوجود کے عقیدے کا یہ مطلب ہے۔ جو شخص حلول واتحاد یا امتزاج کا عقیدہ رکھتا ہے صوفیہ وجودیہ کے نزدیک بھی وہ گمراہ اور زندیق ہے۔ ''حُلولیہ'' جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے بندے کی روح کے اللہ کے ساتھ حلول وامتزاج کے قائل ہیں اور ان کے ہاں بندے کا بلند ترین مقام یہ ہے کہ اس کی روح خدا کے ساتھ حلول اور امتزاج کر جائے۔ یہ وہی بات ہے جس کو بدھ مت میں ''نروان'' کہتے ہیں۔ چنانچہ کشف المحجوب میں حضرت علی ہجویری ؒ اس نوعیت کے گمراہ کن نظریات پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انسانی روح حادث اور مخلوق ہے اس کا قدیم، خالق اور اپنے صانع کے ساتھ کسی طرح بھی امتزاج وحلول ممکن نہیں۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی''، دفتر سوم مکتوب نمبر:۸۹

دراصل اسی طرح کے لوگ ہیں جن کی وجہ سے اہل علم و دین ،صوفیہ اور اہل تصوف سے برگشتہ ہوتے ہیں۔صوفیہ کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے گمراہ لوگوں سے علیحدگی اور برأت اختیار کریں ،اور ان سے مداہنت برت کر علماء اور عام مسلمانوں کو اپنے آپ اور طریقت وحقیقت سے بدگمان اور متنفر نہ کریں۔"[1]

نظریہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں تطبیق

حضرت مجدد ثانیؒ نے اپنے روحانی ارتقاء کی جو داستان بیان فرمائی ہے اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ خود حضرت مجددؒ ایک مدت تک "وحدۃ الوجود" کی منزل میں سرگرداں رہے۔آپ نے اپنے مکتوبات میں اس گتھی کو سلجھایا کہ وحدۃ الوجود راہِ سلوک کی ابتدائی منزل ہے اور جو شخص اس منزل سے گزر جاتا ہے اس پر مقام وحدۃ الشہود منکشف ہو جاتا ہے جو شریعت کے عین مطابق ہے۔آپ رقمطراز ہیں:

"میرے مخدوم! یہ فقیر بچپن سے توحید وجودی والے حضرات کے مشرب پر تھا اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہ العزیز بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود جو مرتبۂ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے ہمیشہ اسی

[1] علی ہجویریؒ، "کشف المحجوب"، (مترجم: میاں طفیل محمد)، ص: ۲۷۳-۲۷۴، (اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۸۷ء)

طریق پر مشغولیت رکھتے رہے اور اس مضمون کے مصداق کہ فقیہ کا بیٹا آدھا فقیہ ہوتا ہے فقیر کو اس مشرب سے بلحاظ علم بہت زیادہ حصہ اور بڑی لذت حاصل تھی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد و ہدایت کی پناہ والے حقائق و معارف کے جاننے والے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولا و قبلہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں رسائی نصیب کی اور انھوں نے فقیر کو طریقہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی، اس طریقہ علیہ کی مشق کے بعد تھوڑی مدت میں توحید وجودی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں حد سے بڑھ کر زیادتی پیدا ہوئی اور اس مقام کے علوم و معارف بکثرت ظاہر ہوئے اور اس مرتبہ کے دقائق میں سے شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہو جس کو فقیر پر منکشف نہ کیا ہو۔۔۔۔۔۔ اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی، ناگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت بے غایت غیب کے جھروکوں سے میدان ظہور میں جلوہ گر ہوئی اور اس پردے کو جو بیچونی و بیچگونی کے چہرہ کو ڈھانپے ہوئے تھا، اتار پھینکا اور سابقہ علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور احاطہ و سریان و قرب و معیت ذاتیہ جو اس مقام

میں ظاہر ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ صانع عالم کو عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں ہے، حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سعیہم کے نزدیک ثابت و مقرر ہے۔ حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے بلند شان والا اور پاک ہے اور عالم عالَم ہے۔۔۔۔۔۔۔پس بہتر وہی ہے جو علماء اہل سنت و جماعت نے بیان کیا ہے کہ قرب و احاطہ علمی ہے، اور توحید وجودی کے مشرب کے مخالف علوم و معارف کے حاصل ہونے کے وقت یہ فقیر بہت بے قرار ہوا کیونکہ اس توحید سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ امر نہیں جانتا تھا اور عاجزی وزاری سے دعا کیا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہو، یہاں تک کہ سارے حجاب سامنے سے زائل ہو گئے اور حقیقت کما حقہ منکشف ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم ہر چند صفاتی کمالات کا آئینہ اور اسمائے ظہورات کی جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے جیسا کہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے۔"[1]

حضرت مجددؒ کے پیرو مرشد حضرت باقی باللہ بھی ایک دور میں توحید وجودی کا

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر اول، مکتوب نمبر:۳۱

مشرب رکھتے تھے، لیکن پھر روحانی ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے اس مقام پر فائز ہوئے جہاں آپ پر توحید وجودی منکشف ہوگئی۔ حضرت مجدد اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

"معرفت کی پناہ والے ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کچھ مدت تک توحید وجودی والوں کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور خطوں میں بھی اس کو ظاہر فرماتے تھے لیکن آخر کار حق تعالیٰ نے اپنی کمال عنایت سے اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ پر ڈال دیا اور اس معرفت کی تنگی سے خلاصی بخشی۔ میاں عبدالحق جو حضرت قدس سرہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہوگیا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہے، اس سے پہلے بھی جانتا تو تھا مگر اب ایک قسم کا یقین حاصل ہوا ہے۔ اور یہ فقیر بھی کچھ مدت تک حضرت قدس سرہ کی درگاہ میں توحید (وجودی) کا مشرب رکھتا تھا اور اس طریق کی تائید میں مقدمات کشفیہ بہت ظاہر ہوئے تھے لیکن خدائے تعالیٰ کی عنایت نے اس مقام سے گذار کر جس مقام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چاہا مشرف فرمایا۔"[1]

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۴۳

اس مکتوب گرامی سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود عقیدۂ توحید کی مختلف تعبیرات اور توحید باری تعالیٰ کی معرفت کے مختلف مقامات ہیں، تاہم حضرت مجدد کمالاتِ ولایت کے حصول کے لئے توحید شہودی کو لازم سمجھتے ہیں

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی حقیقت

حضرت مجددؒ کے نزدیک فنا و بقا اور کمالاتِ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کے حصول کے لئے توحید وجودی بالکل درکار نہیں ہے بلکہ توحید شہودی کی منزل حاصل ہونی چاہئے تاکہ فنا متحقق ہو جائے اور ماسوی اللہ کا نسیان حاصل ہو جائے۔ آپ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں:

"اول جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے وہ شیخ محی الدینؒ ابن عربی ہیں، اس سے پہلے کے مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی پر حمل کرنے کے قابل ہیں، کیونکہ جب وہ حق جل شانہ کے غیر کو نہیں دیکھتے تو بعض کہتے ہیں: لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ (میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کچھ نہیں) اور بعض سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ (میں سبحان ہوں، میری شان بلند ہے) پکار اٹھتے ہیں، اور بعض لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں اس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے) کی آواز لگاتے ہیں، یہ سب پھول ایک ہی "یک بینی" کی شاخ سے کھلتے ہیں۔ ان عبارتوں میں سے کوئی بھی وحدت وجود

پر دلالت نہیں کرتی اور جس شخص نے مسئلہ وحدت وجود کو ابواب و فصول میں لکھا ہے اور صرف ونحو کی طرح اس کو تالیف کیا ہے وہ شیخ محی الدین ہی ہیں اس مسئلہ کے بعض دقیق معارف کو اپنے ساتھ مخصوص و منسوب کیا ہے، حتی کہ انھوں نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم و معارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے اور خاتم ولایت محمدی اپنے آپ کو جانتا ہے اور اس کے شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ اگر بادشاہ اپنے خزانچی سے کوئی چیز لے لے تو کیا نقصان ہے۔ غرض فنا و بقا اور کمالاتِ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کے حصول کے لئے توحید وجودی بالکل درکار نہیں ہے توحید شہودی حاصل ہونی چاہئے تا کہ فنا متحقق ہو جائے اور ماسوی اللہ کا نسیان حاصل ہو جائے۔ ہوسکتا ہے کہ سالک ابتداء سے انتہا تک سیر کر جائے اور توحید وجودی کے علوم و معارف میں سے کچھ بھی اس پر ظاہر نہ ہو بلکہ قریب ہے کہ ان علوم کا انکار کر دے۔ فقیر کے نزدیک وہ راستہ جو ان معارف کے ظہور کے بغیر سلوک کے ساتھ میسر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے جو اس ظہور پر مشتمل ہے اور نیز اس راہ (توحید شہودی) کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں اور اس راہ (توحید وجودی) کے چلنے والے اکثر راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں اور دریا سے قطرہ کے ساتھ سیراب ہو جاتے

ہیں اور ظل کے اصل کے ساتھ اتحاد کے وہم میں گرفتار رہتے اور اصل سے محروم ہو جاتے ہیں، اور یہ حقیقت اس فقیر نے تجربات سے معلوم کی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اور فقیر کو اگرچہ راہ ثانی (یعنی توحید وجودی کی راہ) سے سیر و سلوک میسر ہوا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل ہوا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت اس فقیر کے شامل حال تھی اور فقیر کی سیر محبوبی تھی اس لئے راستہ کے جنگلوں اور صحراؤں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کرا دیا اور کمال مہربانی سے ظلال سے گزار کر اصل تک پہنچا دیا اور جب معاملہ مریدوں تک پہنچا تو معلوم ہوا کہ دوسرا راستہ (یعنی توحید شہودی کی راہ) وصول کے زیادہ قریب اور حصول کے لئے زیادہ آسان ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (الاعراف، ۷: ۴۳) (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے، بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔)[1]

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۲۷۲

حضرت مجدد ؒ کی نظر میں فنا و بقا شہودی ہے وجودی نہیں، چنانچہ آپ ؒ فرماتے ہیں:

"فنا و بقا شہودی ہے وجودی نہیں کیونکہ بندہ (کا وجود) ناچیز (فنا) نہیں ہوتا اور نہ ہی حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔ بندہ ہمیشہ بندہ ہے اور خدا ہمیشہ خدا ہے، وہ لوگ زندیق ہیں جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے وجودی تعینات کو رفع کر کے اپنی اصل کے ساتھ جو کہ تعینات و قیود سے پاک ہے متحد ہو جاتا ہے اور اپنے آپ سے فانی ہو کر اپنے رب کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے، جس طرح سے کہ قطرہ اپنے آپ سے فانی ہو کر دریا سے مل جاتا ہے اور اپنی قید کو رفع کر کے مطلق کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ اَعَاذَ نَا اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ عَنْ مُعْتَقِدَاتِهِمُ السَّوْءِ (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برے عقائد سے بچائے) فنا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ماسوی اللہ کو بھول جائے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کی گرفتاری اور تعلق باقی نہ رہے اور سینہ و دل کا میدان اپنی تمام مرادوں اور خواہشوں سے پاک و صاف ہو جائے جیسا کہ مقام بندگی کے مناسب ہے، اور مقام بقا کے مناسب یہ ہے کہ انفسی آیات کے مشاہدہ کے بعد بندہ اپنے مولا جل شانہ کی مرادوں پر قائم رہے اور حق تعالیٰ کی مرادوں کو عین اپنی مرادیں معلوم کرے۔"[1]

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر دوم مکتوب نمبر:۹۹

حضرت مجدد الف ثانی فنا فی اللہ و بقا باللہ کی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فنا و بقا سے کہ جس کے حاصل ہونے کو ولایت سے تعبیر کیا جاتا ہے صرف یہی یقین مقصود ہے اور اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کچھ اور معنی ایسے مراد لیں جن سے حق تعالیٰ کا مخلوق میں حلول کرنے کا وہم پڑتا ہو تو البتہ یہ عین الحاد و زندقہ ہے۔ غلبۂ حال اور سکر کی حالت میں بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں کہ آخر ان سے گذر جانا اور توبہ و استغفار کرنا چاہئے، ابراہیم بن شیبان جو کہ مشائخ طبقات قدس سرہم میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ فنا و بقا کا علم اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت (خالص توحید اور صحیح بندگی) کے گرد پھرتا ہے اور اس کے سوا مغالطہ اور زندقہ ہے، اور حق یہ ہے کہ وہ سچ فرماتے ہیں اور یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے، فنا فی اللہ سے مراد حق تعالیٰ کی مرضیات (رضا مندیوں) میں فانی ہونا ہے اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ وغیرھما بھی اسی قیاس پر ہیں۔[1]

ابن عربی ؒ کے نقطہ نظر کی وضاحت

صوفیہ کرام کا وہ گروہ جو توحیدِ وجودی کا قائل ہے عام طور پر ابن عربی ؒ کی تعبیرات کو ہی

---

[1] مکتوبات امام ربانی''، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۹۷

دلیل بناتا ہے اس لئے حضرت مجددؒ نے اپنے مکتوبات میں شیخ موصوف کے نظریات اور تعبیرات کی وضاحت فرما کر ان کی مراد کو واضح کر دیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسئلہ توحید کی اکثر تحقیقات میں شیخ محی الدین ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ) حق پر ہیں۔ لیکن بعض لوگ ان کے نظریہ کو صحیح طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے ان پر تنقید کرتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ان کے نقطہ نظر کی غلط تعبیرات کے نتیجہ میں گمراہی کے راستے پر چل نکلتے ہیں۔ شیخ مجددؒ فرماتے ہیں:

''شاید یہ مسئلہ توحید متقدمین صوفیہ میں اچھی طرح صاف اور واضح نہیں ہوا تھا ان میں سے جو کوئی مغلوب الحال ہو جاتا تھا اس سے اس قسم کے اتحاد نما توحیدی کلمات سرزد ہو جاتے تھے اور غلبہ سکر کے باعث وہ اس سرّ کو نہ پا سکتا تھا اور ان عبارتوں کے ظاہر کو حلول و اتحاد کی آمیزش سے پھیر نہ سکتا تھا اور جب شیخ بزرگوار محی الدین ابن عربی قدس سرہ تک نوبت پہنچی تو انھوں نے کمال معرفت سے اس دقیق مسئلہ کی تشریح فرمائی اور ابواب و فصول میں ترتیب دے کر صرف ونحو کی طرح مدون فرمایا، اس کے باوجود اس طائفہ کے بعض لوگوں نے شیخ موصوف کی مراد کو نہ سمجھنے کے باعث ان کو غلطی پر کہا اور ان پر طعن وملامت کی، اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے لوگ حق بات سے دور ہیں، شیخ کی بزرگی اور ان کے علم کی

زیادتی اس مسئلہ کی تحقیق سے (جو شیخ نے کی ہے) معلوم کرنی چاہیے اور ان پر رد و طعن نہیں کرنا چاہیے، اس مسئلہ پر جس قدر غور و بحث کی جاتی ہے متاخرین کے مختلف فکروں کے ملنے سے زیادہ واضح و صاف ہوتا جاتا ہے اور حلول و اتحاد کے شبہات سے دور ہوتا جاتا ہے۔"[1]

ایک دوسرے مکتوب میں شیخ مجددؒ نے صوفیہ وجودیہ اور علماء کے نزاع کو محض لفظی نزاع قرار دیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ صوفیائے کرام میں سے جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں، ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہ تنزل کر کے تشبیہ بن گیا ہے اور واجب ممکن ہو گیا ہے اور بے چون (بے مثل) چون (مثل) میں آ گیا ہے، کیونکہ یہ سب کفر و الحاد اور گمراہی و زندقہ ہے وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت اور نہ تنزل ہے نہ تشبیہ۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ پس وہ ایسی پاک ذات ہے جو کائنات و موجودات کے حدوث (نئے پیدا ہونے) سے اپنی ذات و صفات و اسما

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر سوم، مکتوب نمبر: ۸۹

میں متغیر نہیں ہوتا، حق تعالیٰ اپنی اسی مطلقِ محض ہونے کی صفت پر ہے، وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف مائل نہیں ہوا بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں، اشیاء نیست (معدوم) ہیں اور موجود وہی ذات تعالیٰ وتقدس ہے، منصور نے جو" انا الحق" کہا تو اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کیونکہ یہ کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب ہے بلکہ اس کے قول کے معنی یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق تعالیٰ موجود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات جانتے ہیں اور کسی قسم کے تنزل کی آمیزش اور تغیر وتبدل کے گمان کے بغیر حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے خیال کرتے ہیں جس طرح اگر کسی شخص کا سایہ دراز ہو جائے تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وہ شخص تنزل کر کے ظل میں ظاہر ہوا ہے، بلکہ وہ شخص اپنی خالص اصالت پر ہے اور ظل اس سے کسی تنزل وتغیر کی آمیزش کے بغیر وجود میں آیا ہے، البتہ بعض اوقات ان لوگوں کی نظر سے جنھوں نے اس شخص سے کمال درجہ کی محبت پیدا کر لی ہے اس کمال محبت کے باعث سایہ کا وجود پاشیدہ ہو جاتا ہے اور اس شخص کے سوا ان کو کچھ مشہود نہیں ہوتا تو ہو سکتا ہے کہ اس وقت یہ کہہ دیں

کہ ظل عین شخص ہے یعنی ظل معدوم ہے اور موجود وہی شخص ہے اور بس۔ اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ اشیاء صوفیہ کے نزدیک حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں نہ کہ حق تعالیٰ کا عین۔ پس اشیاء حق تعالیٰ سے ہوں گی نہ کہ حق تعالیٰ ہوں گی، پس ان کے کلام ہمہ اوست کے معنی ہمہ از وست ہوں گے جو کہ علمائے کرام کے نزدیک مختار ہیں اور علمائے کرام وصوفیہ عظام اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کی کثرت فرمائے، کے درمیان حقیقت میں کوئی نزاع ثابت نہیں ہوگا اور ہر دو اقوال کا انجام ایک ہی ہوگا، صرف اس قدر فرق ہے کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات کہتے ہیں اور علماء اس لفظ سے بھی اجتناب کرتے ہیں تا کہ حلول واتحاد کا وہم پیدا ہونے کے مواقع سے بچیں۔[۱]

اثرات

سطورِ بالا کے مطالعہ سے واضح ہے کہ وحدۃ الوجود کا نظریہ مسلمان صوفیہ میں ہمیشہ موجود رہا ہے، یہ اصلاً راہِ سلوک کی منازل میں سے ایک منزل ہے، لیکن جب غیر محتاط صوفیہ نے عوامی سطح پر اس نظریے کی عقیدے کے طور تبلیغ شروع کی تو اس سے طرح طرح کی غلط فہمیوں نے جنم لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ درخت اپنی جڑ سے نہیں بلکہ اپنے پھل سے پہچانا

---

۱ مکتوبات امام ربانی''، دفتر دوم، مکتوب نمبر: ۴۴

جاتا ہے اور وحدۃ الوجود ایک عقیدے کے روپ میں جس طرح برگ و بار لانے لگا تھا وہ ایک حامی شریعت اور بالغ نظر داعی کے لئے باعث تشویش تھا۔ حضرت مجددؒ کے سامنے یہ نازک صورتِ حال تھی کہ وحدۃ الوجودی صوفیہ کے نقطۂ نظر کو اس انداز میں علمی تنقید کا نشانہ بنایا جائے کہ اہل تصوف کی حرمت بھی قائم رہے اور شریعت کا دامن بھی تار تار نہ ہونے پائے، اور حق یہ ہے کہ شیخ مجددؒ نے اس نازک منصب کو جس طرح نبھایا ہے وہ بے مثال ہے۔ شیخ مجددؒ نے جس اسلوب میں شریعت و طریقت کے باہم لازم و ملزوم ہونے کے اصل اسلامی تصور کو پھر سے دریافت کیا ہے اس پر امت مسلمہ اور بالخصوص اسلامیان ہند ہمیشہ ان کی احسان مند رہیں گے۔ آپؒ نے شریعت کو طریقت کی لونڈی سمجھنے والے نام نہاد صوفیہ پر گرفت فرمائی اور دلائل سے ثابت کیا کہ طریقت، شریعت کے تابع اور اس کی خادم ہے۔ حضرت مجددؒ نے اہل تصوف اور مسلمان علماء کے درمیان اختلاف کو رفع کر دیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مجددؒ کی کوششوں کا جو فوری نتیجہ ظاہر ہوا وہ ''دین الٰہی'' کی صورت میں پھیلنے والے اکبری الحاد کا خاتمہ ہے۔ مغل حکمران اکبر کی موت کے ساتھ ہی صلح کل اور وحدۃ الوجودی نظریات کی غلط تعبیرات پر مشتمل دین الٰہی اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا، اگرچہ اکبر کے الحادی نظریات کا مکمل قلع قمع اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں ہوا۔ حضرت مجددؒ کی دعوتی تحریک کے نتیجے میں یہ بات ہمیشہ کے لئے طے ہو گئی کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں جو ایمانیات سے لے کر سماجی زندگی کے ہر پہلو تک ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ آپ نے اپنی تحریک میں اسلامی تشخص کے تحفظ کو سرعنوان

بنا کر اس حقیقت کو بالکل نمایاں کر دیا کہ اسلامیان ہند اپنے اسلامی تشخص پر کسی صورت سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں بجا طور پر آپ کو "دو قومی نظریہ" کا بانی کہا جاتا ہے۔

حضرت مجددؒ کی کوششوں نے اسلامیان ہند اور احتیاط پسند صوفیہ کرام پر جو اثرات مرتب کئے اس کے لئے یہاں ہم صرف ایک مثال بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ چشتی نظامی سلسلے کے مشہور شیخ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی (م ۱۱۴۳ھ) نے اپنے خلیفہ خاص حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں بعض خطوط میں ہدایت کی ہے کہ چونکہ اس وقت بادشاہ کے ساتھ اورنگ آباد میں مجددی خاندان کے صاحبزادے بھی ہیں اس لئے سماع وقوالی کی مجلس منعقد کرنے میں احتیاط برتی جائے مبادا کہ ان حضرات کو گرانی اور تکدر ہو۔[1] اس روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت مجددؒ کی کوششوں کے نتیجے میں صوفیہ کرام کے ہاں فکر و عمل اور شریعت و طریقت کی تعبیرات میں باہمی رواداری اور ہم آہنگی پروان چڑھنے لگی تھی اور برصغیر میں روحانی یکسانیت اور تنظیم کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے اور غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ سارے ملک میں ایک روحانی نظام نے اقتدار حاصل کر لیا تھا۔

حضرت مجددؒ کی کوششوں کے اثرات کی ایک دلچسپ مثال ہمیں مرزا غالب کے ہاں بھی ملتی ہے، مرزا نے ایک دفعہ بہادر شاہ ظفر کے دربار میں یہ ایک رباعی پڑھی:

---

[1] پروفیسر خلیق احمد نظامی، "تاریخ مشائخ چشت"، (مکتبہ نبویہ، لاہور، ۲۰۰۱ء)

جن لوگوں کو مجھ سے ہے عداوت گہری　　کہتے ہیں وہ مجھے رافضی اور دہری

دہری کیونکر ہو جو کہ ہووے صوفی　　شیعی کیونکر ہو ماوراء النہری

علامہ اقبال" ایک دور میں وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور اس تصور میں بڑے پختہ تھے۔ ۱۹۰۸ء میں انگلستان سے واپسی پر اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا مطالعہ کیا اور بڑے متاثر ہوئے۔ فکرِ مجدد کے مطالعہ سے اقبال کو اپنے نظریات پر مزید غور و فکر کا موقع ملا۔ افکارِ مجدد نے اقبال کے فکری ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔ اقبال اپنی ذہنی تبدیلی کا تذکرہ کرتے ہوئے ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو اپنے ایک خط میں خواجہ حسن نظامی کے نام لکھتے ہیں:

> "میری نسبت بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرا فطری اور آبائی میلان (وحدۃ الوجودی) تصوف کی طرف ہے اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے کے بعد یہ میلان اور تیز ہو گیا تھا، کیونکہ فلسفہ یورپ بحیثیت مجموعی وحدۃ الوجود کی طرف رخ کرتا ہے، مگر قرآن پر تدبر کرنے اور تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی ہے اور میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے خیال کو ترک کر دیا۔"[1]

علامہ اقبال" حضرت مجدد" کے روحانی فیوض و برکات کے بڑے معترف ہیں۔

---

[1] سید مظفر حسین برنی "کلیات مکاتیب اقبال" جلد اول، دہلی اردو اکادمی، ۱۹۸۹ء

اقبالؒ کے فکری ارتقاء میں حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کا بڑا حصہ ہے۔ خواجہ حسن نظامی کے نام مکتوب میں رقمطراز ہیں:

''حضرت امام ربانیؒ نے مکتوبات میں ایک جگہ بحث کی ہے کہ ''گسستن'' اچھا ہے یا ''پیوستن''؟ میرے نزدیک گسستن عین اسلام ہے اور پیوستن رہبانیت یا ایرانی تصوف ہے اور میں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ نے مجھے ''سر الوصال'' کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو کہا تھا کہ مجھے ''سر الفراق'' کہا جائے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا، جو حضرت مجدد الف ثانی نے کیا ہے۔ آپ نے تصوف کی اصطلاحات میں اگر میں اپنے مذہب کو بیان کروں تو یہ ہوگا: ''شانِ عبدیت انتہائی کمال روحِ انسانی کا ہے، اس سے آگے کوئی مرتبہ یا مقام نہیں۔''[1]

اقبال کے مذہب کی بنیاد حضرت مجددؒ کے اس کشفِ صحیح پر ہے:

''لہٰذا نہایت مراتبِ ولایت مقام عبدیت ست در درجات ولایت فوق عبدیت مقامے نیست۔''

''لہٰذا ولایت کے مرتبوں میں آخری مرتبہ ''مقام عبدیت'' ہے

---

[1] سید مظفر حسین برنی ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' جلد اول، دہلی اردو اکادمی، ۱۹۸۹ء

ولایت کے درجوں میں عبدیت کے کے درجے سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔"[1]

حاصل کلام یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ وہ عظیم روحانی شخصیت ہیں جنہوں نے صوفیہ کرام کی نمائندگی کرتے ہوئے برصغیر میں تصوف کے نام پر پھیلائی جانے والی بدعات کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک ایسی عظیم الشان تحریک کی بنیاد رکھی جس کے فیوض و برکات اور اثرات سے بعد کی صدیاں بھی پوری طرح لبریز نظر آتی ہیں خاص طور پر توحید وجودی کی غلط تعبیرات سے جن گمراہیوں نے جنم لیا آپ نے ان کا بروقت ادراک کرتے ہوئے توحید شہودی کی صورت میں اسلامی تصوف کو جو پہچان دی وہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اسلامی تصوف کو غیر اسلامی اثرات سے بچانے کے لئے حضرت مجدد ؒ کے کارناموں کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک "عمل تجدید" سے پہلے کے ہندوستان میں صوفیائے خام کے ہاتھوں اسلام پر جو مصیبت ٹوٹ پڑی تھی اس کو پوری طرح سمجھ نہ لیا جائے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس طبقہ کی گمراہیوں کی اصلاح کے لئے حضرت مجدد ؒ نے جو کچھ عملی اور قلمی کوششیں فرمائیں اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ حضرت مجدد کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے شریعت وطریقت کے درمیان ایک طرح کا توازن قائم کیا اور طریقت کو شریعت کی خادم قرار دے کر ہر طرح کے غیر اسلامی نظریات کی راہ میں روک لگادی۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی"، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصر حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں
حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی روشنی میں

افضل سعید

مظہر حسنِ حسنین ہیں یہ
وارثِ شاہ کونین ہیں یہ

ان کا فیضان فلک در فلک ہے
ان کے جلوے زمیں در زمیں ہیں

آج ان کے قدم کی بدولت
دل میں دین کے گل عنبریں ہیں

اصفیاء ان کے در کے سلامی
اتقیا ان کی نسبت سے نامی

میں غلام درِ مصطفیٰ ہوں
شیخ ذیشان کے در کا گدا ہوں

میں انہیں بھول پاؤں گا پھر کیوں
یہ میرے شہر دل میں مکین ہیں

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہر دور میں علماء کرام کا کردار کلیدی حیثیت کا رہا ہے۔ جب علماء معاشرہ میں فعال کردار اور خوف خدا کے ساتھ لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں تو دین کی سلامتی، ترویج و اشاعت ممکن ہوتی ہے۔ کیونکہ علماء انبیاء کے وارث، دین کا ستون اور اسلام کی بقا ہیں مختصراً یہ کہ علماء کا وجود دین و دنیا کی سعادتوں اور خوبیوں کا جامع ہے۔ یہ علماء کے کردار کا مثبت پہلو ہے۔

ان کے منفی پہلو بھی ہیں کہ جب یہ لوگ فعال نہیں رہتے حب جاہ و منصب اور حب زر پر فریفتہ ہوتے ہیں غرور و تکبر، ریاکاری و دکھلاوا میں مبتلا ہوتے ہیں تو پھر معاشرہ مذہبی قدروں، اخوت و مروت، مساوات و ہمدردی، رواداری، تحمل و بردباری توکل و اخلاص تقویٰ و طہارت سے یکسر خالی ہو جاتا ہے تو ہر طرف نفرت باہمی تعصب، دشمنی حسد و بغض و کینہ تنگ نظری قطع رحمی منفی سوچ کا عفریت پر پھیلائے کھڑا نظر آتا ہے۔ معاشرے اور خاندان تباہی و بربادی کے دھانے پہ پہنچ جاتے ہیں۔

لوگ دین میں عافیت اور سکون کی بجائے بے دینی اور بے راہ روی میں سکون

تلاش کرنے لگتے ہیں۔ رذائل کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت برباد کر بیٹھتے ہیں، بے دین انہی علماء سو کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ بدمذہبی اب تک جاری ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں:

دور اکبری میں جو فساد برپا ہوا تھا وہ علماء کی بدبختی کی وجہ سے تھا۔ امید ہے کہ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ دیندار علماء کے انتخاب کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ علماء سو دین کے چور ہیں۔ ان کی منزل یہی ہے کہ مخلوق کی بارگاہ میں جاہ و منصب حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے ان علماء میں جو بہتر ہیں وہ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کو ان کے قلم کی سیاہی شہیدوں کے خون سے زیادہ وزنی ہوگی۔

ایک دوسرے مکتوب میں ارشاد فرمایا:

جس طرح لوگوں کی نجات علماء سے وابستہ ہے۔ اسی طرح ان کی بربادی کا سبب بھی یہی علماء ہیں۔ علماء بہترین مخلوق ہیں اور بدترین مخلوق بھی۔ کسی بزرگ نے شیطان لعین کو اضلال و تضلیل (گمراہی پھیلانے) کے کام سے فارغ بیٹھے ہوئے دیکھا تو فراغت کا راز معلوم کرنا چاہا۔ ابلیس نے جواب دیا کہ میری جگہ اس وقت علماء سو کام کر رہے ہیں۔ پس لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہ کافی ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے علماء سو کی طرف سے سرزد ہونے والی ہر کوتاہی کا خوب محاسبہ کیا اور ان کی تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ فرمائی۔ انہیں گاہے بگاہے وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اُن کی ذمہ داریاں سمجھائیں۔ اُن کے منصب کی عزت و ناموس کا احساس دلایا کہ آپ وارث منبر و مصلائے رسول ہیں۔ میراث رسول کو تقسیم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم فریضہ آپ کے سپرد کیا ہے مخلوق خدا کی رہبری و رہنمائی آپ کے ذمہ ہے۔ مخلوق خدا کو جہنم کے راستہ سے ہٹا کر جنت کے راستہ پر چلانا آپ کے ذمہ ہے۔ لہٰذا آپ مملکت کے ایک اہم کارندے کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اس وقت جب کہ حکومتوں میں انقلاب آ گیا ہے اور دوسرے مذاہب کی دشمنی خاک میں مل چکی ہے۔ ائمہ اور علماء اسلام پر لازم ہے کہ اپنی تمام تر توجہ ترویج شریعت کی طرف مبذول کریں اور شریعت کے جو ستون منہدم ہو گئے ہیں ان کی پھر تعمیر کریں تا کہ اسلام کی عمارت اپنی پوری شان و شوکت سے کھڑی ہو جائے۔

ایک دوسرے مکتوب میں ارشاد فرمایا:

> علماء کرام پر لازم ہے کہ شریعت مطہرہ کی ترقی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور سب سے پہلے اسلام کے ان ارکان کو قائم کریں جنہیں پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔[1]

حاضرین گرامی قدر! حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی روشنی میں فی زمانہ علماء کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

ہمارا معاشرہ مادہ پرستی کے مہیب سمندر میں غرق ہو کر روحانی و تعلیمی غربت کا شکار ہو گیا ہے ثقافت کے نام پر ثقافتی سرگرمیاں ہمارے تمدن کو تہ و بالا کر رہی ہیں۔ ٹیلی ویژن آئیڈیل پاکستان کے نام سے نئی نسل کو فنکار بنانے پر تلا ہوا ہے۔

نہار منہ موسیقی متوازن غذا سمجھی جاتی ہے اور برملا یہ کہا جا رہا ہے کہ موسیقی اور رقص مضطرب معاشرے کو سکون بخشتے ہیں۔ روح کی غذا گانا اور گھٹن کی اکسیر الکحل بن گئی ہے۔ روحانی اقدار سے محروم ملت سٹیٹس کی دوڑ میں شامل ہو گئی ہے۔ مالی اور مادی فوائد میں حرام و حلال کی تمیز اٹھ گئی ہے۔ چاہے ہیروئین بیچ کر یا ایمان بیچ کر۔

اب ہمارے ملک میں مذہبی و اخلاقی قدریں قصہ پارینہ بن گئی ہیں اور ہمارے علماء آپس میں دست و گریبان ہیں۔ مسالک کی تقسیم سے بھی آگے بڑھ کر سلاسل طریقت کی تقسیم میں اس قدر جا پڑے ہیں کہ اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے شیوخ برے نظر آنے لگے ہیں۔

اپنے شیخ سے محبت و عقیدت تصوف کا لازمی حصہ ہے، لیکن دوسرے شیخ سے نفرت دشمنی تعصب تو طریقت کا حصہ نہیں اپنے شیخ کے تعلیم فرمودہ وظائف کو چھوڑ کر دوسرے سلسلہ پر کیچڑ اچھالنا ہم نے زندگی کا وظیفہ بنالیا ہے۔ ہمیں اس گروہی تقسیم سے بالاتر ہونا پڑے گا۔ یہ سلاسل کی آپس میں نفرت زہر قاتل ہے۔ جو اب تک اسلام کا بہت نقصان کر چکا ہے۔ علامہ ابن عربی کے زمانہ میں ایک عالم دین کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت نصیب ہوتی ہے۔ آپ نے التفات نہ فرمایا۔ گھبرا کر عرض کیا یا رسول اللہ کونسی غلطی ہوگئی معافی چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ فلاں شیخ سے تم نفرت کرتے ہو عرض کیا وہ میرے استاد کو اچھے نہیں سمجھتے۔ اس لئے میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مجھے تو اچھا سمجھتا ہے تم اس نسبت سے انہیں اچھا کیوں نہیں سمجھتے؟

حاضرین گرامی قدر! جب تک ہم سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی قدر پر اکٹھے نہیں ہوں گے ہم منبر و مصلائے رسول کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ایک عالم دین کی شان یہ ہے کہ وہ پابند شریعت ہو۔ اس کا ہر عمل سنت رسول علیہ ﷺ سے مزین ہو۔ پابند سنن ہو۔

کیونکہ اسی سے زبان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ عارفہ وقت والدہ حضرت خواجہ محمد صادق صدیقیؒ فرماتی ہیں وہ وعظ و تقریر جس کے پیچھے عمل کی قوت نہ ہو ماحول میں سلجھاؤ کی بجائے الجھاؤ پیدا کرتی ہے۔ اس سے اصلاحی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

اخلاقی انحطاط کے سبب علماء کرام کو اخلاقیات پر مبنی موضوعات کو اپنانا پڑے گا۔

معاشرہ میں ہر طرف افراتفری، بے سکونی، گھٹن، حبس بے راہ روی، بداخلاقی و بدتہذیبی کا اندھیرا پھیلا ہوا ہے۔ گھر گھر ان مسائل سے دوچار ہے والدین اور اولاد میاں اور بیوی قریبی رشتہ آپس میں دست و گریبان نظر آتے ہیں۔ عاق کرنے اور طلاق دینے کی شرح خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے اولاد اپنے بوڑھے والدین کو سنبھالنا اور خدمت کرنا بوجھ سمجھنے لگی ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہو چکا ہے کہ یورپ کی طرح یہاں بھی اولڈ ہوم رواج پا رہے ہیں۔ حالانکہ بوڑھے والدین کی صرف زیارت مقبول حج و عمرہ کی

نوید جانفزا ہے۔ گھر گھر میں آگ لگی ہے تو ایسی صورت میں علماء کرام کو آگے بڑھ کر اس آگ لگے معاشرے پر اسلام کی تعلیمات کا پانی ڈال کر ٹھنڈا کرنا ہوگا، وگرنہ قیامت کے دن سب سے بری حالت میں یہی علماء ہوں گے۔

اس لئے ہمیں مطالعہ کرنے کی عادت اپنانا ہوگی۔ اپنا ہر خطبہ جمعہ عیدین یا کسی بھی موضوع پر ہو اُسے محنت سے تیار کرنا ہوگا۔

وہ قومیں جن میں علم کی تحصیل کا شوق ختم ہو جائے وہ صفحہ ہستی سے ہی مٹ جاتی ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے جس قوم میں مطالعہ کی عادت ختم ہو جائے وہاں علم کی نوبت کمزور ہو جاتی ہے اور علم کی مضبوط روایت کے بغیر قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حق پر ہونے کے باوجود بہت پیچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ ہماری راہ میں انتھک کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ہیں اکثر لوگ (ان کے غلط استعمال کی وجہ سے) خسارے اور گھاٹے میں رہیں گے۔ فرمایا صحت اور فراغت۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا کام کر جائیں کہ آنے والی نسلیں ہمیں بھی اسلاف کی طرح یاد رکھیں تو ہمیں بے پناہ محنت کرنا ہوگی۔ فارغ رہنے کی عادت چھوڑنا ہوگی۔ ہم طالب علم مدرس خطیب امام یا کسی بھی حیثیت سے دین سے منسلک ہیں تو ہمہ وقت محنت اور مطالعہ کرنا ہوگا۔ مصروف عمل رہنا ہوگا سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کی کوئی عزت نہیں جو نہ معلم ہے۔ نہ طالب علم۔

جہد مسلسل سے ہم زندگی میں کامیابی کے مستحق ہوں گے وگرنہ جہاں کروڑہا

انسان اس دنیا میں گم ہو گئے ہم بھی گم ہونے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

مولنا روم نے فرمایا المیہ یہ نہیں کہ زندگی بہت تھوڑی ہے بلکہ المیہ یہ ہے کہ ہمیں جینے کا ڈھنگ بڑی دیر بعد آتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عمر مبارک صرف 63 سال تھی۔ امام غزالی نے 53 سال عمر پائی، لیکن وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ آج بھی اور قیامت تک لوگ اُن کے افکار سے روشنی لیتے رہیں گے۔

حضرات گرامی قدر! اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کو اپنے انعام یافتہ یعنی انبیاء کا وارث بنایا۔ یہ رتبہ اور مقام معمولی نہیں بہت بڑا ہے سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا منبر اور مصلیٰ عطا فرمایا اس کے تقدس اور احترام کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تم سے کوئی دین سیکھنے آئے تو اُسے دین سکھانا۔

لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم دینا خواہ وہ ناظرہ ہو یا ترجمہ و تفسیر ہو۔ ہم بہت دور چلے گئے) بلکہ ناظرہ قرآن پاک بچوں کو پڑھانا علماء اپنی توہین سمجھتے ہیں میں بڑے احترام سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے اور ہم اس کو اپنی توہین سمجھیں یہ کیسا عشق رسول ہے۔

اسلامی معاشرہ کی بنیاد قرآن کی تعلیم کے ساتھ مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔ اُسی پر تعمیر سیرت کی بنیاد پڑتی ہے۔ پھر ایک خوبصورت انسان معرض وجود میں آتا ہے، جس سے پھولوں کی طرح خوشبو پھیلتی ہے اور دیکھنے سے آنکھیں اور دل ٹھنڈا ہوتا ہے۔

آخر میں علامہ اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی کی ترجمانی کرتے ہوئے گویا

علما سے یوں مخاطب ہوئے کہ:

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نور سحر سے

خورشید کرے کسب ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تیری تقدیر ہو سیمائے قمر سے

حضرت مجدد الف ثانی اور حقیقت نماز

مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی

نماز ایک عظیم عبادت ہے، اس کی عظمت اس طرح اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ عرشی تحفہ ہے، اور یہ عرشی تحفہ حضور انور ﷺ کی رویت باری تعالیٰ کے دوران شب معراج میں عطا فرمایا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانچ وقت نماز فرض فرمائی اور ثواب، پچاس نمازوں کا رکھا۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

"الصلوٰۃ معراج المومنین یعنی نماز مومن کی معراج ہے"

اس حدیث مبارک کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"شب معراج میں حضور انور ﷺ کو جو دولت دیدار نصیب ہوئی تھی نماز اس کی ظل اور نمونہ ہے"

حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"نماز اس طرح پڑھو کہ جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو"

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نماز میں اپنے انوار و تجلیات کا مشاہدہ رکھا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"

حضور انور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے یہ لطیف نکتہ انشراح صدر ہوا کہ رب العالمین نے اس نماز میں کیف و سرور رکھا ہے جو حضوری قلب سے ادا کی جاتی ہے۔ آنکھیں ترجمان قلب ہیں قلب کی کیفیات کا اثر آنکھوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ حضرات اہل اللہ اور علمائے ربانین کی آنکھوں میں جو کیف و سرور اور جذب و مستی نظر آتی ہے وہ ان کی قلبی کیفیات کا مظہر ہے۔ چونکہ رب العالمین نے نماز میں کیف و سرور اور اطمینان رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ جب نماز حضوری قلب سے ادا کی جاتی ہے تو قلب کا کیف و سرور اور طمانینت آنکھوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے۔

اس کائنات میں سرکار دو عالم ﷺ نماز کے سب سے زیادہ اسرار و معارف جاننے والے ہیں ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رویت حاصل ہوئی جس نے آپ کو نماز کا عظیم تحفہ عطا فرمایا۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ حضور انور ﷺ کی کیفیت نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''جب حضور نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تو آپ کے بطن میں ایسا جوش اٹھتا جیسے دیگ میں جوش آتا ہے۔''[1]

---

[1] کشف المحجوب ص ۴۲۶

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"حضور اکرم ﷺ کے معراج سے دنیا میں تشریف لانے کے بعد جب آپ کا دل اس مقام معلیٰ کا مشتاق ہوتا تو فرماتے" ارحنا یا بلال بالصلوٰۃ" "اے بلال نماز کی اذان دے کر ہمیں تسکین پہنچاؤ" لہذا آپ کی ہر نماز معراج و قربت ہوتی، آپ کی روح نماز میں ہوتی مگر آپ کا دل نیاز میں، آپ کا باطن راز میں اور آپ کا جسم گداز ہوتا یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز بن جاتی۔[1]

حضرات اہل اللہ نے نماز کے اسرار و معارف اور قلبی فیض سرکار دو عالم ﷺ کی باطنی نماز سے اخذ کیا ہے چنانچہ سرتاج الاولیاء سرچشمہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا اور فرماتے اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے جس کا بار زمین و آسمان اٹھانے سے قاصر تھے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور بزرگ حضرت سید امام علی شاہ مکان شریفی قدس سرہ نماز کے اسرار و معارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

---

[1] بحوالہ کشف المحجوب ص ۴۲۹

"اعمال نماز میں ہر عمل کی اوراذ کار کی ایک روح ہوتی ہے اگر یہ
روح میسر نہ آئے تو نماز ایک مردہ انسان کی مانند ہے جس کا جسم
بے جان ہوتا ہے، نماز کی اصل روح خشوع اور حضوری قلب
ہے کہ نماز کا مقصود ہی یہ ہے کہ دل کو اللہ سے لگایا جائے اور اس
کی یاد کو تازہ کیا جائے۔"[1]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اتباع شریعت اور اتباع سنت نبوی ﷺ میں کامل تھے آپ کے مکتوبات، مکتوبات امام ربانی میں قرآن کریم، شریعت، طریقت اور حقیقت خاص کر اتباع سنت نبوی ﷺ کے اسرار و معارف کا ایک سمندر نظر آتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نماز شروع کرنے سے پہلے وضو کا اہتمام پورے قرآنی اور شرعی آداب کے ساتھ فرماتے "صاحب زبدۃ المقامات حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ آپ کے وضو فرمانے کے آداب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا عمل جاڑے اور گرمی میں اور
سفر و حضر میں یہ تھا کہ اکثر نصف اخیر میں اور کبھی رات کے آخری
تہائی میں اٹھ کر اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے پھر پورے طور

---

[1] بحوالہ شمس معرفت از جاوید اقبال مظہری مجددی، ص ۱۶

پر احتیاط کے ساتھ وضو کرتے تھے۔ آپ اس کے قائل نہ تھے کہ وضو میں کوئی دوسرا شخص آپ کے ہاتھ پر پانی ڈالے۔ وضو کے پانی میں آپ سے اس قدر احتیاط ظاہر ہوتا تھا کہ اس سے بڑھ کر تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں قبلہ رو ہونے کی رعایت کرتے تھے۔ لیکن دونوں پاؤں کے دھونے کے وقت شمال یا جنوب کی طرف پھر جاتے تھے اور مسواک کو ہر وضو میں اور وضو کو ہر نماز میں لازم سمجھتے تھے اور ہر عضو کو تین بار دھوتے تھے اور ہر بار ہاتھ سے پانی کو نچوڑتے تھے تاکہ قطرہ گرنے کا احتمال نہ ہو۔ وضو کے بعد چشم حق بین کے ایک گوشہ کو آسمانی کی طرف کرتے اور جو دعا اس وقت کے لئے منقول ہے پڑھ کر نماز میں مشغول ہوجاتے تھے۔"[1]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات گرامی میں نماز کے بکثرت اسرار و معارف بیان فرمائے ہیں، ایک مکتوب گرامی میں نماز کے اسرار و معارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں اور خواہ نفل از قسم

---

[1] زبدۃ المقامات ص ۲۷۹، ۲۸۲

نماز و روزہ و ذکر و فکر وغیرہ وغیرہ ہوں، حضرت عمر خطاب رضی
اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تمام شب کے جاگنے سے بہتر ہے کہ تمام
شب سوئے اور نماز صبح باجماعت ادا کرے"[1]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ایک دوسرے مکتوب میں نماز کے معارف
بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی
نمازوں میں رکوع اور سجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ جو شخص اچھی
طرح رکوع وسجود کو ادا کرتا ہے وہ نماز بشکل نورانی ہوتی ہے اور
فرشتے اس کو آسمانوں پر لے جاتے ہیں، اور نماز اپنے نمازی
کے لئے دعا کرتی ہے کہ جیسے تو نے میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ
تیری حفاظت فرمائے اور جو شخص اچھے طریقے پر رکوع وسجود کو ادا
نہیں کرتا وہ نماز بشکل سیاہ ہوتی ہے فرشتے اس کو آسمان پر نہیں
لے جاتے، اور وہ نماز اپنے نمازی کے حق میں بددعا کرتی ہے
کہ جیسے تو نے مجھے ضائع کیا خدا تجھے ضائع کرے"[2]

---

[1] بحوالہ مکتوبات امام ربانی، بنام شیخ نظام تھانیسری [2] بحوالہ مکتوبات امام ربانی، بنام مراد بدخشی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں صورت نماز اور حقیقت نماز کے اسرار و معارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نماز سب عبادتوں میں بہتر عبادت ہے اس کو خضوع و خشوع سے باجماعت ادا کرنا چاہئے، عام لوگوں کی نماز صورت نماز ہے اور خاصان خدا کی نماز حقیقت نماز ہے، لیکن جب تک حقیقت نماز حاصل نہ ہو صورت نماز کو نہیں چھوڑنا چاہئے وہ اکرم الاکرمین اگر صورت نماز کو حقیقت کے ساتھ قبول فرمالے تو کچھ دور نہیں"[1]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس مکتوب گرامی میں صورت نماز اور حقیقت نماز کے جو معارف بیان فرمائے ہیں وہ بڑے عظیم المرتبت ہیں، صورت نماز سے مراد وہ نماز ہے جس کی ادائیگی کے دوران وسواس آتے رہتے ہیں اور حقیقت نماز سے مراد وہ نماز ہے جس میں خالصتاً رخ اللہ کی طرف ہوتا ہے اور ایسی نماز ہر طرح کے وسواس سے پاک ہوتی ہے۔ اس نماز کا تعلق خاصان خدا یعنی حضرات اہل اللہ اور علمائے ربانیین سے ہے۔

---

[1] بحوالہ مکتوبات امام ربانی، بنام مرزا فتح اللہ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی نماز مشاہدہ حق اور حقیقت نماز سے عبادت ہوتی تھی وہ اسرار قرآنی کے سمندر میں غرق ہو کر نماز ادا فرماتے تھے۔ جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ کے ایک خلیفہ حضرت مولانا بدر الدین سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں:

> "میں نے ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نماز تراویح میں اونگھ آتی ہے لیکن حضور کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اسرار قرآنی کے سمندر میں ڈوب کر فرمایا: "اسرار قرآنی کے سمندر میں شناوری موقع ہی نہیں دیتی کہ آنکھ بند کر سکوں"![1]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اتباع سنت نبوی کے سبب نماز کے اسرار و معارف سے آگاہ تھے ان کی نماز مشاہدہ حق اور حقیقت نماز سے آراستہ، پیراستہ ہوتی تھی انہوں نے ساری زندگی حضوری قلب کے ساتھ اور تمام تعدیلِ ارکان کے ساتھ تہجد سے عشاء تک نماز ادا فرمائی، اللہ رب العزت نے اس حسن عمل کا پورا پورا صلہ عطا فرمایا، آپ کا وقت وصال اور وصال کے بعد کی کیفیات اس کا مظہر ہیں چنانچہ صاحب زبدۃ المقامات خواجہ ہاشم کشمی آپ کے وصال کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

---

[1] بحوالہ حضرات القدس، حصہ دوم ص ۹۴

"حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی رگ رگ میں اتباع سنت نبوی راسخ تھا یہی وجہ تھی کہ آپ وصال کے وقت سراپا سنت بنے ہوئے تھے، جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ دائیں کروٹ لیٹے ہوئے تھے دائیاں دست مبارک دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھا ہوا تھا اور اسی حالت اتباع میں اسی عالم عشق و محبت میں وصال فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اتباع کامل آپ کی حیات طیبہ تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کے وصال کے بعد یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ آپ کا سراپا اتباع سنت نبوی ﷺ کے نور سے معمور تھا چنانچہ وصال کے وقت آپ کے بڑے فرزند حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مبارک ہاتھ سیدھے کر دیئے تھے لیکن جب غسل دینے کے لئے تخت پر لٹایا گیا تو دونوں ہاتھ اس طرح بندھے ہوئے تھے جیسے نماز میں باندھے جاتے ہیں غسل کے وقت داہنی کروٹ سے جب نہلایا گیا تو دست مبارک اسی طرح بندھے رہے جس طرح نماز میں یعنی داہنا اوپر اور بایاں ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور جب کفن دینے کے لئے ہاتھ پھیلائے تو حاضرین

نے دیکھا کہ دونوں ہاتھ متحرک ہوئے یہاں تک کہ داہنا ہاتھ
بائیں ہاتھ کے اوپر زیر ناف آ گیا یعنی نماز کی نیت باندھ لی۔
حاضرین نے آفرین کی صدا بلند کی جس وقت آپ کا کفن تیار
کیا گیا تو آپ تبسم فرما رہے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس
سرہ نے تبسم فرما کر سنت پر عمل فرمایا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ
اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وصال کے بعد بھی حضرت مجدد الف ثانی
قدس سرہ سے اتباع سنت نبوی ﷺ کی دولت نہیں چھینی
بلکہ آپ کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ آپ تا قیامت اپنی قبر شریف
میں حالت نماز اور حالت اتباع میں ہوں گے اور بروز قیامت
حالت اتباع میں اپنی قبر شریف سے اٹھیں گے۔

آخر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی قبر پُر نور کی طرف متوجہ ہو کر عرض
گزار ہوں کہ

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارفِ امام ربانی کے احیاء میں پاکستان کا حصہ

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

سیکرٹری جنرل مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے معارف اور تعلیمات کے سب سے نمایاں اثرات پاکستان کی سرزمین پر محسوس ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں یہ ملک آپ ہی کی تعلیمات کے نتیجہ کے طور پر وجود میں آیا ہے، آپ کے مبارک کلام میں واضح طور پر مسلمانوں کو ایک ایسی ملت بتایا گیا ہے جس کا کلچر اور تہذیب کسی دوسری معاشرت میں مدغم نہیں کیا جا سکتا۔

قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے بعد یہاں کی نقشبندی خانقاہوں میں باقاعدہ تعلیمات حضرت امام ربانی کے مطابق سلوک کی مشقیں ہونے لگیں اور آپ کی تحریک احیاءِ دین کے اثرات نمایاں نظر آنے لگے، پھر آہستہ آہستہ یہاں کے علماء وصوفیہ میں وہ ''حمیت دین'' جس کا بیج حضرت امام ربانیؒ نے اپنے دور میں ان کے دلوں میں بویا تھا اور نتائج وثمرات سے بہرہ ور ہو رہے تھے، ماند پڑنے لگا اور ملک ایسے حالات میں گھر گیا کہ معاشرتی بے چینی دہشت گردی میں بدلنے لگی۔ افسوس کہ ان حالات میں کوئی ایسا مصلح سامنے نہ آیا جس کی ''رگ فاروقی'' حرکت میں آتی اور احیاء دین کے لئے جو بنیاد حضرت امام ربانی نے ہموار کی تھی اُسے نبوت کی روشنی سے نمدار بنا کر اس سرزمین کو

تازگی بخشا، تاہم مصلحین نے اپنی سی سعی جاری رکھی، امید ہے کہ ان بزرگوں کے طفیل ہم اس معاشرتی امن سے ہمکنار ہو جائیں گے جس کے لئے حضرت امام ربانی نے عملی سعی فرمائی تھی۔

معارف امام ربانی کے پاکستان میں احیاء کی کوششوں کو ہم مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ یوم امام ربانی منعقد کروانے کی روایت

۲۔ خانقاہوں میں امام ربانی کی تعلیمات کا احیاء

۳۔ مکتوبات امام ربانی کا درس و تدریس

۴۔ آپؒ کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے اقدام

۵۔ ذرائع ابلاغ اور الیکٹرونک میڈیا

۱۔ یوم امام ربانی منانے کی روایت

☆ جب کبھی بھی پاکستان میں یوم مجدد منانے کا ذکر آئے گا تو آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین بانی یوم مجدد الف ثانی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوریؒ کا نام نامی اسم گرامی جگمگاتا نظر آئے گا۔ آپ نے بنفس نفیس ملک کے کونے کونے میں یوم مجدد منانے کی روایت قائم کی اور آپ کی زیر سرپرستی پورے ماہ صفر المظفر پروگرامز منعقد ہوتے تھے اور اس روایت کو آپ کے خلیفہ مجاز سیدی مرشدی سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددیؒ نے تادم آخر نہ صرف قائم رکھا بلکہ ہر دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیمات امام ربانی کے احیاء کے لیے اقدامات بھی کیے۔

آپؒ کی قائم کردہ مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام عرصہ ۳۸ سال سے امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس کا انعقاد لاہور کے مختلف کانفرنس ہالز میں ہوتا آرہا ہے۔

☆ جامع مسجد نقشبندیہ گوجرانوالہ میں زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد سعید نقشبندی علیہ الرحمہ نے عشرہ امام ربانی منانے کا سلسلہ شروع کیا جس میں ختم خواجگان پڑھنے کے ساتھ ساتھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے افکار اور تعلیمات کے حوالے سے علماء کی تقاریر کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا اور ان دس روزہ تقاریب کی کاروائی اور تفصیلات اسی ادارے سے شائع ہونے والا ماہنامہ دعوت تنظیم اسلامی میں شائع کی جاتی رہی اور یہ عشرہ امام ربانی کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہے اور آج کی تقریب سعید بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

☆ چورہ شریف کے گدی نشین سید پیر کبیر علی شاہ صاحب کی زیر سرپرستی آپ کے آستانہ پر یوم مجدد منانے کا سلسلہ جاری ہے

☆ حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ (کوٹلی آزاد کشمیر) کے متوسلین بھی اسلام آباد میں امام ربانی کانفرنس منعقد کرواتے ہیں اور یہ سلسلہ بھی جاری وساری ہے

سندھ

☆ اندورن سندھ سے صفر المظفر کے مہینے میں چھوٹی بڑی ریلیاں نکالی جاتی ہیں جو حیدرآباد سندھ میں مرکزی جلوس کی شکل اختیار کر جاتی ہیں

☆ کراچی میں عظیم روحانی و علمی شخصیت مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ

اللہ علیہ نے امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کراچی کے زیر اہتمام امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس کی تقریب منعقد کرنے کا سلسلہ جاری کیا جو آپ کے متوسلین اپنی استطاعت کے مطابق جاری رکھے ہوئے ہیں

۲۔خانقاہوں میں امام ربانی کی تعلیمات کا احیاء

پاکستان بھر میں سلسلہ نقشبندیہ کی معروف خانقاہوں میں حضرت امام ربانی کی تعلیمات کے مطابق مشقیں کروائی جاتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر علماء کے خطاب بھی کروائے جاتے ہیں

پنجاب میں للہ شریف، چورہ شریف، موہڑہ شریف، خانقاہ نقشبندیہ گوجرانوالہ، آستانہ عالیہ شرقپور شریف قابل ذکر ہیں۔اسی طرح سندھ کی معروف نقشبندی خانقاہوں میں بھی تعلیم وتربیت کا یہ نظام جاری وساری ہے۔خیبر پختونخواہ میں حاجی بہادر کوہاٹی خلیفہ شیخ آدم بنوریؒ کی خانقاہ بھی اس حوالے سے فعال کردار ادا کررہی ہے۔ اسی طرح مضافات پشاور میں واقع خانقاہ میاں محمد عمر چمکنی شیخ جبیب پشاوری کی سرپرستی میں تعلیمات کے احیاء کے لیے کام جاری ہے

آزاد کشمیر خصوصاً کوٹلی شریف میں خواجہ محمد صادق اوران کے متوسلین معارف امام ربانی کے احیاء میں شب وروز کوشاں ہیں۔نقشبندی سلسلہ کی اس عظیم خانقاہ کی اہم شاخ جو کالا دیو جہلم میں قائم ہے، سے سالکین خوب سیراب ہورہے ہیں۔

۳۔ مکتوبات امام ربّانی کا درس و تدریس

پاکستان کی خانقاہوں میں درس و تدریس کی روایت قیام پاکستان سے ہی شروع ہو جاتی ہے سب سے پہلے راولپنڈی میں قاضی عالم دین مترجم مکتوبات امام ربانی کا درس مکتوبات دینے کی روایت ملتی ہے۔ پھر لاہور میں مولانا محمد سعید نقشبندی مترجم مکتوبات امام ربانی نے مسجد ملحقہ خانقاہ شاہ محمد غوث لاہوری میں مکتوبات امام ربّانی کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ ہی نے درگاہ حضرت طاہر بندگیؒ سے ملحقہ مسجد میں درس کا سلسلہ قائم کیا، بعدازاں موصوف نے درس و تدریس کا سلسلہ دربار حضرت داتا گنج بخشؒ سے ملحقہ مسجد، مسجد حضرت علی ہجویریؒ میں بھی جاری رکھا۔

درس مکتوبات کا سب سے زیادہ اہتمام ابوالبیان مولانا محمد سعید احمد نقشبندی شارح مکتوبات امام ربّانی نے کیا۔ موصوف اپنی بنا کردہ مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ گوجرانوالہ میں تاحیات بڑے اہتمام سے اسکا درس دیتے رہے جس کا نتیجہ مکتوبات کی شرح کی وہ چار جلدیں ہیں جو آپ کے جانشین اور متعلقین مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں اور ابھی تک کام جاری ہے۔ اس کے علاوہ دروس ابوالبیان کی ریکارڈنگ کو مدون کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

ممتاز مؤرخ و محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی نے لاہور میں راقم کی رہائش گاہ واقع واپڈا ٹاؤن میں 13 مئی 2012ء کو ایک گھنٹہ پر محیط ماہانہ درس مکتوبات امام ربانی کے سلسلے کا آغاز کیا جو 19 ماہ بعد احباب کے تقاضے پر جامع مسجد قادریہ شیر ربانی سمن آباد لاہور میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ درس ہر انگریزی ماہ کے دوسرے اتوار موسم گرما میں

8 بجے اور موسم سرما میں 9 بجے صبح اس کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے سات مکتوبات کی شرح تین مراحل میں چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ اب تک جلد اوّل کے 21 مکاتیب کی شرح بیان کی جا چکی ہے ۔ ان دروس کی ویڈیو ریکارڈنگ www.mujaddidway.com پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۴۔ آپؒ کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے اقدام

پنجاب:

☆ مکتوبات امام ربانی کا اردو ترجمہ جو تقسیم ہند سے پہلے قاضی عالم دین نے کیا پاکستان میں بار بار شائع ہو رہا ہے۔

☆ اس سلسلے کی خانقاہوں میں نقشبندی سلسلے کے لٹریچر کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا جن میں خانقاہ حضرت شیر ربانی شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں جمیل احمد شرقپوریؒ نے اپنے رسالہ نور اسلام کے کئی نمبر شائع کیے، مثلاً شیر ربانی نمبر، اولیائے نقشبند نمبر، امام ربانی نمبر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ میاں صاحبؒ نے امام ربانی کے معارف اور سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیمات پر کئی اہم کتابیں شائع کیں جو آج اہل علم کے لیے راہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

حضرت میاں صاحب کے حین حیات ہی سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مرحوم نہ نا صرف امام ربانی کانفرنسوں کا اہتمام کیا بلکہ اس سلسلے کا بہت سا لٹریچر بھی شائع کیا، کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے تحقیقی مقالات کو کتابی صورت

میں شائع کروانے کا سلسلہ بھی قائم کیا جو آپ کے وصال کے بعد بھی جاری ہے۔ الحمد للہ ارمغان امام ربانی کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور چھٹی جلد پر کام جاری ہے۔

☆ اسی طرح خواجہ محمد صادق نقشبندی (کوٹلی شریف) اور ان کے متوسلین مدرسہ سلطانیہ کالا دیو جہلم نے قابل قدر لٹریچر شائع کیا۔

☆ پروفیسر شیخ وجیہ الدین نے نقشبندیہ فاؤنڈیشن لاہور سے مکتوبات امام ربانی کا بہترین انگریزی ترجمہ شائع کیا اور یہ کام تکمیل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

☆ خانقاہ نقشبندیہ گجرات نے مکتوبات امام ربانی کا فارسی متن مع اردو ترجمہ شائع کرنا شروع کیا ہے جس کے کچھ ابتدائی حصے چھپ چکے ہیں۔

☆ لاہور سے جامعہ مدینۃ الجدید نے مولانا نصر اللہ ہوتکی کی فارسی شرح مکتوبات امام ربانی کا اردو ترجمہ شائع کر کے اہم کام انجام دیا۔

☆ مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ سے سلسلہ نقشبندیہ کا لٹریچر قابل قدر حد تک شائع کیا گیا ہے جس میں مکتوبات امام ربانی کی شرح کی 4 جلدیں، رسالہ مبدا و معاد کی شرح کی 2 جلدیں، اورادِ معصومیہ کا اردو ترجمہ زاد المعاد کا اردو ترجمہ، دفاع حضرت مجدد الف ثانی پر پوری کتاب اور دوسری بہت سی کتابیں قابل ذکر ہیں جس کے تعارف کے لیے الگ مقالے کی ضرورت ہے۔

☆ حکومت ترکیہ کے ایماء پر مکتوبات امام ربانی کے فارسی متن کے از سر نو مرتب کرنے کا کام استنبول (ترکی) میں 15 نومبر 2015 کو منعقد ہونے والی بین الاقوامی امام ربانی کانفرنس کے موقع پر پاکستانی سکالر ڈاکٹر عارف نوشاہی کے سپرد کیا گیا جو

ترتیب کے آخری مراحل میں ہے۔

☆ لاہور میں ممتاز محقق و مورخ پروفیسر محمد اقبال مجددی نے اپنی ذاتی کوشش سے اس سلسلے کی اہم تحقیقی کتب مرتب کیں جن میں مقامات مظہری، مقامات معصومی، حسنات الحرمین، زاد المعاد، لطائف المدینہ وغیرہ شامل ہے اس کے علاوہ آپ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پر ہزاروں تحقیقی مقالات شائع ہو کر پوری دنیا میں اہل علم کو سیراب کر رہے ہیں

☆ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں ڈین کی حیثیت سے فرائض انجام دینے والے اور شعبہ عربی بنائیہ اسلامیہ سے ... ممتاز محقق ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس کا حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے کتابی کام بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اس حوالے سے آپ کی کاوشوں سے بہت سے آرٹیکل اور کتب منظر عام پر آئی ہیں جن میں درج ذیل کتب خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی چند جہات کا اجمالی تعارف

۲۔ افکار مجدد الف ثانی کے ڈاکٹر غازی پر اثرات

4. Sheikh Ahmad Sirhindi's Understanding and Insight Into Hadith

۵۔ فکر اقبال پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اثرات

۶۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محدث

۷۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کا مطالعہ

۸۔ حضرت مجدد کے نامور علمی معاصرین

۹۔ حضرت مجدد کے تعلیمی افکار

۱۰۔ مکاتیب مجدد الف ثانی

۱۱۔ تکفیر مسلم میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی کمال احتیاط

۱۲۔ عمدۃ الاسلام: حضرت مجدد الف ثانی کی پسند فرمودہ کتاب

۱۳۔ حضرت مجدد الف ثانی کے تفسیری نکات

۱۴۔ مقام صحابہ حضرت مجدد کے افکار کی روشنی میں

۱۵۔ مکتوبات امام ربانی کے مآخذ

۱۶۔ مکتوبات امام ربانی کی تفہیم کے درس مکتوبات کی روایت

۱۷۔ اس کے علاوہ ارمغان امام ربانی جلد دوم تا جلد ہفتم

☆ لاہور میں مولانا محبوب الٰہی نے بھی اس سلسلے کی اہم کتابیں شائع کیں جیسے رسائل حضرت مجدد الف ثانی کے متون اور حضرات القدس کی جلد دوم کا فارسی متن ایڈٹ کر کے شائع کیا۔

☆ پنجاب سے خانقاہ سراجیہ کندیہ ضلع میانوالی نے بھی گذشتہ چند سالوں میں اس سلسلے کی کئی اہم کتابیں شائع کی ہیں جن میں مکتوبات امام ربانی کا اردو ترجمہ، تذکرہ خواجگان نقشبندیہ اور دوسری کتابیں قابل ذکر ہیں

☆ مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ نے اس حوالے سے کتب شائع کیں ہیں۔ زبدۃ المقامات، حضرات القدس، وصال احمدی کے اردو تراجم بھی یہاں سے شائع ہوئے ہیں۔

سندھ

☆ سندھ میں بھی سلسلہ نقشبندیہ کے لٹریچر کی اشاعت کا کام کیا گیا اور ہو رہا ہے، مولانا حسن جان مجددی سرہندی اور ان کے فرزند شاہ آغا صاحب نے وہاں کام کا آغاز کیا پھر سندھ یونیورسٹی سندھ سے متعلقہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے اس سلسلے کی کئی اہم کتابوں کے اصل متون شائع کیے جن میں مکتوبات امام ربانی، مکتوبات معصومیہ، صاحبزادگان مجددیہ کے مکتوبات کے فارسی متون، رسائل امام ربانی بھی مرتب کیے جو شائع ہو کر روحانی و علمی راہنمائی کا سبب بنے۔

☆ ماہر رضویات، مجدد عصر حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد قدس سرہ کی ان علمی و تحقیقی خدمات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے کام کے سلسلے میں کی ہیں۔

حضرت مسعود ملت نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر علمی و تحقیقی کام کا آغاز 1960 سے کیا، اس سلسلے میں ایک بسیط علمی و تحقیقی مقالہ قلمبند فرمایا جو "معارفِ اعظم گڑھ بھارت" میں 1960 اور 1961 کے درمیان نو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں اس کو (الفرقان) لکھنؤ نے بھی آٹھ قسطوں میں نقل کیا۔ اس کا ایک حصہ لاہور کے مجلہ "ایشیاء" نے بھی نقل کیا تھا۔ (بحوالہ مکاتیبِ مظہری حصہ اول، دوم، ص 365)

حضرت مسعودِ ملت نے "سیرت مجدد الف ثانی" کے عنوان سے ایک بسیط کتاب قلمبند فرمائی یہ کتاب 1973 میں مکمل ہوئی اور 1976ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب پر خانوادہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے چشم و چراغ حضرت پیر محمد ہاشم جان

سرہندی مجددی قدس سرہ نے تقدیم تحریر فرمائی جبکہ نامور محقق اور پیر طریقت حضرت پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مجددی نے تعارف تحریر فرمایا۔

حضرت مسعودِ ملت کی سرپرستی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حالات وافکار پر اور علمی و روحانی خدمات پر ایک عظیم انسا ئیکلو پیڈیا "جہانِ امام ربانی" کی 12 جلدیں منظرِ عام پر آئیں جس کی ساری دنیا میں پذیرائی ہوئی۔ اہل علم کے نزدیک یہ ایسا کارنامہ تھا جو گزشتہ چار سو برس میں نہیں ہوا۔ اس عظیم انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت تین مراحل میں مکمل ہوئی، ہر مرحلے کے اختتام پر اس کی تقریب رونمائی کا بھی اہتمام کیا گیا جس کے انعقاد کا سہرہ سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی مرحوم کے سر رہا۔

حضرت مسعودِ ملت نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر مزید کئی کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے جن میں خاص خاص درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی کے حالات وافکار

۲۔ مجدد دوراں

۳۔ مجدد ہزارہ دوم

۴۔ صراطِ مستقیم

۵۔ حضرت مجدد اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

۶۔ Hazrat Mujaddid & their Critics

اس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بکثرت تقدیمات دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔

☆ پیر حامد اللہ جان سرہندی نے بھی کچھ کتابیں اس سلسلے کی شائع کی ہیں۔

☆ عمدۃ المقامات کا اردو ترجمہ ڈاکٹر مفتی محمد سلیم نقشبندی نے مجدد الف ثانی ٹرسٹ کراچی سے شائع کیا۔

☆ زوار اکیڈمی کراچی اور ادارہ مجددیہ کراچی کی قابل قدر مطبوعات ہیں

پاکستان کی تقریباً سب یونیورسٹیوں میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات پر مختلف نوعیت کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے گئے ہیں۔ جن میں بعض کی اشاعت کی بھی ضرورت ہے۔

حال ہی میں سیدہ اویس نے حضرت مجدد کے میر نعمان بدخشیؒ کے نام مکتوبات (موضوعاتی مطالعہ) برائے ایم اے علوم اسلامیہ اور رفعت اویس نے برصغیر میں مجددی صوفیہ کی علمی و دینی خدمات (حضرت مجدد الف ثانیؒ تا شاہ عبدالغنی مجددی) برائے پی ایچ ڈی مکمل کیا ہے۔

۵۔ ذرائع ابلاغ اور الیکٹرونک میڈیا کا کردار

☆ مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے صدر اور روزنامہ جرأت، تجارت کے چیف ایڈیٹر جناب جمیل اطہر سرہندی کے ایماء پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے عرس منعقدہ 28 صفر المظفر کے موقع پر پورے پاکستان سے شائع ہونے والے روزنامہ، ہفت روزہ اور ماہنامہ اور دیگر رسائل و جرائد میں آپؒ کی تعلیمات کے حوالے سے مضامین شائع کئے جاتے ہے جس سے عوامی سطح پر تعلیمات مجددیہ کی احیاء کا سلسلہ بخوبی جاری ہے۔ خدمت کا یہ سلسلہ گذشتہ 40 سال سے جاری و ساری ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمات کے احیاء کے لیے جدید تقاضوں کے پیش نظر بہت سی ویب سائٹس کا اجراء بھی ہو چکا ہے اور پوری دنیا میں اس حوالے سے قیمتی لٹریچر مطالعہ کے لیے online ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص پاکستان میں اس حوالے سے کام ہو رہا ہے اور ان میں www.mujaddidway.com نہایت اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

آخر میں اس دعا کے ساتھ کہ یہ ملک جسے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا یہ نظریہ حضرت امام ربانی کی تعلیمات کا ہی فیض ہے اور اسی میں اس خطے کی بقا ممکن ہے ۔ اللہ کریم ہمیں تعلیمات مجددیہ کو ہر سطح پر عام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

گوشۂ تحقیقات

محمد اقبال مجددی

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

شهید محمد مسعود مجددی (ر)

مولانا ضیاءالمشایخ
شیخ محمدابراهیم مجددی (ر)
نقشبندیه مجددی عمری
ابوبکر مجددی

خانوادۂ مجددیہ کے شہداء جنہیں روسیوں نے حالیہ انقلاب افغانستان کے دوران شہید کردیا اور خانقاہِ نقشبندیہ قلعہ جواد (کابل) مسمار کردی

☆ تصویر بشکریہ ڈاکٹر نجدت طوسون، استنبول

ابتدائیہ

۲۰۱۳ء کو استنبول (ترکی) میں پہلے امام ربانی مجدد الف ثانی سیمپوزیم کی تقریب منعقد ہوئی، جس میں دنیا کے مختلف ممالک سے نومسلم اور مسلمان مندوبین شریک ہوئے، یہ کانفرنس تین دن جاری رہی [1] اس میں پاکستان کی نمایندگی ڈاکٹر عارف نوشاہی اور راقم احقر نے کی، ڈاکٹر نوشاہی صاحب نے مکتوبات امام ربانی کا جدید تحقیقی ایڈیشن مرتب کر کے شائع کرنے کی ضرورت واہمیت پر ایک مفصل مقالہ پڑھا، سیمپوزیم کے اختتام پر ہم نے اس کی پُرزور تائید کی تو حکومت ترکیہ کی طرف سے اس کے منتظمین نے یہ کام پاکستان کے سپرد کردیا، ڈاکٹر نوشاہی صاحب کو اس کا متن مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی اور مجھے اس پر ایک مفصل مقدمہ لکھنے اور مکتوب الیھم کے تراجم (احوال) پر ایک مختصر کتاب مرتب کرنے کے لیے کہا گیا، جو اس ایڈیشن کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کردیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نوشاہی صاحب نے مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کے مرتبہ ایڈیشن کو بنیاد بنا کر اس کا کئی قدیم خطی نسخوں سے تقابل کیا اور ضروری اختلافات نسخ کی نشاندہی کی اور میرے نوشتہ مقدمہ اور ضمیمہ کا فارسی ترجمہ کر کے اس ایڈیشن میں شامل کردیا ہے۔

یہ متن اس وقت زیر ترتیب ہے، جو ان شاء اللہ جلد ہی ترکی سے مختلف اشاریوں کے ساتھ طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں ہوگا۔

مخلص محمد اقبال مجددی

---

[1] اس کی روداد راقم نے مرتب کی تھی جو پہلے (رسالہ) الاحسان شمارہ ۲۰ میں طبع ہوئی اب ارمغانِ حاضر میں شامل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مبارک نام احمد، کنیت ابوالبرکات، لقب بدرالدین اور خطاب امام ربّانی مجدد الف ثانی تھا، آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۴ر شوال ۹۷۱ھ/۵ر جون ۱۵۶۴ء کو سرہند میں ہوئی [۱] اور وصال بھی اسی مقام پر سہ شنبہ ۲۸ر صفر ۱۰۳۴ھ/۲۶ر نومبر ۱۶۲۴ کو ہوا۔[۲] مدفن مبارک بھی اسی جگہ پر ہے۔

آپ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے، شجرۂ نسب اس طرح ہے:

شیخ احمد بن مخدوم عبدالاحد بن زین العابدین بن عبدالحی بن محمد بن حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن نصیر الدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحٰق بن عبداللہ بن شعیب بن احمد بن یوسف شہاب

---

[۱] خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں صرف سنہ ولادت دیا ہے (ص ۱۲۷) لیکن مولف حضرات القدس (۳۱/۲) نے ماہ ولادت شوال درج کیا ہے یعنی تاریخ نہیں دی، روضۃ القیومیہ (۵۳/۱) میں تاریخ ولادت ۱۴ر شوال ہے، یہی تاریخ مقامات خیر (ص ۲۶) میں بھی درج ہے۔

[۲] زبدۃ المقامات میں تاریخ وصال ۲۹ر صفر اور ۲۸ر صفر درج ہے (ص ۲۹۲)، حضرات القدس (۲۰۸/۲) میں بھی ۲۸ر صفر ہی لکھا گیا ہے۔

الدین علی فرخ شاہ بن نور الدین بن نصیر الدین بن محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر ابن عبداللہ الواعظ الاکبر ابن ابوالفتح بن اسحٰق بن ابراھیم ابن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔[۳]

آپ کے اجداد میں سے کئی اصحاب صاحب علم تھے، ابراھیم بن ناصر نے ابو جعفر منصور کے عہد (۱۳۶۔۱۵۸/ ۷۵۲۔ ۷۷۴ء) میں مدینہ منورہ کی سکونت ترک کر کے بخارا میں اقامت اختیار کرلی، ان کی اولاد چار پشت تک درس و تدریس میں مصروف رہی، سلیمان بن مسعود نے بخارا کو خیر باد کہا اور سلطان محمود غزنوی (۳۸۹۔۴۲۱ھ/ ۹۹۸۔۱۰۳۰ء) سے توسل پیدا کرلیا، منصب دار بن کر کابل آئے۔ شہاب الدین فرخ شاہ سلاطین غزنویہ کے اکابر امراء میں سے تھے۔[۴] شیخ ابوالبرکات

---

[۳] آپ کا نسب نامہ دونوں معاصر سوانح نویسوں یعنی خواجہ محمد ہاشم کشمی اور شیخ بدالدین سرہندی نے دیا ہے لیکن دونوں میں اختلاف ہے، تقریب التہذیب (۱/۵۱۶، شمارہ ۳۵۰۰) میں عبداللہ بن حفص بن عمر درج ہے، نام کی مشابہت کے باعث مقامی تذکرہ نویسوں نے عبداللہ بن عمر کو عمر ابن الخطاب سمجھ لیا اور درمیان سے واسطے یعنی عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رہ گئے، اور اسی میں نام ناصر بھی جاتا رہا (مقامات خیر ۳۲۔۳۳) اس سلسلہ میں محمود احمد عباسی نے تاریخ امروہہ (تحقیق الانساب)، خواجہ احمد حسین خان نے جواہر معصومی میں اچھی بحث کی ہے۔ [۴] زبدۃ المقامات ۸۸

نے تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) کے ذیل میں فرخ شاہ کا تذکرہ اس عہد کے اعیان میں کیا ہے ۵ جس کا مطلب ہے کہ موصوف حصول علم کے لیے بغداد گئے تھے، یہی اس خاندان کے پہلے فرد ہیں جو ہندوستان تشریف لائے اور اسلام کی ترویج میں مصروف رہے۔ ۶

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار مخدوم عبدالاحد (ف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، انہوں نے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی (ف ۹۴۵ھ/ ۱۵۳۸ء) سے بیعت کی اور سلوک کی تکمیل شیخ گنگوہی کے فرزند گرامی شیخ رکن الدین محمد (ف ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء) کی خدمت میں کی ۷ انہی سے سلسلہ قادریہ میں بھی اجازت تھی ۸ مخدوم عبدالاحد سرہند شریف میں اسلامی کتب متداولہ معقول ومنقول کا بڑی تحقیق کے ساتھ درس دیتے تھے، اس کے علاوہ کتب سلوک و تصوف مثلاً عوارف المعارف، تعرف اور فصوص الحکم وغیرہ بھی پڑھاتے تھے، ان کے درس میں کئی اکابر نے شرکت کی تھی چنانچہ معروف شیخ میاں میر لاہوری (ف ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، مخدوم عبدالاحد شیخ اکبر ابن عربی کے دقائق حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور انہی کے مشرب کے مطابق تربیت کرتے تھے ۹ مخدوم کی

---

۵ شمس اللہ قادری، حکیم: امرائے پائیگاہ، مقالہ مشمولہ تاریخ، حیدرآباد، دکن، ستمبر، دسمبر ۱۹۴۰ء

۶ زبدۃ المقامات ۸۸-۸۹ ۷۔ زبدۃ المقامات ۹۶-۱۰۲ ۸۔ حضرات القدس ۲/ ۲۹-۳۰

۹ زبدۃ المقامات ۱۱۳، مکتوبات امام ربانی

دو کتابوں کنوز الحقائق اور اسرار التشہد کا ذکر ملتا ہے۔[۱۰]

حضرت مخدوم کے سات فرزندانِ گرامی تھے، ان میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی چوتھے نمبر پر تھے [۱۱] حفظ قرآن مجید کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی سے ابتدائی کتب درسیہ پڑھیں اور مزید تحصیل کے لیے سیالکوٹ جا کر مولانا کمال کشمیری (ف ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) دہلی میں مولانا یعقوب صرفی کشمیری (ف ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء) [۱۲] اور مولانا مخدوم عبدالرشید ملتانی (از اولاد مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری) سے تفسیر بیضاوی پڑھی [۱۳] قاضی بہلول بدخشانی (۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء) سے حدیث شریف کی سند لی [۱۴] اپنے والد گرامی مخدوم عبدالاحد سے طریقہ قادریہ و چشتیہ کی تربیت اور فردیت کی نسبت، جس سے عروج اخیر وابستہ ہے حاصل کی [۱۵]

آپ نے اپنے والد گرامی سے سلسلہ نقشبندیہ کے فضائل سنے تھے اور آپ کو اس کی تحصیل کا ذوق تھا، اسی طرح آپ حج کے لیے جانے کا قصد بھی رکھتے تھے لیکن مخدوم صاحب کے ضعف کے باعث آپ کہیں نہ جا سکے [۱۶]

---

[۱۰] زبدۃ المقامات ۱۱۷ مولف نے اسرار التشہد کے چند اقتباسات بھی دیے ہیں، یہ رسالہ عربی میں تھا

[۱۱] زبدۃ المقامات ۱۲۳ مولف نے چھ صاحبزادگان کے نام لکھے ہیں لیکن ساتویں کا نام معلوم نہیں ہے (ص ۱۲۵) ۱۲۔ ایضاً ۱۲۸ ۱۳۔ تراب علی قلندر کاکوروی: کشف المتواری ص ۱۱۲۔۱۱۹، مسعود انور علوی: کواکب ص ۸ ۱۴۔ زبدہ ۱۲۸ ۱۵۔ مجدد الف ثانی: مبداء و معاد ص ۱۶۔ زبدۃ ۱۳۷

خواجہ باقی باللہؒ کے حضور

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے والد بزرگوار سے سلسلہ نقشبندیہ کے اوصاف سنے تھے اور ان کے رسائل کا مطالعہ کیا تھا، اس لئے اس سلسلۂ مبارکہ کے اصحاب سے ملنے اور حج کی سعادت حاصل کرنے کی تمنا تھی، لیکن اپنے والد کی ضعیفی کے پیش نظر آپ سرہند سے باہر نہیں جاتے تھے، اس دوران آپ کے والد مخدوم عبدالاحد کا ۱۰۰۷/۱۵۹۸ء کو وصال ہوگیا تو آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، دہلی پہنچے ۱۷ تو آپ کی ملاقات ایک دوست مولانا حسن ہمدانی کشمیری دہلوی ۱۸ (ف ۱۰۵۱/۱۶۴۱ء) سے ہوئی ۱۹ جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید بھی تھے، وہ آپ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے، جہاں آپ کو سلسلۂ نقشبندیہ کی نعمت بھی مل گئی، آپ نے ان کے اس احسان کا خود اعتراف کیا ہے ۲۰ حضرت خواجہ نے چند دنوں میں ہی ذکر کی تعلیم دی تو آپ پر باطنی انوار کی کشادگی ہونے لگی اور پھر بہت جلد آپ کو اس سلسلہ کی تمام نعمتیں مل گئیں، حضرت خواجہ کو امکنہ سے خلافت یاب ہوکر واپس ہندوستان آتے ہوئے سرہند شریف کے قریب خواب میں بتایا گیا کہ تم ایسے علاقہ سے گذر رہے ہو جہاں قطب موجود ہے، صبح حضرت خواجہ نے اس علاقہ میں ہر جگہ قطب کو تلاش کیا لیکن جو شکل وشباہت آپ کو دکھائی گئی تھی وہ کسی میں نظر نہ آئی، جب حضرت مجدد الف ثانی آپ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت کو پہچان لیا کہ یہ تو وہی شہباز ہیں جن کے ہاتھ آنے کی پیش گوئی آپ کے شیخ

۱۷۔ زبدہ ۱۳۷۔۱۳۸ ۱۸۔ مولانا حسن کشمیری کے حالات کے لئے دیکھئے زاد المعاد ۴/۱۰۸

۱۹۔ زبدہ ۱۳۸ ۲۰۔ مکتوبات امام ربانی ۳/۱۲۲

مولانا خواجگی امکنگی نے کی تھی [۲۱] آخر اس شہباز نے وہ روحانی ترقی کی جو کسی دوسرے کے نصیب میں نہ ہوئی، آپ کو اپنے والد گرامی سے ''فردیت'' کی نسبت حاصل ہوئی تھی۔

ایں درویش را مایۂ نسبت فردیت از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود۔[۲۲]

آپ نے حضرت خواجہ کا یہ قول اپنے بارے میں نقل کیا ہے کہ اسے ''محبوبیت'' پہلے سے حاصل تھی، جب میری نسبت ملی تو بہت ترقی ہوئی:

روزی فرمودہ درمیان واقعہ از وقائع کہ اگر نہ معنی محبوبیت درو می بود توقف بسیار در وصول بمقصد واقع می شد و محبوبیت اورا نسبت بہ عنایت خود بیان مرمودہ بودند از اں سخن امیدواری تمام است[۲۳]

یہی ''فردیت'' اور ''محبوبیت'' لے کر جب آپ حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے اور آپ کو حضرت خواجہ کی نسبت ملی تو آپ کی روحانیت کو کامل عروج حاصل ہو گیا آپ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں صرف تین بار حاضری نصیب ہوئی، خود لکھا ہے:

سہ مرتبہ فقیر بدولت عتبہ بوسی حضرت ایشاں مشرف گشت، مرتبہ

---

[۲۱] زبدہ ۱۴۰-۴۲ ، [۲۲] حضرات القدس ۳۳/۲ [۲۳] مکتوبات امام ربانی ۱۴/۱

اخیر فقیر را فرمودند کہ ضعف بدن بر من غالب آمدہ است، امید حیات کم ماندہ، از احوال طفلاں خبر دار خواہی بود۔[۲۴]

آپ کی پہلی حاضری ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء کو حج پر جاتے ہوئے ہوئی جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے، دوسری حاضری کا ذکر حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ۶/ صفر ۱۰۰۹ھ کے تحت ملتا ہے، اسی سال ماہ ذی قعدہ میں آپ کو سرہند جانے کی اجازت و رخصت دی گئی، اس مرتبہ آپ نے رمضان سے ذی قعدہ تک چار ماہ خانقاہ شریفہ دہلی میں قیام کیا [۲۵] آپ کی تیسری اور آخری حاضری ۱۰۱۲ھ کو ہوئی اس وقت حضرت خواجہ علیل اور زندگی کی امید کم رکھتے تھے، جس کا آپ نے منقولہ بالا مکتوب میں خود ذکر کیا ہے، اس کے چند ماہ بعد ہی ۲۵/ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو حضرت خواجہ کا وصال ہو گیا۔

حضرت خواجہ کی جانشینی

حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے کئی مرتبہ ایسے جملے نکلے جو حضرت مجدد الف ثانی کی جانشینی کی طرف واضح اشارہ ہیں

حضرات القدس کے مولف کی معاصر شہادت ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی "سرہند سے حضرت خواجہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوتے تھے تو حضرت خواجہ اور آپ کے خلفاء حضرت مجدد الف ثانی کا بہت ہی احترام کے ساتھ استقبال فرماتے تھے، یہ

۲۴۔ ایضاً ۲۶۶/۱ ۲۵۔ ملفوظات حضرت خواجہ مشمولہ کلیات ص

سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی جاری رہا، لکھا ہے:

وقتی کہ حضرت ایشاں قدس سرہٗ بعد ارتحال حضرت خواجہ قدس سرہٗ بجہت عزاء آنحضرت طوف دہلی تشریف بردند، اصحاب حضرت خواجہ قدس سرہٗ بر سنن سابق استقبال ایشاں نمودند و بر طریق قدیم در حلقہ ذکر ایشاں حاضر می شدند ۲۶

ایک مخلص نے نہایت عاجزی سے حضرت خواجہ کی خدمت میں درخواست کی کہ عنایات خاصہ سے نوازیں تو آپ نے فرمایا کہ اب جب میاں شیخ احمد سرہندی یہاں آئیں تو ان سے درخواست کریں گے کہ تمہارے حق میں توجہ فرمائیں:

روزی یکی از خلص اصحاب ایشاں بتضرع تمام التماس نظرات عنایات خاصہ نمودہ، فرمودہ اند کہ ان شاء اللہ چوں جناب ایشاں از سرہند ایں جا بیایند، التماس کنیم کہ در حق تو توجہات خاصہ نمایند و در اندک فرصت ترا بمقامات عالیہ رسانند ۲۷

حضرت خواجہ صبح و شام کے حلقوں میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو مقتداء بناتے اور خود دوسرے مریدوں کے ساتھ اس حلقہ میں داخل ہوتے، جب مجلس سے واپس جاتے تو کئی قدم قہقری (یعنی ادب الٹے پاؤں) چلتے اور مریدوں کو بھی آپ احترام کرنے کی تلقین فرماتے ..... حضرت خواجہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ بھی فرمایا کہ

---

۲۶ حضرات القدس ۲/۵۰۔۵۱ ۲۷ زبدہ ۱۳۵

حضرت میاں شیخ احمد کی موجودگی میں اپنے باطن کو بھی میری طرف متوجہ نہ رکھیں، خواجہ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں:

چنانکہ در حضور خود سر حلقۂ اصحاب خود ایشاں را داشتہ و مقتدیٔ حلقہای مراقبۂ صباح و رواح ہم ایشاں را گردانیدہ بودند و خود چون سائر مستر شدان خود باں حلقہ داخل می شدند و چوں از حلقہ تا آں مجلس کہ حضرت ایشاں آں جا بودند باز می گشتندی، چندیں گام بشیوۂ قہقری می نہادند، رعایت غایت ادب و یاران را نیز تاکید کردہ بوند.... بل باصحاب خود فرمودہ بودند کہ باطن خود را نیز در حضور حضرت ایشان متوجہ ما ندارید۔[۲۸]

معاصر مولف زبدۃ المقامات اس اہم روایت کے خود راوی ہیں کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانی کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ کی طالبوں کی تربیت میں سرگرمی اس زمانہ تک تھی جب تک ہمارا معاملہ انتہا کو نہیں پہنچا تھا، جب میرے کام سے فارغ ہوئے تو کشف میں یہ ظاہر ہوا کہ اب اپنے آپ کو مشیخت کے کام سے الگ کر لیں اور طالبوں کو ہمارے حوالہ کر دیں:

فقرے از زبان مبارک حضرت ایشاں شنود کہ فرمودند گرمیٔ حضرت خواجۂ ما قدس سرہٗ بہ تربیت طالبان تا زمانی بود کہ معاملۂ

۲۸۔ زبدۃ، ۱۵۳

ما با تنہا نرسدہ بود، چوں از کار من فارغ شدند مری گردید کہ خود را

از کار مشیخت کشیدند و طلاب را بما حوالہ نمود ۲۹؎

حضرت خواجہ نے میر محمد نعمان بدخشی (۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء) سے فرمایا کہ میاں شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان میں گم ہیں:

میاں شیخ احمد آفتابی اند کہ مثل ما ہزاروں ستارگان در ضمن

ایشاں گم ست واز کُمل اولیاء متقدمین خال خال مثل ایشاں

گذشتہ باشند ۳۰؎

حضرت خواجہ نے اپنے تمام مریدین کو تکمیل کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھیجتے ہوئے نہایت انکساری کے ساتھ یہ لکھا:

جمعی از دوستان کہ گرفتار بار وجود ما بودند، چوں مادر مضیق و ماما

اِلالہٗ مقام معلوم در بند مصلحت فکر و عقل ما اقتضائے آں

کرد........ در تحت اشعۂ آفتاب شہود زندگانی نمائند ۳۱؎

یہ چند اشارات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضرت خواجہ کے اکمل ترین خلیفہ اور آپ کی مسند مشیخت پر جلوہ افروز ہونے کے قابل صرف شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ ہی تھے۔

اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت خواجہ اپنے اس مرید مخلص کے طفیلی ہو گئے

۲۹؎ ایضاً ۱۵۶ ۳۰؎ زبدہ ۳۳۰ ۳۱؎ مکتوبات حضرت خواجہ مشمولہ کلیات ۱۴۱/۸۴

تھے بلکہ آپ حضرت خواجہ کا اتنا ادب کرتے تھے کہ ایک مرتبہ خانقاہ میں قیام کے دوران جب حضرت خواجہ نے آپ کو طلب فرمایا تو آپ پر حضرت خواجہ کی اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ خواجہ حسام الدین احمد کی روایت کے مطابق طلبی کی اطلاع سنتے ہی آپ کے چہرہ کا رنگ خوف سے متغیر ہو گیا اور اضطراب کے دوران آپ پر رعشہ طاری ہو گیا[۳۲]

خود حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت خواجہؒ کی صحبت مبارک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ایں فقیر بیقین می دانست کہ مثل ایں صحبت اجتماع و مانند آں تربیت و ارشاد بعد از زمان آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوت و التسلیمات ہرگز بوجود نیامدہ است وشکر ایں نعمت بجا میاید آورد کہ اگرچہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات مشرف نشیدیم باری از سعادت ایں صحبت محروم نماندیم [۳۳]

فرزندان حضرت امام ربانیؒ

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں:

۱۔ خواجہ محمد صادق (۱۰۰۰۔۱۰۲۵ھ/۱۵۹۱-۱۶۱۶ء)

۲۔ خواجہ محمد سعید (۱۰۰۵۔۱۰۷۱ھ/۱۵۹۶-۱۶۶۰ء)

۳۔ خواجہ محمد معصوم (۱۰۰۷۔۱۰۷۹ھ/۱۵۹۸-۱۶۶۸ء)

---

[۳۲] زبدۃ ۱۴۹ [۳۳] زبدۃ ۱۴۹

۴۔ شاہ محمد یحیٰ (۱۰۲۷۔۱۰۹۸ھ/۱۶۱۸-۱۶۸۶ء)

۵۔ محمد عیسیٰ

۶۔ محمد فرخ

۷۔ محمد اشرف

موخر الذکر تینوں فرزندان گرامی خورد سالی میں فوت ہو گئے جبکہ بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق صرف ۲۵ سال کی عمر میں وصال فرما گئے، موصوف اس عمر میں پایہ مولویت تک تعلیم حاصل کر کے آپ کے حضور سلوک کی تکمیل کر چکے تھے سب سے چھوٹے بیٹے شاہ محمد یحیٰ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے وقت صرف سات سال کے تھے، ان کی تعلیم و تربیت ان کے دو بڑے بھائیوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم نے کی، یہی دو صاحبزادگان آپ کے جانشین بنے اور آپ کے احیاء دین کے مشن کو آگے بڑھایا۔

آپ کی تین صاحبزادیاں خدیجہ، رقیہ اور ام کلثوم تھیں، ان میں سے دو موخر الذکر کم سنی میں فوت ہو گئیں، صرف خدیجہ بی بی حیات رہیں، حضرت امام ربانی کی تمام دختری اولاد انہی کے بطن سے تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد کے حالات کے کے لیے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ زبدۃ المقامات ۳۰۰۔۳۲۶

۲۔ حضرات القدس ۲/۲۲۰۔۲۹۸

۳۔ مقامات معصومی (جلد سوم)

۴۔ روضۃ القیومیہ ۲۸۹/۱۔۳۲۰

۵۔ ہدیۂ احمدیہ (در انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانیؒ)

۶۔ انساب الانجاب (در انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی)

۷۔ جواہر علویہ (احوال اولاد شاہ محمد یحییٰ)

خلفائے حضرت امام ربانیؒ

آپ سے بیعت ہونے والے افراد کی تعداد شمار سے باہر ہے اسی طرح خلافت یاب اصحاب بھی بہت زیادہ تھے، وسطی ایشیاء، افغانستان اور عرب سے آنے والے حضرات بھی ان میں شامل ہیں، ہم نے صرف وہ فہرست ہی دی ہے جو ناموں کی نسبتوں سمیت معاصر تذکروں پر مبنی ہے:

۱۔ میر نعمان بدخشی
۲۔ شیخ ملا طاہر لاہوری
۳۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری
۴۔ شیخ نور محمد پٹنی
۵۔ شیخ حمید بنگالی
۶۔ شیخ طاہر بدخشی
۷۔ شیخ مزمل
۸۔ مولانا یوسف سمرقندی
۹۔ مولانا احمد برکی
۱۰۔ مولانا محمد صالح کولابی ا
۱۱۔ مولانا محمد صدیق کشمی
۱۲۔ شیخ عبدالحی حصاری شادمانی
۱۳۔ مولانا یار محمد قدیم طالقانی
۱۴۔ شیخ حسن برکی
۱۵۔ مولانا عبدالہادی بداونی
۱۶۔ شیخ یوسف برکی
۱۷۔ سید محب اللہ مانکپوری
۱۸۔ حاجی خضر افغان

۱۹۔ شیخ احمد دیبنی
۲۰۔ شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی
۲۱۔ مولانا امان اللہ لاہوری
۲۲۔ مولانا امان اللہ فقیہ
۲۳۔ شیخ محمد چتری
۲۴۔ شیخ داؤد ساکی
۲۵۔ شیخ سلیم بنوری
۲۶۔ شیخ آدم بنوری
۲۷۔ شیخ محمد بہاری
۲۸۔ شیخ حامد بہاری
۲۹۔ صوفی قربان قدیم
۳۰۔ صوفی قربان جدید
۳۱۔ مولانا محمد صادق کابلی
۳۲۔ مولانا محمد ہاشم خادم
۳۳۔ مولانا غازی نو گجراتی
۳۴۔ سید باقر سارنگ پوری
۳۵۔ مولانا فرخ حسین
(برادر مولانا صفر احمد رومی)
۳۶۔ مولانا صفر احمد رومی
۳۷۔ مولانا بدر الدین سرہندی
(مولف حضرات القدس)
۳۸۔ مولانا حمید احمدی
۳۹۔ حاجی حسین
۴۰۔ شیخ عبد الرحیم برکی
۴۱۔ خواجہ محمد اشرف کابلی
۴۲۔ مولانا حاجی محمد فرکتی
۴۳۔ مولانا عبد الغفور سمرقندی
۴۴۔ حافظ محمود گجراتی
۴۵۔ سلیم خان عسکری (فوجی)
۴۶۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی
(مولف زبدۃ المقامات)
۴۷۔ شیخ یار محمد جدید طالقانی
(جامع جلد اول مکتوبات امام ربانی)
۴۸۔ مولانا قاسم علی
(مرید حضرت خواجہ باقی باللہ و خواجہ حسام الدین احمد،
زاد المعاد ۲۸۹/۳، ۲۰۸/۴_۲۰۹)

۴۹۔ مولانا عبدالواحد لاہوری

۵۰۔ شیخ نور محمد تہاری

(روضہ القیومیہ ۳۳۹/۱)

۵۱۔ حاجی حسین

(روضہ القیومیہ ۳۴۰/۱)

۵۲۔ شیخ عبدالرحیم پھرکی

(روضہ القیومیہ ۳۴۰/۱)

۵۳۔ شیخ مولانا حاجی محمد زکی

(روضہ القیومیہ ۳۴۰/۱)

۵۴۔ خواجہ کلاں، عبداللہ

بن حضرت خواجہ باقی باللہ (زادلمعاد)

۵۵۔ خواجہ خرد، عبداللہ

بن خواجہ باقی باللہ (زادالمعاد)

۵۶۔ علامہ شیخ عثمان یمنی

(انوارالقدسیہ ۱۹۱، الحدائق الوردیہ ۴۵۸

۵۷۔ شیخ عبدالعزیز نحوی حنبلی

(انوارالقدسیہ ۱۹۱، الحدائق الوردیہ ۴۵۸

۵۸۔ مولانا شیخ علی مالکی

(انوارالقدسیہ ۱۹۱، الحدائق الوردیہ ۴۵۸

۵۹۔ مولانا شیخ علی طبری

(انوارالقدسیہ ۱۹۱، الحدائق الوردیہ ۴۵۸

۶۰۔ خواجہ محمد صادق

بن حضرت مجدد الف ثانیؒ

۶۱۔ خواجہ محمد سعید بن

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۶۲۔ خواجہ محمد معصوم بن

حضرت مجدد الف ثانیؒ

۶۳۔ شیخ عبدالقادر بٹالوی

(عمدۃ المقامات ۲۱۷)

۶۴۔ علامی عبدالحکیم سیالکوٹی

(زبدۃ المقامات ۱۷۶)

۶۵۔ شیخ زین العابدین تبریزی شافعی

مکی (عمدۃ المقامات ۲۱۸)

۶۶۔ شیخ احمد استنبولی حنفی

(عمدۃ المقامات ۲۱۸)

تصانیف حضرت مجدد الف ثانیؒ

اہل نظر نے آپ کی دو زندہ کرامات کا اعتراف کیا ہے اول آپ کے فرزندان گرامی اور دوم آپ کے رسائل و مکتوبات آپ کے چاروں صاحبزادگان درجہ اوّل کے علماء اور اولیاء میں سے تھے، اسی طرح آپ کی تصانیف خصوصاً آپ کے مکتوبات ہر سلسلہ کے صوفیہ میں مقبول اور متداول رہے ہیں

رسائل:

آپ نے حسب ذیل رسائل عربی و فارسی میں تصنیف کیے:

۱۔ تہلیلہ (تحقیق الکلمۃ الطیّبہ) (عربی)

آپ کا یہ رسالہ علم کلام سے تعلق رکھتا ہے کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اس کی تکمیل و تبیض ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء کو ہوئی ، اس رسالہ کے اردو تراجم حافظ رشید احمد ارشد ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (مع متن)، پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی ، نثار الحق نقشبندی اور ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس نے کیے جو پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ اثبات النبوۃ (عربی)

یہ رسالہ بھی آپ کے ابتدائی زمانہ کی تصنیف ہے، سال ترتیب نہیں لکھا گیا :

حضرت نے اس کا سبب تالیف بتاتے ہوئے ان فتنوں کا ذکر کیا جو اکبر بادشاہ کے زیر اثر سر اٹھا رہے تھے، منصب نبوت کی قدح کی جا رہی تھی اور ہندوستان کے مسلم معاشرہ میں نبوت کے عملی تصور کو نقصان پہنچایا جا رہا تھا، ابوالفضل علامی کا نام لیے بغیر اس کے ساتھ جو دینی

مباحثہ ہوا تھا، اس کا ذکر کر کے اس وقت کے مذہبی ماحول کی عکاسی کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لینے سے منع کیا جا رہا تھا، اسلامی شعائر مٹائے جا رہے تھے، کفار کی کتابوں کے فارسی میں تراجم کر کے ان کے علوم کا احیاء کیا جا رہا تھا، اس رسالہ میں آپ نے بروقت یہ ثابت کیا ہے کہ مسلم معاشرہ میں نبوت کے تصور کے بغیر شریعت کی عملی حیثیت باقی نہیں رہی تھی، ابوالفضل نے مہابھارت کے فارسی ترجمہ کے مقدمہ میں جس طرح ہندوؤں کے مذہبی علوم کو اسلامی علوم پر فوقیت دی ہے یہ رسالہ اس کا عملی جواب ہے: استنبول ترکی میں اثبات النبوۃ پر Dr.Hayrettin Yilmaz, *Imam-i Rabbani Ahmed Faruki Serhendi' de Nubuvvat Anlayist,* Turkey, Erzurum Islamic Ilimler Fakultesi, 1986. (Unpublished PhD thesis, 201 pages) بھی لکھا ہے جو تا حال طبع نہیں ہوا۔

اس رسالہ کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے ہیں، پہلا ایڈیشن مع اردو ترجمہ حیدر آباد، سندھ سے ۱۹۶۳ء کو شائع ہوا اس کی عکسی اشاعت مولانا حسین حلمی ایشیق نے استنبول سے کی، مولوی محبوب الٰہی مرحوم نے اس کا عربی متن مرتب کر کے مجموعہ رسائل مجددیہ میں شامل کیا ہے جو لاہور سے ۱۹۶۵ء کو طبع ہوا

اثبات النبوۃ کے تمام دریافت شدہ نسخوں میں صرف مقالہ اوّل ہی موجود ہے اور مقالہ ثانی غائب ہے۔

۳۔ رسالہ ردّ روافض (فارسی)

آپ نے یہ رسالہ اہل تشیع کے رد میں ۱۰۰۱۔۱۰۰۲ھ/ ۱۰۹۲۔۱۵۹۳ء کے

مابین تالیف کیا، چونکہ اکبر بادشاہ کے افکار پر جو فرقہ مسلط ہو گیا تھا وہ یہی تھا، انہوں نے چن چن کر اہل سنت سے بدلے لئے اور دین کو نقصان پہنچایا، جب شاہ عبداللہ اوزبک دوم (۹۹۱۔۱۰۰۶ھ/ ۱۵۸۳۔۱۵۹۷ء) نے مشہد کا محاصرہ کیا تو علمائے ماوراء النہر نے اہل تشیع کی تکفیر میں ایک رسالہ لکھا جس کے جواب میں شیعوں نے بھی ایک رسالہ تالیف کیا، اس رسالہ کے کئی جواب لکھے گئے ان میں سے ایک رسالہ تو یہی حضرت مجدد الف ثانی کا ہے، دوسرے رسالہ کا روٹوگراف ذخیرۂ مجددی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے، حضرت کا رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے حیدر آباد سندھ سے شائع اور مولوی محبوب الٰہی کا تصحیح و ترجمہ کے ساتھ لاہور سے طبع ہو چکا ہے، اس رسالہ کا صحیح ترین وہ متن وہ ہے جو مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے مرتب کیا اور دہلی سے ۱۹۸۳ء کو شائع ہوا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) نے علماء حرمین کی درخواست پر حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ رد روافض کی عربی میں شرح المقدمۃ السنیہ کے نام سے لکھی تھی جو دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۔ تعلیقات بر شرح رباعیات خواجہ باقی باللہؒ

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے اپنی ۴۹ رباعیات اور چند فرد کا ایک مجموعہ سلسلۃ الاحرار کے نام سے ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء کو خود ترتیب دے کر اس کے ۱۹ مادہ ہائے تاریخ املا کروائے تھے [۴۴] اور پھر اس سنہ میں ان میں سے چند رباعیات کی شرح لکھی تھی، گویا حضرت خواجہ حضرت مجدد الف ثانی کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ایک سال قبل اس شرح سے فارغ ہو چکے تھے۔

---

[۴۴] مشمولہ کلیات ص ۴۸

ایک مرتبہ حضرت خواجہ کے حین حیات حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے کاغذات دیکھ رہے تھے کہ ان میں آپ کو حضرت خواجہ کی یہ شرح ملی تو آپ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ اسے دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ میں جناب کی خدمت میں عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارے میں کچھ لکھیں یا اس فقیر کو حکم دیں کہ اس کے بارے میں کچھ لکھے، عرض کرتے ہیں:

روزی رسالہ سلسلۃ الاحرار بنظر درآمد درآں اثناء بخاطر فاتر رسید
کہ بایشاں عرضداشت بکنم تا خود چیزی در باب بعضی علوم آں
رسالہ نویسند یا بفقیر امر کنند تا چیزی در آں باب نویسد ؎۳۵

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اس پر کچھ لکھو تو آپ نے اس شرح پر بعض تعلیقات و توضیحات تحریر کیں، اس کی ضرورت کیوں کر محسوس ہوئی، خود حضرت خواجہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ رباعیات اور ان کی شرح ہم سے خوب واقع نہیں ہوئی ہے، فرماتے ہیں:

بجہت رعایت ظاہر شریعت از یں تصنیف خود سخن وحدت وجود در
آں جا بخوب ترین تدقیقات مبین است ناراضی بودند، می
فرمودند از ما ایں تصنیف خوب واقع نشد ؎۳۶

حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبانی حضرت خواجہ کا یہ قول شرح رباعیات میں نقل کرتے ہیں:

؎۳۵ مکتوبات امام ربانی ۱/۵ ؎۳۶ ملفوظات مشمولہ کلیات ص ۶۴

فضائل پناہی عبدالحق کہ از مخلصان حضرت ما است نقل کردند کہ
حضرت خواجہ قبل ایام رحلت فرمودند کہ مارا بعین یقین شدہ است
کہ توحید کوچہ تنگ است، شاہراہ دیگر است ۳۷

حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی صرف پہلی تین رباعیات کی شرح کی ہے جو حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد مرتب ہوئی یہ کئی بار شائع ہو چکی ہے، آخری طباعت مولانا محبوب الٰہی کی ہے جو رسائل مجددیہ میں شامل ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت خواجہ کی صرف دو رباعیات کی شرح لکھی ہے جو کشف الغین فی شرح رباعتین کے نام سے فارسی میں ہے اور کئی بار طبع ہو چکی ہے

۵۔ معارف لدنّیہ

آپ کا یہ رسالہ فارسی میں ہے، جس میں آپ نے اپنے معارف خاصہ او سلوک وطریقت کے مباحث شامل کئے ہیں اس میں کل اکتالیس معارف ہیں، ایک دوسرے سے امتیاز کے لئے آپ نے ''معرفت'' کا عنوان قائم کیا، یہ رسالہ مبداء و معاد کی تالیف وترتیب ۱۰۱۹ھ سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔

رسالہ معارف لدنّیہ کے آخر میں آپ نے شاہ محمد غوث گوالیاری (ف ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء) کے رسالہ معراجیہ سے مختلف عبارتیں نقل کر کے ان کو صریحاً ''خلاف

۳۷۔ تعلیقات بر شرح رباعیات، مشمولہ رسائل مجددیہ مرتبہ محبوب الٰہی ص ۲۲۸

مکتوبات امام ربانی ۴۳/۱

شرع اور خلاف نص'' لکھا ہے[۳۸]

یہ رسالہ کئی بار طبع ہو چکا ہے، اس کا اردو ترجمہ لاہور اور حیدرآباد سندھ سے شائع ہو چکا ہے، ڈاکٹر نجدت طوسون نے اس رسالہ کا جدید ترکی میں ترجمہ کیا ہے جو صوفی کتاب، استنبول نے ۲۰۰۶ء کو طبع کروایا۔

۶۔ مبداء ومعاد

آپ کا یہ رسالہ بھی فارسی میں ہے جو آپ کے معارف وعلوم پر مشتمل ہے، ہر عنوان کو ''منہا'' کا نام دیا ہے، منہا ۴ میں آپ نے ربیع الآخر ۱۰۰۸ھ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور طریقہ اخذ کرنے، پھر رجب ۱۰۰۸ھ کو نسبت نقشبندیہ کے ظہور اور دس سال چند ماہ بعد ذی القعد ۱۰۱۸ھ کو اس کی حقیقت کے انکشاف تام کا ذکر کیا ہے، اصل رسالہ مسودات کی صورت میں تھا، آپ کے خلیفۂ نامور خواجہ محمد صدیق ہدایت کشمی[۳۹] (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے ۱۰۱۹ء کو اسے باقاعدہ رسالہ کی شکل دی اور اس پر ایک خاتمہ کا اضافہ کیا، مصحح مکتوبات امام ربانی مولانا نور احمد امرتسری نے اسے بڑے اہتمام وحواشی کے ساتھ اپنے مطبع سے امرتسر سے شائع کیا پھر، مولانا محبوب الٰہی نے اسے مرتب کر کے رسائل مجددیہ کا جز بنایا، اس کا اردو ترجمہ لاہور سے طبع ہوا تھا، ڈاکٹر نجدت طوسون نے اس رسالہ کا جدید ترکی میں ترجمہ کیا جو ۲۰۰۵ء کو صوفی کتاب استنبول سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۸۔ معارف لدنیہ (مشمولہ مجموعہ رسائل مجددیہ ص ۲۱۰۔۲۱۴ تفصیل کے لئے دیکھئے: مقامات معصومی ۱/ ۲۲۷۔۲۳۲، ۴/ ۱۳۴۔۱۳۵

۳۹ خواجہ محمد صدیق ہدایت کے حالات کے لئے ہماری کتاب مکتوب الیھم کے تراجم ملاحظہ کریں

۷۔ مکاشفات غیبیہ

اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے اپنے قابل اظہار اسرار اور مکاشفات تحریر فرمائے ہیں، اس کے مرتب خواجہ محمد معصوم سرہندی ہیں، آپ نے اپنے مکتوبات میں اس کی خود وضاحت کی ہے:

در مرضِ آخر این ذرۂ حقیر را وصیت بہ نوشتن بعضی ازیں اسرار کہ قابل اظہار بودند نمودند، چنانچہ ایں فقیر بہ مقتضای وصیت در ایام عزای آنحضرت بہ حسب فہم قاصر خویش با چشم گریاں و دل ریش مواجہہ روضۂ منورہ نشستہ آں دُرہای ناسفتہ را در سلک نظم کشیدہ و داخل مکتوبات قدسی آیات آنحضرت گردانید چنانچہ ختم مکتوبات جلد ثالث بہماں مرقومات مقرر گشت [۴۰]

حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے میر صفر احمد معصومی مولفِ مقامات معصومی کا بیان بھی قابل توجہ ہے، لکھتے ہیں:

مکاشفات غیبیہ را حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس و مبداء و معاد را خواجہ محمد صدیق بدخشی قدس سرہ جمع نمودہ اند یعنی خطبۂ آنہا از خود ساختہ و رسائل باقیہ من البدایت الی النہایت عبارت از حضرت مجدد الف ثانی است [۴۱]

---

[۴۰] مکتوبات معصومیہ ۱۹۳/۱ [۴۱] مقامات معصومی ۲۸/۳

خواجہ محمد معصومؒ نے یہ رسالہ ۱۰۵۱ھ کو مرتب کیا، خود وضاحت فرماتے ہیں:

نمودہ می آید کہ درسال یاک ہزار و پنجاہ و یک ورقی چند از مسودات قدسی آیات حضرت قدوۃ المحققین ...... الامام الربانی .... الشیخ احمد بن عبد الاحد .... از بعضی دوستاں بدست افتاد کہ تا حال منقول نگشتہ وآں اوراق جامع اسرار خفیہ .... اندر ضمن الفاظ رنگین وعبارات دلکش بخاطر یکی از فدویان ایں درگاہ قرار یافت کہ نقل از آں بردارد وآں لالی منثورہ را درسلک جمع وترتیب از و باید داشت ...... و رسالہ موسوم بہ مکاشفات غیبیہ ترتیب داد ۴۲

ہمیں تعجب ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے اپنے مرتبہ ایڈیشن مکاشفات میں اسے خواجہ محمد ہاشم کشمی سے کیوں منسوب کردیا؟ حالانکہ مندرجہ بالا شواہد سے تو واضح ہے کہ اس کے مرتب خواجہ محمد معصوم سرہندی ہیں جنہیں اس کے مولف حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کی ترتیب کا امر فرمایا تھا۔

یہ رسالہ اپنی ترتیب (۱۰۵۱ھ) سے بہت پہلے مخلصین میں مروج تھا، زبدۃ المقامات (تالیف ۱۰۳۷۔۱۰۴۰ھ) میں اس کا یہی نام درج ہے ۴۳ اور مریدین کو اس میں سے نقل واقتباس کی اجازت تھی۔

---

۴۲ مکاشفات غیبیہ ۵۔۶

ڈاکٹر نجدت طوسوں نے اس رسالہ کا جدید ترکی میں ترجمہ کیا ہے جو صوفی کتاب استنبول سے ۲۰۰۶ء میں طبع ہو چکا ہے۔

۸۔ چہل حدیث

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس رسالہ میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ چالیس احادیث تبرکاً و تیمناً جمع کی ہیں، ہر حدیث کے اختتام پر ''متفق علیہ'' لکھنے کی ضرورت محسوس کی ہے، اس مجموعہ میں عقائد، عبادات و معاملات اور آداب و اخلاق جیسے اہم موضوعات پر احادیث ہیں اور محبت رسول ﷺ کی ترغیب بھی دیتی ہیں[۴۴]

۴۳۔ زبدہ ۲۴۰ دیگر مباحث و تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: مقامات معصومی ۱/۲۵۳۔۲۵۹

۴۴۔ چہل حدیث کا پہلا ایڈیشن مولانا عبد الشکور نے مرتب کیا اور دوسرا پروفیسر ہمایوں عباس شمس نے انگریزی و اردو ترجمہ سمیت مرتب کر کے ادارہ تحقیقات لاہور سے ۲۰۰۸ء کو شائع کیا

مفقود رسائل

حضرت مجدد الف ثانی کے کئی رسائل ایسے بھی ہیں جواب مفقود ہیں لیکن معاصر سوانح نگاروں نے ان کا ذکر کیا ہے:

۱۔ رسالہ در بیان طریقت حضرت خواجگان

آپ نے یہ رسالہ مرتب کر کے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں بھیجا تھا، لکھتے ہیں:

رسالہ در بیان طریقت حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نوشتہ ارسال داشتہ است بنظر مبارک خواہد در آمد ہنوز مسودہ است [۴۵]

اس رسالہ کا زبدۃ المقامات میں بھی ذکر آیا ہے کہ مکمل ہو گیا ہے [۴۶] اس نام کا ایک رسالہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد میں (نمبر 4743) ہے [۴۷] ممکن ہے کہ وہ یہی رسالہ ہو۔

۲۔ رسالۂ جذب و سلوک [۴۸]

خود حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

در تحقیق ایں مبحث (جذبہ پیش از سلوک) در رسالہ کہ در تحقیق

..

---

[۴۵] مکتوبات امام ربانی ۵/۱ [۴۶] زبدہ ۱۵۱

[۴۷] منزوی احمد: فہرست نسخہ ہائے خطی ۷۲۸/۲ [۴۸] ایضاً ۲۴۰، مکتوب ۱۶/۱

حقیقت جذبہ وسلوک و امثال آنہا تحریر یافتہ بتفاصیل ذکر یافتہ

است (مکتوبات ۱/۲۶) یہ رسالہ آپ کے مکتوبات (۱/۲۸۷،

۲/۴۲) میں شامل ہے

۳۔ آداب مریدین

حضرت خواجہ محمد معصوم نے لکھا ہے کہ ہمارے حضرت نے اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، اگر میسر آئے تو مطالعہ کریں:

حضرت ایشاں ماقدس سناء اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس درباب رسالہ

نوشتہ اند و بعضی از آداب ضروریہ پیررا درآن جا اندراج فرمودہ،

اگر بہم برسد آں را مطالعہ نمایند[۴۹]

حضرات القدس کے مولف نے اس رسالہ کا نام آداب المریدین لکھا ہے[۵۰]

۴۔ تعلیقات عوارف

عوارف المعارف تصنیف شیخ شہاب الدین عمر بن محمد (ف ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء) کی حضرت مجدد الف ثانی نے شرح لکھی تھی[۵۱]

آپ کے بعض معاصر فضلاء نے آپ سے عوارف کی شرح لکھنے کی درخواست کی اور ان کا اس سلسلہ میں اصرار حد سے بڑھ گیا تو آپ نے ایک فاضل کو اس کتاب کی

---

۴۹ مکتوبات معصومیہ ۲/۱۱۰ بنام میاں عبدالحکیم (مطبوعہ ظہور پریس، لدھیانہ ص ۱۵۴

۵۰ حضرات ۲/۱۳۶ ۵۱ زبدہ ۲۲۰

قرأت کا حکم دیا اور آپ نے عربی میں اس کی شرح املا کروانا شروع کر دی لیکن جلد ہی اس کی شرح کا سلسلہ منقطع فرما دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت شہاب الدین کی شان میں کچھ بے ادبی ہو جائے، معاصر مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی گواہ ہیں:

بعضی فضلائے وقت التماس آن نمودند کہ کتاب عوارف شرحی چنانکہ باید ندارد......... بدیں تقریب شروع نمودند شرحی عربی درغایت بلاغت معنی وفصاحت لفظ جزوی تحریر یافتہ بود کہ فرمودند خود را ازین معنی گذرانیدیم کہ مبادا در محل ازمحال اذکار بتقریب علو سخن وتدقیقابت آن ناگاہ شیوہ ظہور گیرد کہ کمال رعایت حضرت شیخ الشیوخ از دست رود۔ ۵۲

گویا آپ عوارف المعارف کی یہ شرح مکمل نہیں کر سکے، اس کا نا تمام نسخہ بھی کہیں دستیاب نہیں ہے، البتہ آپ نے اس کی جس قدر تشریحات کی تھیں وہ آپ نے اپنے مکاتیب میں اعادہ فرمائی ہیں، خصوصاً جلد سوم کے مکتوبات ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، وغیرہ میں عوارف کے حوالہ سے عربی بیانات قابل توجہ ہیں۔ ۵۳

---

۵۲ ایضاً ۲۳۴ ۵۳ ان کے علاوہ مکاتیب ۲۹۳/۱، ۲۹،۲۱/۲، ۸۶/۳، ۸۹، ۹۰ میں بھی عوارف کے بعض مباحث قابل توجہ ہیں، نیز ملاحظہ ہو حضرات القدس ۱۶۳/۲

۵۔رسالۂ نصائح

الحال رسالۂ دیگر بہ بیاض رسیدہ بود، فرستادہ، آں رسالہ بالتماس

بعضی یاراں میسر شد کہ التماس نمودہ کہ نصائح بہ نویس ۵۴

۶۔رسالہ در تحقیق مراتب وحدت الوجود

آپ نے وحدت الوجود کے مباحث بیان کرتے ہوئے اپنے والد گرامی مخدوم عبدالاحد کے زیر اثر وحدت الوجود کے ذریعہ روحانی ترقی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ سے منسلک ہونے کے بعد میں دعا کرتا تھا کہ یہ شغل مجھ سے جدا نہ ہو لیکن حضرت خواجہ کی توجہ سے مجھے ترقی نصیب ہوئی، آپ شیخ صوفی کو لکھتے ہیں کہ ان مباحث کی تفصیل رسالہ در تحقیق مراتب وحدت الوجود میں ملاحظہ کریں ۵۵

---

۵۴ زبدہ ۲۳۶، مکتوبات امام ربانی ۱:۲۰۰ ۵۵ مکتوبات امام ربانی ۱/۳۱

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا شعری ذوق

آپ کا زمانہ (۹۷۱ـ۱۰۳۴ھ/۱۵۶۳ـ۱۶۲۴ء) علمی و ادبی اعتبار سے مسلمانوں کے عروج کا عہد تھا، ہندوستان اور اس کے نواح میں ادباء وشعراء پورے ذوق کے ساتھ ادبیات عالیہ کی تخلیق میں مصروف تھے، وسطی ایشیاء، افغانستان، ایران اور عربستان سے ساری علمی ہواؤں سے ہندوستان براہ راست متاثر ہورہا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور رسائل تو عربی وفارسی ادب کا شاہکار ہیں، افکار کا تنوع اور طمطراق عالم اسلام کے لئے توجہ کا مرکز بن گیا، آپ کے اساتذہ میں مشہور فارسی شاعر مولانا یعقوب صرفی کشمیری (ف ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء) بھی شامل ہیں جو نہ صرف صاحب دیوان فارسی شاعر تھے بلکہ پانچ مثنویاں بھی ان کی یادگار ہیں، حضرت خواجہ باقی باللہؒ جو آپ کے مرشد گرامی ہیں اعلیٰ ذوق کے فارسی شاعر تھے، کتاب زادالمعاد کی تحقیق کے دوران ہم اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس عہد کا ادبی ماحول ایسا تھا کہ ہندوستان کا کوئی شاعر ایسا نہیں ہوگا جو حضرت خواجہ کے مرکز دعوت وارشاد (دہلی) میں حاضر نہ ہوا ہو، آپ کے مرکز کی علمی وادبی فضا کے چرچے سارے ہندوستان میں تھے، بھلا حضرت امام ربانی جیسا بیدار مغز بزرگ اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا؟

آپ کے خلفاء بھی صاحبِ ذوق وسخن تھے، خواجہ محمد ہاشم کشمی نہ صرف صاحب دیوان شاعر تھے بلکہ کئی کتابوں کے مولف بھی تھے جو اعلیٰ فارسی نثر کے نمونے ہیں، اسی طرح شیخ محمد صدیق ہدایت بھی شاعر اور نثر نویس تھے، شیخ محمد اسماعیل رشدی (مرتب و

جامع کلیات خواجہ باقی باللہؒ) عبدالرحیم خانِ خانان سے وابستہ شعراء میں شامل تھے۔[1]

آپ کے مکتوبات میں منقول اشعار مولانا روم، حافظ شیرازی، مولانا عبدالرحمٰن جامی، خواجہ فخر الدین عراقی، خواجہ باقی باللہؒ، خواجہ فرید الدین عطار، امام شرف الدین بوصیری، متنبیؔ، امام شافعیؒ، شیخ سراج الدین ابوالحسن علی بن عثمان فرغانی (مولف قصیدہ بردہ شریف) سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی ایک فارسی رباعی بھی نقل کی ہے۔[2]

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تفسیری وفقہی خدمات

مقالہ برای حصولِ درجۂ پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین یونیورسٹی، ملتان ۲۰۰۲ء [3]

☆ مکتوبات امام ربانی کے مآخذ

مولفہ ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، یہ کتاب سولہ عنوانات پر مشتمل ہے، جن میں سے ۱۴، ۱۵، ۱۶ مکتوبات سے متعلق ہیں یعنی مکتوبات کے مآخذ، مطالعۂ کتب اور حضرت مجدد الف ثانی، مکتوبات کے شعری مآخذ۔

---

[1] ''میاں شیخ اسماعیل رشدی، کلیات خواجہ باقی باللہ کے مدون'' اس عنوان سے ہمارا ایک مقالہ ارمغان عقیل مطبوعہ کراچی میں شامل ہے۔

[2] مکتوبات ۳/ ۶۷

[3] ناشر: پرگریسو بکس، لاہور، ۲۰۱۶ء

☆ مکتوبات بحیثیت مآخذ ایمانیات

مولفہ عبدالباری صدیقی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء

☆ حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات

مرتبہ آباد شاہ پوری، لاہور ۱۹۷۷ء

مرتبہ محمد مظفر علی رضوی، مقالہ برای ایم اے اسلامیات،

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

☆ کشف المعارف

مولف عنایت عارف، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۲ء

یہ مکتوبات امام ربانی کی موضوعی ترتیب ہے جس میں مختلف عنوانات کے تحت مکتوبات کے اقتباسات جمع کردیے گئے

☆ جہان امام ربانی

مرتبہ محمد مسعود احمد، ۱۱ مجلدات، ۳ جلدیں باقیات جہان امام ربانی، اس میں حضرت مجدد الف ثانی سے متعلق رسائل میں شائع شدہ قدیم وجدید مضامین جمع کئے گئے ہیں، بہت سے امور مکتوبات امام ربانی سے متعلق بھی ہیں۔

☆ مکتوبات امام ربانی کا تاریخی تعین

مولفہ محمد انصار خان، یہ سندھ یونیورسٹی، جام شور، حیدر آباد، سندھ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، تاحال شائع نہیں ہوا، موضوع نام سے ظاہر ہے۔

تخریجات وفہارس

۱۔تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات

مولفہ شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۴۔۱۲۹۶ھ /۱۸۱۶۔۱۸۷۸ء) بن شاہ ابوسعید مجددی یہ مکتوبات امام ربانی میں شامل احادیث کی تخریج پر مشتمل ہے، موصوف اپنے عہد کے محدث اور مسند وقت تھے، آپ سے تمام احادیث کی تخریج ممکن نہیں ہوسکی۔ مولانا مفتی محمد سعید نے لکھا ہے:

لکن عزا کثیراً من الاحادیث التی لم یظفر بھا الی الوضع و الضعف و عدم و جود اصلہ[1]

اس رسالہ کا ریک قلمی نسخہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم کے کتب خانہ خانقاہ شاہ ابوالخیر دہلی میں ہے۔

۲۔تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی

مولفہ مولانا محمد سعید نائطی[2] مفتی عدالت سرکارِ آصفیہ

مولف شاہ عبد الغنی مجددی کے مذکورہ رسالہ کے نقائص بتانے کے باوجود کامیابی کے ساتھ تخریجی کام انجام نہیں دے سکے، ان دونوں حضرات کے زمانہ تک تخریج حدیث کے ذرائع بہت کم تھے، ان کے بعد جب مولانا نور احمد امرتسری مرحوم

---

[1] تشیید المبانی ص ۳ [2] مولانا نائطی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: تاریخ النوائط ص: ۲۵۶۔۲۶۱

نے مکتوبات کی تصحیح کا کام کیا تو ایک حد تک ان دونوں کتابوں کی کمی پوری کرنے کی سعی کی۔

تشنید المبانی، مطبع فتح الکریم، حیدر آباد، دکن سے ۱۳۱۱ھ کو طبع ہوئی جو عربی میں ہے

۳۔ مکتوبات امام ربانی، تخریج احادیث

مولفہ ڈاکٹر بابر بیگ مطالی

یہ مولف کا پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۹۹۴ء) سے پی ایچ ڈی (شعبہ علوم اسلامیہ) کا مقالہ ہے، موصوف نے بڑی محنت سے تخریج کا کام انجام دیا ہے، سابقہ مولفین کے چھوڑے ہوئے خلاء پر کام کرنے کی کوشش کی ہے۔

۴۔ فہارس تحلیلیٔ ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی

مرتبہ آرثور بیولر (Arthur Buehler)، مطبوعہ اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۱ء یہ انڈیکس ایک امریکی نومسلم نے مرتب کیا ہے جس میں آٹھ قسم کے انڈیکس ہیں یعنی فہرست آیات، احادیث، گفتار و امثال عرفانی، اصطلاحات، اشخاص، گروہ ہا و فرقہ ہا، نام ہائی کتب و رسالہ ہا، نام جاہا، یہ انڈیکس اپنی بہت سی خوبیوں کے ساتھ بعض خامیوں کا بھی حامل ہے، مولف اجنبیت کے باعث کئی نام صحیح طور پر پڑھ نہیں سکے، اسی طرح کئی جغرافیائی نام بھی غلط ہو گئے ہیں۔

۵۔ معارف مکتوبات امام ربانیؒ

مولانا محمد نعیم اللہ خان خیالی، مطبوعہ شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی ۲۰۰۲ء کتاب کے نام سے اس کا سال تالیف ۱۹۸۳ء برامد ہوتا ہے، اس میں تین فہارس ہیں، عنوانات

ردیف، عنوانات مضامین و مسائل، اشخاص و اشیاء

مضامین و مسائل (موضوعات) کا اشاریہ پہلی بار کسی عالم نے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بہت سا مواد ابھی باقی ہے، جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض اہم امور کی انجام دہی کی ضرورت

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عمیق مطالعہ کے لئے کئی اقدام لازم ہیں جن میں سے چند اشارات ملاحظہ ہوں:

ا۔ مکتوبات کا دیگر لٹریچر کے ساتھ تقابلی مطالعہ

اگر مکتوبات امام ربانی کا آپ کے زمانے یعنی اکبر بادشاہ (۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) اور نور الدین جہانگیر (۱۶۰۵۔۱۶۲۸ء) کے دور میں تصنیف ہونے والے مذہبی لٹریچر، کتب تاریخ، انشاء لٹریچر اور کتب تصوّف کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے تو مکتوبات شریف کی اصل اہمیت سامنے آجائے گی، اس عہد میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات، تالیفات، کتب تاریخ خاص طور پر عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ اور نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث کی زبدۃ التواریخ وغیرہ اور دوسرے انشاء لٹریچر سے تقابل کیا جائے تو جو فکری بلندی اور دفاع اسلام کے لئے جس قدر تجاویز مکتوبات شریف میں ملیں گی دیگر انشائیہ لٹریچر میں اس کا عکس تک نظر نہیں آئے گا۔ اس عہد کی کتب انشاء کا تمام تر زور قلم زبان دانی اور اُسے مسجع و مقفع بنانے میں صرف ہوا ہے۔

۲۔ مسائل عصر مجدد الف ثانیؒ

اس عنوان کے تحت ایسے مسائل کا احاطہ کیا جائے جن کا تعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانۂ حیات (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) سے ہوتا کہ اس منظر و پس منظر میں سمجھا جا سکے کہ مکتوباتِ حاضر کے مولف کے افکار و خیالات کس ماحول میں پروان چڑھے، انہیں کن سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے ان خیالات میں اپنے افکار کو کیسے محکم بنانے کی سعی فرمائی؟ یعنی حکمران طبقہ جو ماحول کو سنوارنے اور بگاڑنے کا ذمہ دار ہوتا ہے خود کن خیالات کا ملک تھا؟ اور ان کے ان افکار نے اس عہد کے معاشرت کو کس حد تک متاثر کیا؟ اس عہد کا مذہبی طبقہ یعنی علماء و صوفیہ کن معتقدات کے حامل تھے؟ اور عوام پر ان کے عقائد کے کیا اثرات مرتب ہوئے۔ اس سارے پس منظر کو جانے بغیر مکتوبات شریف کے مندرجات سمجھ آ ہی نہیں سکتے۔

۳۔ عقائد صحیحۂ اہل سنت کی عملی صورت مکتوبات کے آئینہ میں:

بے دینی، الحاد اور زندقہ کے اس دور میں جب کہ حکومت وقت ایک نئے دین یعنی دین الٰہی کے سوا کسی مذہب خاص طور پر اسلام کا نام تک سننے کے لئے تیار نہیں تھی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے راسخ العقیدہ امراء علماء کو خطوط لکھ کر انہیں اپنا ہم خیال بنایا اور انہیں وقت کی نزاکت سے آگاہ کرتے ہوئے صحیح عقائد بتائے اور انہیں بتایا کہ اس وقت کس طرح ان کا اجراء ممکن ہے، ترویج شریعت کا طریقہ بتاتے ہوئے یہ حقیقت ان پر واضح کی کہ اس وقت بادشاہ اسلام (جہانگیر) ممد و معاون بن جائیں:

اہل اسلام برخود لازم دانستند کہ ممد و معاون بادشاہ باشند و بر
ترویج شریعت وتقویت ملت دلالت نمایند۱

اس کار خیر کے لئے آپ نے جو جماعت تیار کی تھی اسے ''جرگہ ممدانِ دولت اسلام'' کا نام دیتے ہوئے خود اس میں شمولیت کو اپنی سعادت سمجھا۲

بعض طویل مکاتیب صرف عقائد کے موضوع پر ہیں جو بجائے خود رسائل سے کم نہیں ہیں

۴۔ اسلام کا دفاع اور مکتوبات

مکتوبات امام ربانی میں ہندوستان کے مسلمانوں اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں بہت اہم مواد موجود ہے یقیناً جب کوئی ہندوستان میں اسلام کے بارے میں تحقیق کرے گا تو مکتوبات اس کے لئے ایک ناگزیر ماخذ ہوگا، ان مکاتیب میں مسلمانوں اور اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا گیا ہے اس عہد کی کتب تاریخ اور دوسرا لٹریچر کا اس سے یکسر خالی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے عہد کے سارے لٹریچر کا تنقیدی جائزہ لے کر مکتوبات شریفہ میں شامل ایسے سارے نکات یک جا کر کے ان کی اہمیت پر مورخانہ وناقدانہ نوعیت کا کام کیا جائے۔

۵۔ غیر مسلم اور مکتوبات

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں جہاں کہیں غیر مسلموں کے متعلق اشارات

۱۔ مکتوبات ۱/۴۷ ۲۔ مکتوبات ۱/۴۷

ملتے ہیں وہاں آپ کی مراد ہندو ہیں، آپ کے نزدیک ہندوؤں کو مراعات دے کر ان کو مسلمانوں کے برابر حیثیت دینے سے مسلمانوں پر ابتلا کا نزول ہوا، آپ ہندوؤں کی اہانت کو اسلام کی فتح اور ان کو ذلیل وخوار کرنے کو مسلمانوں کی توقیر تصور فرماتے تھے، ہندوؤں سے جزیہ لینا آپ لازم سمجھتے تھے اور اکبر بادشاہ نے اُسے موقوف کر کے اسلام کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

۶۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود

یہ دونوں نظریات عرصہ دراز سے صوفیہ کے نزدیک مختلف فیہ چلے آرہے ہیں، وحدت الوجود کو حضرت شیخ اکبر ابن عربی نے خوب ترقی دی، اس موضوع پر ضخیم کتابیں مرتب کیں آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد نے اس نظریہ کی تشریحات وتوضیحات میں بہت کچھ لکھا ان کی تصانیف کی بکثرت شرحیں لکھی گئیں اور عالم اسلام میں اسے خوب رواج ہوا، اس کے مقابل بعض صوفیہ نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا کہ صوفیانہ مدارج کی ترقی کی دوسری شاہراہ اس نظریہ سے آگے ہے، ان مشائخ میں نمایاں نام شیخ علاء الدولہ سمنانی (۶۵۹۔۷۳۶ھ/۱۲۶۰-۱۳۳۶ء) کا ہے جنہوں نے وحدت الوجود کے مقابل وحدت الشہود کا نظریہ پیش کر کے ایسے دلائل دیئے جو زیادہ قابل قبول تھے، ہندستان میں اس نظریہ کی ترجمانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کی، آپ کی روحانی تربیت کا آغاز ہی تھا کہ آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ خود حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے اپنے خیالات کی شیخ علاء الدولہ سمنانی کے افکار کے ساتھ زیادہ مناسبت معلوم ہوتی ہے، لکھتے ہیں:

کتب حقائق و معارف علی الخصوص سخنان توحید و تنزلات مراتب
رانمی تواند مطالعہ کرد، خود را دریں باب بحضرت شیخ علاء الدولہ
بسیار مناسبت می یابد و در ذوق و حال دریں مسئلہ (وحدت
الشہود) بشیخ مشارٌ الیہ متفق است [1]

خود فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ بھی کچھ عرصہ توحید وجودی کا مشرب رکھتے تھے، آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقام سے ترقی دی اور توحید وجودی جو ایک تنگ راہ ہے سے ترقی کر کے آپ پر ایک کھلی شاہراہ یعنی توحید شہودی منکشف ہوئی، آپ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے روایت کرتے ہیں:

معرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجہ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہ چندگاہ
مشرب توحید وجودی داشتند...... لما آخر کار حق سبحانہٗ و تعالیٰ
بکمال عنایت خویش از آں مقام ترقی ارزانی فرمودہ بشاہراہ
انداختہ از ضیق ایں معرفت خلاصی داد، میاں شیخ عبد الحق کہ یکی
از مخلصان ایشانند نقل کردند کہ پیش از مرضِ موت ایشاں بیک
ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست
تنگ شاہراہ دیگر است [2]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجداد خصوصاً آپ کے والد ماجد مخدوم عبد الاحد بھی وحدت

---

[1] ۔ مکتوبات ۱/۱۱ [2] مکتوبات ۱/۴۳ تعلیقات بر شرح رباعیات ۲۴۸ (مشمولہ رسائل مجددیہ)

الوجود کا مشرب رکھتے تھے اور شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف کا درس دیتے تھے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی ابتداءِ سلوک میں حضرت مخدوم کی خدمت میں یہی مشرب اختیار کیا تھا [۱]، فرماتے ہیں:

فقیر از خوردی باز مشرب اہل توحید بود، والد فقیر قدس سرہٗ بظاہر بر ہمیں مشرب بودہ اند و بر سبیل دوام بہمین طریق اشتغال داشتہ اند......... تا آنکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بہ محض کرم خویش بخدمت ارشاد پناہی حقائق و معارف آگاہی موید الدین الرضی شیخنا و قبلتنا محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ رسانید......... وتوجہ بلیغ بحال ایں مسکین مرعی داشتند .... در اندک مدت توحید وجودی منکشف گشت وغلوی در یں کشف پیدا شد، علوم ومعارف ایں مقام فراواں ظاہر گشتند .... وایں حال تا مدت مدید کشیدہ واز شہور بسنین انجامید، ناگاہ عنایت بیغایت حضرت اللہ جل سلطانہٗ از دریچہ غیب بعرصہ ظہور آمد..... علوم سابق کہ منبئ از اتحاد وحدتِ الوجود بودہ اندرو بزوال آوردند [۲]

ایک مکتوب میں آپ نے ان دونوں مشارب کا فرق بتاتے ہوئے اپنے وحدت الوجود سے وحدت الشہود کی طرف سفر کے اسباب وشواہد بھی لکھے ہیں [۳] اس

---

[۱] زبدۃ المقامات ۱۱۳-۱۱۷ [۲] مکتوبات ۳۱/۱ [۳] ایضاً ۴۳/۱

سلسلہ میں آپ شیخ علاء الدولہ سمنانی کے نظریات سے متاثر ہوئے، آج شیخ سمنانی کی اکثر کتب ایران سے مرتب ہو کر طبع ہو چکی ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ شیخ کی تصانیف کا بہ نظر غائر مطالعہ کر کے امام ربانی کے اس پر کشفی اجتہادات کو اجاگر کیا جائے کہ آپ نے اس میں کہاں تا اصلاح کی۔

اصل معاملہ رجوع کا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی ابتداء میں وحدت الشہود پر شدت سے کار بند تھے لیکن آخری زمانہ میں اس سے رجوع کر لیا تھا، حضرت خواجہ کے برادر نسبتی خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کو غلط فہمی ہوئی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے قریب حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشرب شیخ سمنانی جیسا (وحدت الشہود) ہو گیا تھا اور شیخ اکبر ابن عربی کے معارف پر ''تبریٰ'' کرنے لگے تھے لیکن حضرت خواجہ کے بعد شیخ اکبر کے نظریہ (وحدت الوجود) کا پھر غلبہ ہو گیا اور ان دنوں (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء) آپ پر اس مشرب کا پورا غلبہ ہے[1]

دراصل خواجہ محمد صادق ہمدانی، حضرت خواجہ کے وصال کے وقت ایک جواں سال طالب تھے ان کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی تھی، ان سے دونوں نظریات کے حامل بزرگوں کو سمجھنے میں سہو ہوا ہے، ان کی کتاب کلمات الصادقین ۱۰۲۳ھ کو مکمل ہو گئی تھی جب کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی پہلی جلد ۱۰۲۵ھ کو مرتب ہو کر رائج ہوئی اگر تالیف کے بعد موصوف ان کی جلد اوّل اور دوسری جلدیں جو بعد میں مرتب ہوئیں دیکھ لیتے تو اپنے

---

[1] کلمات الصادقین ۱۸۷

اس خیال سے ضرور رجوع کرتے کیوں کہ وہ بہت ہی صالح اور خوش نصیب تھے، پندرہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ نے خود ان کی تربیت فرمائی۔[1]

رجوع کسی غلطی سے کیا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ تو اپنے اس کشف کو رب کریم کا احسان عظیم قرار دے رہے ہیں؟ اگر رجوع ہی کرنا ہوتا تو اس میں کیا چیز مانع تھی؟ آپ نے اپنے بعض مکاشفات سے بعد تحقیق رجوع بھی فرمایا ہے، مثلاً مبدأ و معاد کی ایک عبارت سے آپ نے ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں رجوع کرنے کا اعلان کیا ہے۔[2]

☆ مکتوبات کی موضوعی ترتیب

مکتوبات شریف کو مضامین اور مطالب کے لحاظ سے مرتب کرنا ایک الگ لیکن سب سے دشوار مرحلہ ہے، یہی وہ موضوع ہے جس سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارناموں اور مجتہدانہ مقام پر براہ راست روشنی پڑ سکتی ہے، یہ کام اس التزام کے ساتھ کیا جائے کہ اس عہد کے پس منظر اور ماحول میں آپ کی تحریک احیائے دین کے مقاصد واضح ہو جائیں۔

---

[1] خواجہ محمد صادق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: زاد لمعاد ۲۷۷/۳، ۱۹۱/۴ـ۱۹۶

[2] مکتوبات ۲۰۹/۱

☆ایک جامع شرح کی ضرورت

مکتوبات شریف کی کئی ایک شروح کا ذکر کیا جاچکا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی تینوں دفتروں کی کامل شرح نہیں ہے، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر کے سارے تقاضے سامنے رکھ کر ایک ایسی جامع شرح تالیف کی جائے جو قدیم وجدید تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کے لئے از بس مفید ہو

ایک ایسی شرح کا بھی عرصہ دراز سے تقاضا ہو رہا ہے جو علوم مشرقیہ کے محققین کے لئے مفید ہو، آج یورپ میں صوفیہ کے سلاسل کی علمی خدمات پر وسیع پیمانہ پر تحقیقی کام ہو رہا ہے لیکن افسوس کہ کوئی جامع شرح ان کی تشنگی کو پورا کرنے کے لئے کسی بھی یورپین زبان میں نہیں لکھی گئی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپین محققین افکار مجدد الف ثانیؒ کے سمجھنے اور سمجھانے کے سلسلہ میں افراط وتفریط کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، ان کی غیر متوازن تنقید کی اصل وجہ یہی ہے کہ ابھی تک ہم نے اس ذمہ داری کا احساس نہیں کیا۔

ہم علماء ومشائخ سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس میدان میں آ کر نمایاں خدمات انجام دیں گے۔

حضرت امام ربانیؒ کے خلاف لکھے جانے والے رسائل

۱۔رسالۂ اعتراضات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ھ)

اس رسالہ کے لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مرید حسن خان افغان آپ سے کسی بات پر ناراض ہوگیا اور آپ کے مکتوبات کے چند اوراق اپنے ساتھ لے گیا اور ان میں تحریف کر کے اس وقت کے علماء ومشائخ کے پاس بھیجے وہ دہلی بھی آیا اور نقشبندی سلسلہ کی مرکزی خانقاہ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء) اور حضرت شیخ محدث کی خدمت میں بھی گیا وہ محرف مکتوبات دکھائے تو یہ دونوں بزرگ بغیر تحقیق احوال کے حضرت مجدد الف ثانی سے کبیرہ خاطر ہوگئے، حضرت شیخ محدث نے باقاعدہ ایک طویل مکتوب بصورت اعتراضات لکھا جسے اس عہد کے مخالفین نے خوب شہرت دی، جب حضرت مجدد الف ثانی نے اصل مکتوبات ان حضرات کو ارسال کیے تو ان کے شکوک وشبہات رفع ہوگئے اور شیخ محدث نے اپنے خیالات سے رجوع کرلیا اور صفائی باطن پر باقاعدہ خط لکھ کر اظہار کیا، آپ کا یہ مکتوب اخبار الاخیار (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی) کے آخر میں شامل ہے جو خواجہ حسام الدین احمد کے نام ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی

نے بھی خواجہ حسام الدین احمد ہی کو خط (۱۲۱/۳) لکھ کر برادرانہ شکوہ کیا، حضرت خواجہ نے خود خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ باقی باللہ کو بتایا تھا کہ اب میرا ''غبار خاطر'' دور ہو چکا ہے۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ مکتوب معارج الولایت تالیف عبداللہ خویشگی قصوری (بسال ۱۰۹۶ھ) میں نقل ہوا ہے اور جداگانہ قلمی صورت میں بھی موجود ہے خلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحق محدث (ص ۳۱۲۔۳۴۴) میں من وعن نقل کر دیا ہے، شیخ محدث کے اس رسالہ کے کئی جوابات بھی لکھے گئے جن میں معین ٹھٹھوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ غلام علی دہلوی اور آخری رسالہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری کا ہے۔[2]

کاسر المخالفین

اس کتاب کے مولف کا نام معلوم نہیں ہے، اس نے اس کے آغاز میں اپنا نام ظاہر نہیں کیا، یہ کتاب فارسی نثر میں ہے، حدود ۱۰۹۰ھ/۱۶۸۰ء کو تالیف ہوئی عبداللہ خویشگی قصوری جب ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء کو اپنی کتاب معارج الولایت مکمل کر رہے تھے تو ان کے پیش نظر یہ رسالہ تھا، گویا مذکورہ سنہ سے پہلے یہ مکمل ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں تھا، اس کا ایک ملخص متن ہمارے کتابخانہ میں ہے، جو ہم نے کرنل خواجہ عبدالرشید کے نسخہ سے نقل کیا تھا، خوشگی کی تمام تر معلومات اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں، خویشگی نے اس کی

---

[1] زاد المعاد ا/۲۸۴

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانی والی کتابیں (مقالہ راقم)

تلخیص بھی معارج الولایت میں درج کی ہے۔[1]

معارج الولایت

یہ صوفیہ کا ایک عمومی تذکرہ ہے، جس میں مروجہ سلاسل کے صوفیہ کے حالات جمع کئے گئے ہیں۔ اس کی تکمیل ۲۴ رجب ۱۰۹۴ھ کو ہوئی تاہم مولف اس میں ۱۰۹۶ھ تک اضافات کرتے رہے، اس کتاب کی تالیف و تکمیل پر ۳۰ سال صرف ہوئے، مولف زیادہ تر دلیر خان کی ملازمت میں اورنگ آباد میں رہے جو ان دنوں سلسلہ مجددیہ کے مخالفین کا مرکز تھا، جس کے زیر اثر مولف اس سلسلہ کے مخالف بنے، ان دونوں اس روحانی خانوادہ کے شدید ترین دشمن سید محمد بن عبدالرسول برزنجی کی اولاد اورنگ آباد میں مقیم اور اپنے جد اعلیٰ کے رسائل کی نقل و اشاعت میں مصروف تھی، خویشگی نے لکھا ہے کہ مشائخ متقدمین میں سے جو وحدت الوجود کے قائل تھے مثلاً حسین بن منصور حلاج اور شیخ محی الدین ابن عربی کو حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں ملحد اور زندیق کہا ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی کی تکفیر بھی کی ہے۔[2]

اس کے علاوہ خویشگی نے جہاں کہیں بھی حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے خلفاء کے خلاف کوئی مواد نظر آیا اُسے اپنی اس کتاب کا جزو بنالیا، آپ کے خلیفۂ نامدار حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے خلاف علامہ قشاشی نے ایک طویل رسالہ لکھا تھا جسے خویشگی نے من وعن نقل کر لیا[3] خویشگی کی مخالفت کے اسباب میں سے

۱۔ معارج الولایت، ۵۸۷۔ا،ب ۲۔ معارج الولایت، خطی ذخیرہ آذر، ورق ۵۸۷۔ ا۔ب ۳۔ ایضاً ۶۰۶ تا ۶۴۶

ایسے صوفیہ کی صحبت ہے جن سے وہ متاثر ہوا مثلاً شیخ نعمت اللہ لاہوری ، شاہ سراج احمد آبادی، شیخ، عبدالرحمٰن، شیخ پیر محمد لکھنوی، شیخ محمد رشید جونپوری شیخ برہان الدین برہانپوری، میر سید احمد گیسو دراز کالپوری اور شیخ عبداللطیف برہانپوری، قاضی نورالدین (قاضی قصور)

جن دنوں خویشگی معارج الولایت مرتب کر رہا تھا، وہ اورنگ آباد میں مقیم تھا، یہ مقام اس زمانہ میں خانوادۂ مجددیہ کے مخالفین کا مرکز بنا ہوا تھا، علامہ برزنجی کی اولاد خصوصاً محمد بن حسن بن عبدالکریم بن محمد برزنجی عرصہ دراز تک اورنگ آباد میں مقیم رہا اور اپنے دادا کے رسائل درردامام ربانی کی کتابت ونشرواشاعت میں مصروف تھا، انہی ایام میں شیخ محمد صالح اورنگ آبادی نے حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف چند رسائل تالیف کئے تھے، ان کے علاوہ محمد اشرف اورنگ آبادی بھی اسی امر میں مصروف تھا۔

ان نکات کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خویشگی ان سے متاثر ہوا اور اپنی کتاب معارج الولایت میں اس قسم کا مواد جمع کر دیا، اس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف حسب ذیل مواد موجود ہے:

(۱) مکتوب شیخ عبدالحق محدث بصورت اعتراضات بر مکاشفات حضرت مجدد الف ثانی

(۲) کاسر المخالفین (رد امام ربانی میں مختلف تحریرات کا مجموعہ)

(۳) رسالہ شیخ احمد قشاشی درردشیخ آدم بنوری (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی)

(۴) حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف ایک فتویٰ (محررہ حدود ۱۰۹۰ھ/۱۶۸۰ء)

معارج الولایت تاحال شائع نہیں ہوئی، اس کے مندرجہ ذیل خطی نسخے

ہمارے علم میں ہیں:

(۱) ذخیرۂ آذر، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور نمبر H-25 (مکتوبہ ۱۱۱۱ھ)

(۲) ذخیرۂ شیرانی، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور/ ۶۲۸۱ (ناقص الاول)

(۳) پروفیسر خلیق احمد نظامی، مکتوبہ ۱۲۸۸ھ علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی

رسالہ استفتاء

حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف آپ کے حین حیات ہی علماء نے آپ پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، آپ نے مکتوبات میں جابجا ان اعتراضات کے جواب دیئے ہیں، ایک مقام پر لکھا ہے:

> سبحان اللہ! اس قسم کے عجیب وغریب معارف مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں جن کو سن کر عجب نہیں کہ ابناء جنس بھی مجھ سے نفرت کریں اور محرم بھی مخالفت کے درپئے ہو کر نامحرم اور مجرم بن جائیں۔[1]

اس مخالفت کہ نوعیت ہر دور میں مختلف رہی ہے، آپ کے صاحبزادگان جب سرہند سے نکل کر کہیں جاتے تو یہ علماء ان حضرات سے مناظرہ ومجادلہ کرتے، جب خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم لاہور تشریف لائے تو علماء نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات پر اعتراضات کیئے اور بہت بڑا مناظرہ بلکہ مجادلہ ومناقشہ ہوا، حضرت شیخ سعدی لاہوری (ف ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء) گواہ ہیں کہ ان علماء کے لایعنی اعتراضات

---

[1] مکتوبات ۳/۸۸

سن کر حضرت خواجہ سیف الدین خاموش رہے اور خلوت میں فرمایا کہ یہ کج فہم علماء بھلا حضرت مجدد الف ثانی کا کلام کہاں سمجھ سکتے ہیں۔[۱]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلاف ایک فتویٰ ۱۰۹۰ھ/۱۶۸۰ء کے قریب لکھا گیا، روضۃ القیومیہ میں ۱۰۹۴ھ کے واقعات کے تحت ایک محضر کا ذکر ہے کہ جس میں مکتوبات امام ربانی میں خلاف شرع مواد کی وجہ سے اس کے درس کو موقوف کرنے کا تذکرہ ہے۔[۲]

شیخ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے اپنے مکتوبات میں ایک رسالہ استفتاء کا ذکر کیا ہے[۳]، خویشگی نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف چار فتوے لکھے گئے، ان میں سے ایک فتوی اس نے معارج الولایت میں نقل کیا ہے[۴] یہ استفتاء حدود ۱۰۹۰-۱۰۹۴ء/۱۶۸۰-۱۶۸۲ء کو لکھا گیا کیوں کہ اس پر جن علماء کے دستخط ہیں ان کا تعلق اسی دور سے تھا، اس پر ۴۳ علماء نے دستخط کئے، اس کا محرک و مستفتی عبدالوہاب مرید شاہ جیلان تھا، ان میں سے تین علماء (مولا تیمور لاہوری، مولانا جان محمد اور مولانا جان محمد ثانی لاہوری) کے حالات بعض تذکروں میں ملتے ہیں، باقی اکثر کے احوال و علمی کارناموں سے ہم ناواقف ہیں،

---

۱ محمد عمر چمکنی پشاوری: ظواہر، خطی ورق ۱۷۱، ۱۷۲ ب

۲ محمد نقشبندی ثانی، شیخ: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول ۱۱۸/۱ ۳ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، قلمی رکن سوم ورق ۸۹ ب ۴ عبداللہ خویشگی قصوری: معارج الولایت، قلمی نسخہ ذخیرہ آذر، فتوی کا متن کتاب احوال و آثار عبداللہ خویشگی میں درج کر کے اس کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

مستفتی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) یہ شخص (حضرت مجدد الف ثانی) یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ احمد روح کا نام ہے، اس سے نبوت ملائکہ کا تعلق ہے......اب ایک ہزار سال گذرنے کے بعد جسم بھی روح بن گیا ہے تو مقام محمدی اب خالی رہے گا۔

(۲) رسول ﷺ کو اللہ نے حکم دیا کہ وہ "خلت" حاصل کریں۔ اس سے پہلے آپ ﷺ اس مقام پر نہیں تھے بلکہ اس سے ہٹے ہوئے تھے، ایک ہزار سال کے بعد امت کا ایک فرد (حضرت مجدد الف ثانی) بالاصالت خلت کے مقام پر پہنچا اور اس شخص کی وساطت سے حضرت محمد ﷺ کو خلت حاصل ہوئی۔

(۳) یہ شخص مرکز ثالث ہے اور اس کو تعین اول میں بہت سے مراحل میں سبقت حاصل ہے، اور وہ مطلوب کی بہت سی منازل میں قریب تر ہے۔

(۴) یہ شخص (حضرت مجدد الف ثانی) اللہ تعالیٰ تک نبی کے وسیلہ کے بغیر پہنچا ہوا ہے۔

سارے فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر، زندیق اور واجب القتل ہے، یہ مسلمہ امر ہے کہ نبی کے توہین کرنے والا کافر ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کہیں حضرت مجدد الف ثانی نے کسی نبی کی توہین کی ہے؟ بلکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر مکتوبات ورسائل امام ربانی میں سے انبیائے کرام کے فضائل جمع کئے جائیں تو پوری کتاب تیار ہو جائے، ہم نے استفتاء کی عبارتوں کے مکتوبات سے تقابل کیا تو معلوم ہوا کہ مستفتی نے آپ کی ان عبارتوں میں خاصی تحریف کی ہے،

استفتاء میں منقول اقتباسات کا مکتوبات کے اصل متون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[1]

رسائل شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد بن محمد مدنی قشاشی۔ (ف ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء)

شیخ قشاشی اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، شیخ احمد بن علی الشناوی (ف ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹ء) کے خلیفہ خاص تھے، جو شیخ صبغۃ اللہ گجراتی (ف ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء) کے خلیفہ تھے جو معروف عالم شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (ف ۹۹۷ھ/ ۱۵۶۲ء) سے تعلق خاطر رکھتے تھے جنہیں سلسلہ شطاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیاری (ف ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۲ء) خلافت حاصل تھی۔

شیخ قشاشی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے افکار سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، ان کے افکار کی شرح کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، انہوں نے شیخ ابن عربی کی خواب میں زیارت کی اور ان کی زوجہ شیخ اکبر ابن عربی کی اولاد میں سے تھیں، شیخ قشاشی وحدت الوجود پر یقین رکھنے والے افراد کے امام تھے۔[2] ظاہر ہے کہ جب شیخ قشاشی نے حضرت امام ربانی کے مکتوبات میں وحدت الوجود اور شیخ ابن عربی کے خلاف مواد کا مطالعہ کیا تو آپ کی مخالفت کے درپے ہو گئے، پھر حضرت امام ربانی نے ان کے روحانی پیشوا شاہ محمد غوث گوالیاری کے رسالہ معراجیہ میں سے قابل گرفت امور کا خوب رد کیا تھا۔[3]

---

[1] احوال وآثار عبداللہ خویشگی قصوری ۱۸۳۔۲۰۴ [2] حموی، مصطفیٰ بن فتح اللہ: فوائد الارتحال ونتائج السفر ۲/۳۱۲، ۳۲۷ [3] صفر احمد معصومی: مقامات معصومی ۱/۲۲۱-۲۳۲، ۳/ ۲۲۴، ۴/ ۱۳۴-۱۳۵

شیخ قشاشی کی مخالفت کا سبب یہ ہوا کہ ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء کو جب حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) ہندوستان سے حرمین الشریفین حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے شیخ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک تحقیقی کشف بیان کیا کہ حقیقت کعبہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل ہے، اس مجمع میں شیخ قشاشی بھی موجود تھے، انہوں نے اس کشف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، خویشگی نے لکھا ہے کہ جب علامہ قشاشی نے اپنے دلائل دیئے تو شیخ بنوڑی نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف سے افضل تسلیم کر لیا۔[1] لیکن علامہ قشاشی کے ایک شاگرد خاص ابن العجیمی، محمد حسن بن علی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ شیخ بنوری اپنے بیان پر قائم رہے اور اس سے رجوع نہ کیا۔[2] ہمیں یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ آپ کے شیخ حضرت مجدد الف ثانی کا یہی کشف صریح تھا، جس پر وہ آخر تک قائم رہے۔[2]

علامہ قشاشی نے حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ آدم نبوری کے اس نظریہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا، جس کا عربی متن خویشگی نے نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے۔[3]

---

[1] خویشگی، قصوری: معارج الولایت ۶۰۶۔۶۴۶ [2] ابن عجیمی: خبایا الزوایا بحوالہ Copty, Atallah: Naqshbandiya and its offrtort in Harwmayn Die welt des Islam, Vol 43. No. 3 (2003) pp 332-333 [2] حسنات الحرمین ۱۷۷۔۱۷۸، فوائد الارتحال ۳/۷۸۔۷۹

[3] معارج الولایت ورق ۶۰۶ تا ۶۶۴

شیخ آدم تو اپنے شیخ کے اس کشف پر قائم رہے اور حجاز مقدس سے اپنے فرزند خواجہ محمد (ف ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۳ء) کو ایک خط کے ذریعہ اس اختلاف سے آگاہ کیا۔[۱]

العضب الهندی لاستیصال کفریات احمد السرہندی

یہ رسالہ ابوعلی حسن بن علی العجیمی المکی[۲] (۱۰۴۹۔۱۱۰۳ھ/۱۶۳۹۔۱۶۹۱ء) کی تصنیف ہے، جس کے آغاز میں لکھا ہے کہ ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء کو مکہ مکرمہ سے شریف مکہ سعید بن برکات کے ایک خط کے ساتھ ایک استفتاء[۳] موصول ہوا کہ شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات میں خلاف شرع امور پائے جاتے ہیں، مولف آغاز میں ہی لکھتے ہیں:

اما احمد سرهندی فقد عرصه ...... الشیخ عبدالحق الدهلوی الحنفی ورفیقه فی الطریق تاج الدین العثمانی...... الاان الشیخ عبدالحق تلطف به فی رسالة التی کتبها الیه وبین له فیها قبح ماهو علیه حیث قال واظن انک فی باطنک لست کما کتبت و

---

[۱] محمد عمر چمکنی: ظواہر، خطی ورق ۹۶۔ا [۲] علامہ عجیمی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: فوائد الارتحال و نتائج السفر ۳/۳۵۱۔۳۵۲، طبقات الزیدیہ الکبری ۲/۱۳۴۳، ہدیۃ العارفین ۱/۲۹۴، الاعلام ۱/۲۰۵ شیخ عجیمی نے اپنے معاصرین علماء کے حالات پر ایک اہم کتاب خبایا الزوایا۔ تالیف کی تھی جس کا قلمی نسخہ دارالکتب، قاہرہ میں ہے۔ (تاریخ نمبر ۲۲۱۰)

[۳] فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ مخزونہ کتابخانہ آصفیہ ۲/۳۳

كـذاتـلـطف به معاصروه حيث لم يخبر والسلطان
الهـنـد السـلـطان جهانقير بن جلال الدين اكبر الا
بتـنـقيصه لسيدنا ابى بكر الصديق رضى الله فاهانه
وامـر بـنـتف لـحية وحبسـه...... فى قلعة قواليار......
الخ [1]

مولف نے اس رسالہ میں بتایا ہے کہ ان سے پہلے شیخ سرہندی کے خلاف تین رسائل یعنی شیخ عبدالحق دہلوی، ابراہیم الکورانی اور محمد بن عبدالرسول برزنجی لکھ چکے ہیں [2]

مندرجہ بالا مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء ہند نے یہ استفتاء مکہ کے گورنر سعید بن مبارک کو بھیجا تھا جو اس نے جواب کے لیے اس وقت کے عالم مولانا حسن عجیمی مکی کی خدمت میں بھیجا تو ان کے استاد شیخ ابراہیم بن حسن کورانی (ف ۱۱۰۱ھ/۱۶۹۰ء) نے مجھے جواب لکھنے پر مامور کیا تو میں نے اس میں شیخ کورانی کے ساتھ علامہ محمد بن عبدالرسول البرزنجی کا جواب بھی شامل کر کے یہ رسالہ مرتب کیا۔ [3]

رسالہ العصب الہندی کے دو خطی نسخے پائے جاتے ہیں اول کتابخانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن [4] اور دوسرا نسخہ کتاب خانہ خدا بخش، بانکی پور، پٹنہ میں ہے۔ [5]

---

1. Cat. of Arabic MSS: in Khuda Bakhsh lib. patna, Vol X .p.78

[2] ایضاً [3] ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت ۴/ ۳۴۰-۳۴۲

[4] فہرست آصفیہ ۲/ ۳۳۷ [5] فہرست مخطوطات عربیہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ ۱۰/ ۷۷

الکلام فی تفضیل مکۃ والکعبۃ علی البشر

کعبۃ اللہ پر انسان کی فضیلت کا مسئلہ صوفیہ کے مابین نزاعی اور قدیمی ہے، شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں اس موضوع پر بحث کی ہے اور کعبہ پر انسان کو فضیلت دی ہے لیکن اس کے برعکس حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا مکاشفہ ہے کہ وہ کعبہ جو سنگ وکلوخ کا ساختہ ہے اُسے بے شک انبیاء کرام پر فضیلت حاصل ہے لیکن ایک حقیقت کعبہ بھی ہے جسے تمام انبیاء اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ اور آپ کی حقیقت پر بھی فضیلت ہے یہی تحقیقی کشف جب شیخ آدم بنوری نے مکہ مکرمہ میں بیان کیا تو وہاں کے علماء وصوفیہ آپ کے مخالف ہو گئے اور اس موضوع پر دونوں اطراف سے بہت سے رسائل وجود میں آئے[1] انہی میں سے ایک یہ مذکورہ رسالہ بھی ہے جسے شیخ احمد قشاشی کے ایک شاگرد ملا ابراہیم بن حسن کورانی مدنی[2] (۱۰۲۵-۱۱۰۱ھ/ ۱۶۱۶-۱۶۹۰ء) نے تالیف کیا تھا، وجود میں آیا۔[3]

(۲) رسالہ فی رد شیخ احمد سرہندی (عربی نثر)

اس رسالہ میں علامہ ابراہیم کورانی نے حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف کئی

---

[1] محمد امین بدخشی: المفاضلۃ بین الانسان والکعبہ، قلمی نسخہ مخزونہ کتابخانہ اسلامیہ کالج، پشاور نمبر ۹۹۰

[2] ملا ابراہیم کورانی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: فوائد الارتحال ۳/ ۵۴-۸۲، علامہ کورانی پر ہیبریو یونیورسٹی، یوروشلم میں ایک پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی لکھا گیا ہے بحوالہ: کوپٹی ص ۳۲۱، نیز ملاحظہ ہو: الامم لایقاظ الھمم مولفہ ابراہیم کورانی، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن ۱۳۲۸ھ

[3] حموی، مصطفیٰ: فوائد الارتحال ۳/ ۷۸-۷۹

امور پر بحث کی ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام سے گذر، حقیقت کعبہ، فضیلت انبیاء وغیرہ خاص طور پر زیر بحث آئے ہیں اس رسالہ کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ ملی استنبول، ترکی میں ہے[1] دوسرا نسخہ کتابخانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن میں المتمة لمسئلة المهمة کے نام سے موجود ہے[2]

رسائل سید محمد بن عبدالرسول البرزنجی

علامہ سید محمد بن عبدالرسول برزنجی[3] (۱۰۴۰ھ۔۱۱۰۳ھ/ ۱۶۳۰۔۱۶۹۲ء) حرمین الشریفین کے اکابر علماء میں سے تھے اور علامہ ابراہیم بن حسن کورانی مذکور کے خاص شاگرد تھے، طویل اسفار کیے تھے اور علماء عصر سے سندیں حاصل کی تھیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ برزنجی نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حرمین الشریفین میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف محاذ کھولا تھا، ان کے ایک معاصر عالم علامہ مصطفیٰ حموی نے لکھا ہے کہ مولانا برزنجی نے امام ربانی کی تکفیر میں عربی و فارسی میں دس رسائل تالیف کیے تھے[4] موصوف نے اس موضوع پر اپنے ایک رسالہ الناشرة الناجرہ

---

[1] علامہ کورانی کے اس رسالہ کے وجود کی اطلاع ہمیں ڈاکٹر نجدت طوسون صاحب نے استنبول سے دی ہے جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

[2] فہرست مخطوطات کتابخانہ آصفیہ ۲/ ۳۵۶۔۳۵۷

[3] علامہ برزنجی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: حموی، مصطفیٰ: فوائد الارتحال ۱/ ۴۷۶۔۴۸۰، مرادی، محمد خلیل: سلک الدرر ۴/ ۶۵، کحالہ، عمر رضا: معجم المولفین ۹/ ۳۰۸، ۱۰/ ۱۶۵، زرکلی: الاعلام ۶/ ۲۰۳

[4] حموی: فوائد الارتحال ۱/ ۴۷۹

میں بھی لکھا ہے کہ اس سے پہلے میں شیخ سرہند کے رد میں ۹ رسائل لکھ چکا ہوں۔[۱]
برزنجی کے اس موضوع پر چند رسائل ہمارے علم میں ہیں۔

(۱) قدح الزند وقدح الرند فی رد جہالات اہل سرہند

یہ رسالہ بھی علامہ برزنجی نے کعبہ شریف کی انبیاء پر فضیلت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ افضل الکائنات حضرت نبی کریم ﷺ سے کوئی چیز افضل نہیں ہے، موصوف حقیقت کعبہ کے تصور سے بے خبر تھے، انہوں نے لکھا ہے کہ ۱۰۹۳ھ کو ہندوستان کے علماء کا ایک استفتاء یہاں ہمارے پاس آیا کہ شیخ احمد سرہندی کے اس قسم کے نظریات کے بارے میں علماء حرمین کی رائے معلوم کی جائے، رسالہ کے آغاز میں لکھا ہے:

اما بعد فقد ورد الینا عام ثلثه وتسعین والف واخر جمادی الثانیة من علماء الهند استفتاء عن بعض کلمات صدرت من احمد الکابلی السرهندی فی مکاتیبه قد اتفقت علماء تلک الدیار علی کفر معتقدها و امر ملکهم السلطان العادل الصالح اورنک زیب شاه باستنابة اولاده ومریدیه المعتقدین لها المروجین لهابین الناس وباخفاء تلک المکاتیب وانفذا و امره الی کل قطر من بلاده...... ومن هذا

---

[۱] برزنجی، محمد بن عبد الرسول: الناشرة الناجرة قلمی نسخہ کتابخانہ سلیمانیہ، استنبول، ورق ۲-۱

الحقیر و من شیخنا العلامة...... نور الدین ابراهیم
الکردی الکورانی خاصة کتابة ردها [1]

گویا رسالہ قدح الزند اس استفتاء کا جواب ہے جو علماء ہند نے علمائے حرمین سے طلب کیا تھا، مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے عربی میں اس رسالہ کا رد الکلام المنجی برد ایرادات البرزنجی کے نام سے لکھا جو مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۲ھ کو طبع ہوا تھا۔

(۱) کتابخانہ سلیمانیہ، ذخیرہ لالہ لی [2] نمبر ۳۷۴۴ (۲) کتابخانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن۔ [3]

(۲) الناشرة الناجرة للکلمات الفاجرة

یہ رسالہ علامہ برزنجی نے ۱۰۹۳ھ کو جب ہندوستان سے علماء نے شیخ احمد سرہندی کے متعلق کچھ سوالات بھیجے تو اس کے جواب میں انہوں نے یہ رسالہ تالیف کیا، لکھتے ہیں:

امابعد فانما ورد الینا عامة ثلثة وتسعین فی شهر
جمادی الثانیة من الهند السوال المشتمل علی ضلالات
احمد السرهندی و خیالاته بل جهالاته التی.... فانه
ادعو الصحبة و هذا الدعو الرسالة.... جماعة من العلماء
منهم من اهل عصره عمدة زمانه .....

---

[1] قدح الزند، خطی نسخہ کتابخانہ سلیمانیہ، استنبول ورق ۷۴۔ا،ب [2] اس نسخہ کی تمام تر تفصیلات ہمیں ڈاکٹر نجدت طوسون نے استنبول سے ارسال فرمائیں جس کے لیے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔
[3] فہرست کتب خانہ آصفیہ ۲/۳۵۰۔۳۵۱

الشیخ عبدلحق الدهلوی فی حیاته والشیخ العارف
بالله...... الشیخ تاج العثمانی العباسی وغیرهما و
منهم بعد عصره من اهل المدینة شیخنا القشاشی
والعلامة الفاضل بایزید آفندی الرومی...... و
......الشیخ عبدالرحمن الخباری والشیخ غرش
الدین الخلیلی والسید الخلیل السید ماه البخاری
الحنفی...... والشیخ محمد المنوفی...... منهم فی
عصر نا هذا الشیخ محمد صالح اور نک آبادی
کتبه علیه عُدة رسائل والشیخ عبدالله السورتی
وشیخنا العلامة قطب الدین ابن زکریا...... و ابراهیم
الکردی الکورانی...... والشیخ حسن بن علی
العجیمی...... والشیخ عبدالله البوسنوی الرومی نزیل
بلدالله الحرام وحسین آفندی الرومی ومنهم هذا
الفقیر ...... محمد البرزنجی فانی کتبت علیه وعلی
اولاده ومن النصرله تسع رسائل وصار...... عشراً
کاملة ۳۴

۳۴ الناشرۃ الناجرۃ ورق ۲۶-۲۷ الناشرۃ الناجرہ، خطی نسخہ کتابخانہ ملی، ازمیر، ترکیہ (آغاز رسالہ)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

(i) ۱۰۹۳ھ میں مولف کو ہندوستان سے کچھ سوالات موصول ہوئے جو کہ شیخ احمد سرہندی کے خیالات پر مشتمل تھے۔

(ii) شیخ احمد سرہندی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

(iii) علماء نے ان کے خلاف کئی رسائل لکھے ہیں، شیخ عبدالحق دہلوی نے ان کی زندگی میں ان کے خلاف رسالہ لکھا۔

(iv) شیخ تاج عثمانی عباسی نے بھی ان کے خلاف رسالہ لکھا۔

(v) ان کے علاوہ دیگر بارہ علماء حرمین نے بھی ان کے خلاف رسائل لکھے۔

ان میں سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ لیکن شیخ تاج الدین سنبھلی (ف ۱۰۵۱ھ) کے کسی رسالہ کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے، معلوم نہیں مولف نے یہ بات کس بنیاد پر لکھی ہے؟ ہاں حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے بعد شیخ تاج الدین اور حضرت مجدد الف ثانی میں قدرے رنجش پیدا ہو گئی تھی، بعد میں انہوں نے حضرت سے معافی کی درخواست کی جسے آپ نے قبول کر لیا، پھر انہوں نے حضرت خواجہ کے برادر نسبتی اور لاہور کے گورنر نواب قلیچ خان کی وساطت نے معذرت کی، جب یہ رنجش دور ہو چکی تھی تو پھر حضرت کے خلاف رسالہ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، ہمارے نزدیک یہ بات علامہ برزنجی کی خود ساختہ معلوم ہوتی ہے۔

رسالہ الناشرۃ الناجرۃ کے صرف دو خطی نسخوں کا ہمیں تا حال علم ہے:

(۱) قلمی نسخہ مخزونہ کتابخانہ آصفیہ حیدرآباد، دکن [۱]

(۲) خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ ملی ازمیر، ترکیہ [۲] شمارہ ۱۲۷

مولانا برزنجی کی مخالفت کے اسباب زیادہ معلوم نہیں ہیں، البتہ مولانا وکیل احمد سکندپوری نے انوار احمدیہ کے آغاز میں لکھا ہے کہ اورنگ آباد کے ایک مخالف نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں سے چند مکاتیب کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے بھیجا کہ اس قسم کے خیالات رکھنے والے کے متعلق کیا رائے ہے؟ اور ساتھ ہی بارہ ہزار روپے کا عطیہ بھی بھیجا، برزنجی نے اس رقم کو بہت غنیمت جانا اور قدح الزند کے نام سے ایک کتاب لکھ دی اور چاہا کہ حرمین الشریفین کے قاضی و مفتی سے اس پر مہر تصدیق ثبت کروائیں لیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔[۳]

۳۔ رسالہ فضیلت کعبہ

علامہ برزنجی نے یہ رسالہ انبیاء کرام اور صلحائے اُمت کی کعبۃ اللہ پر فضیلت کے اثبات میں لکھا ہے، رسالہ کے آغاز میں لکھتے ہیں:

احمد السرھندی الکابلی الذی قال تفضیل حقیقة

---

[۱] فہرست مخطوطات کتابخانہ آصفیہ ۲/ ۳۳۶۔ ۳۲۷

[۲] رسالہ الناشرۃ النامرۃ سے متعلق یہ تمام تر معلومات ہمیں ترکی کے مشہور محقق ڈاکٹر نجدت طوسون نے فراہم کی ہیں، جس کے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

[۳] انوار احمدیہ (شمولہ رسائل ورد قائع حضرت مجدد الف ثانی ۳۔۴)

الکعبہ علی محمد ﷺ مستدلا بان صورۃ الکعبۃ مسجود الیھا لصورۃ محمدیۃ فلذلک حقیقۃ الکعبۃ مسجود الیھا للحقیقۃ المحمدیۃ

۴۴ صفحات کا یہ رسالہ ہے جس میں مؤلف نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن اس کے انداز تحریر و اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ بھی علامہ برزنجی کی تالیف ہے، اس کا ایک نسخہ کتابخانہ اسلامیہ کالج پشاور میں مکتوبات امام ربانی کے خطی نسخہ کے ساتھ مجلد ہے۔

مکاشفۃ الاسرار

مولف غالباً محمد صالح اورنگ آبادی (بسال ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء)

اس رسالہ میں مولف نے اپنا نام نہیں لکھا، لیکن علامہ برزنجی کے رسالہ قدح الزند میں اپنے رسالہ سے قبل ایک مصنف محمد صالح اورنگ آبادی کے رسالہ دررد حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر کیا ہے۔ ہمارا قیاس ہے کہ رسالہ مکاشفۃ الاسرار کا مولف جس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا یہی محمد صالح اورنگ آبادی ہے، اس رسالہ کے وجود کا تو ہمیں تا حال علم نہیں ہے البتہ اس کا رد مولانا وکیل احمد سکندر پوری (۱۲۵۸۔۱۳۲۲ھ/۱۸۴۲۔۱۹۰۴ء) نے انوار احمدیہ کے نام سے فارسی میں لکھا تھا جو ۱۳۰۹ھ کو مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہو چکا ہے، محمد صالح اورنگ آبادی نے ایک نہیں بلکہ ''چند رسائل درردآں نوشتہ''[1] لکھے تھے، ان میں سے ہم اب تک کسی رسالہ کے نام و وجود سے واقف نہیں ہیں۔

---

[1] فہرست مخطوطات کتابخانہ آصفیہ ۲/۳۶۵

معیار الکشوف

مولف سعد الدین احمد انصاری کابلی [۱] (ف ۱۲۳۵ء/۱۸۲۰ء)

سعد الدین احمد انصاری کابل کے صوفیہ میں سے تھے، انہوں نے ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء کو حضرت امام ربانی کے بعض مکاشفات کے خلاف ایک رسالہ معیار الکشوف کے نام سے لکھا تھا جو اب تک طبع نہیں ہوا ہے، اس کے دو قلمی نسخے ہمارے علم میں ہیں:

(۱) سندھ میوزیم لائبریری، حیدر آباد، سندھ (نمبر ۴۳۰)

(۲) کتابخانہ حضرت ابوالخیر عبداللہ جان، پشاور

اس رسالہ کے رد میں شیخ نظام الدین مجددی شکار پوری [۲] (ف م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۲ء) نے ''ردشبہات پلید نابکار'' کے تاریخی نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس سے ۱۲۳۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

البشارة لاہل الاشاره مولف علی نواز شاہ علوی شکار پوری

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں نماز کے دوران شہادت کی انگلی اٹھانے کے خلاف بحث کی ہے۔[۳] جس سے اس وقت سے لے کر زمانہ حاضر تک یہ

---

[۱] سعد الدین کابلی کے حالات کے لیے دیکھیے:
خلیلی، محمد ابراہیم جامی: یک مرد بزرگ (سوانح سعد الدین کابلی) مطبوعہ کابل ۱۳۳۵ش مصطفیٰ ہروی: نشاۃ القدس (احوال سعد الدین کابلی) پشاور ۱۳۷۳ھ [۲] رک مقدمہ حاضر حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں (شمارہ ۳۱) [۳] مکتوبات ۱/۳۱۲

مسئلہ نزاع بن گیا، آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی سے لے کر خواجہ محمد حسن جان مجددی (ف ۱۳۶۵ھ) تک کئی اصحاب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا اس باب میں دفاع کرتے ہوئے رسائل لکھے ہیں۔[1]

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (ف ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء) کی اولاد میں سے ایک صاحب علی نواز شاہ علوی شکار پوری نے رفع بسابہ کے اثبات میں ایک ضخیم کتاب البشارہ لاھل الاشارہ کے نام سے عربی نثر میں لکھی جو مطبع اسلامی لاہور سے ۱۳۲۲ھ کو شائع ہوئی تھی، اس کتاب کے جواب میں خواجہ محمد حسن جان، مجددی (ف ۱۳۶۵ھ) نے ایک مفصل رسالہ عربی میں لکھا جو تا حال طبع نہیں ہوا، اس کا خطی نسخہ بخط مصنف خواجہ محمد حسن جان کے گھر کوئٹہ میں دیکھا تھا۔

ہمارے بعض معاصر مورخین بھی حضرت مجدد الف ثانی کی مخالفت میں پیش پیش رہے ہیں، ہمارے خیال میں اس کا آغاز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہوا، وہاں کے ایک مشہور پروفیسر محمد حبیب (ف ۲۲ رجون ۱۹۷۱ء) دور وسطی کی تاریخ پر مسلمہ ماہر تسلیم کیے جاتے تھے، لیکن وہ مارکسی نقطہ نظر سے تاریخ کی توجیہات کرتے تھے، وہ اس حقیقت کا بھی اعتراف کر چکے تھے کہ اکبر کا دین الٰہی ایک ناکام دین تھا۔[2] اس کے باوجود وہ

---

[1] بعض رسائل کی تفصیل کے لیے دیکھئے مقامات مظہری، حواشی بر مکتوب ۱۰/ ۴۹۳۔۴۹۵

[2] Essays in Indian Art, Religion and Society
Ed by Krishna Mohan Shrimati, Delhi 1987, pp 219-235

خود اور ان کے تلامذہ اسی نظریہ کے علم بردار رہے۔ پروفیسر محمد حبیب کا بیٹا ڈاکٹر عرفان حبیب تو اعلانیہ مارکسی مورخ کی حیثیت سے مشہور ہے۔[1] ان کا ایک مقالہ The political Role of Sh.Ahmed Sirhindi and shah Waliullah" ہے

پروفیسر محمد حبیب کے ایک شاگرد خاص ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی (ف ۲/ستمبر ۱۹۹۴ء) ان سب سے آگے نکل گئے تھے، انہوں نے اپنی کتابوں خاص طور پر

(1) Muslim Revivalist Meremcnts in Northecn India (16-17 Centuries), Agree 1965

(2) History of sufirm in India (val.2) Dehli, 1983

ڈاکٹر رضوی نے پروفیسر محمد حبیب کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا (کتاب نمبر 1) جس میں انہوں نے انگریزی لغات سے چن کر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مذمت کے الفاظ لکھے، ان کے رہنما پروفیسر محمد حبیب نے اس پر ایک پیش لفظ کا اضافہ کیا

---

[1] پروفیسر محمد حبیب کے مقالات کا ایک مجموعہ بنام:

Essays in Indian History (Towards marocist Perception) Dehli Turlika 2002

پروفیسر عرفان حبیب کو لندن میں جو ارمغانِ علمی پیش کی گئی وہ بھی اسی طرح کی ہے، یعنی:

Making of History (Essagy presentel Irfan Habib) London,2002

جس میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے مولف ڈاکٹر رضوی کی تحقیقات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیقات پر فوقیت رکھتی ہیں، ان مورخین نے علی گڑھ ہسٹوریز سوسائٹی، کے نام سے ایک انجمن بھی بنائی تھی جس کے تمام ممبر مارکسی نقطہ نظر کے ترجمان تھے، انہی کی بدولت آج پاکستان و ہند کے عہدِ وسطیٰ کی تاریخ کی تمام تر توجیھات اسی نقطہ نظر سے جانی پہچانی جاتی ہیں، جس کا سبب یہی ہے کہ ہم نے آزادیٔ ہند کے بعد دور وسطی کی تاریخ پر علمی تحقیقات کو بالکل فراموش کر دیا اور میدان خالی دیکھ کر یہ حضرات اپنے نظریات لے کر آدھمکے اور انہی کے افکار نے ساری دنیا میں راہ پالی، ہمارے مسلمان حکمرانوں کو بدنام کرنے میں انگریزوں اور ہندوؤں سے زیادہ کردار انہی مارکسی لیکن نام کے مسلمان مورخین ہند نے ادا کیا۔

اگرچہ مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن اور ڈاکٹر شبیر احمد خان غوری نے ڈاکٹر رضوی کی مذکورہ کتاب کا تنقیدی جائزہ بھی لیا تھا[1] لیکن یہ دونوں حضرات حضرت مجدد الف ثانی کے معارف سے کما حقہ واقف نہیں تھے اس لیے ان کے مضامین میں زیادہ قابل توجہ امور زیر بحث نہیں آئے، ضرورت ہے کہ جدید تحقیقات کی روشنی میں ڈاکٹر رضوی کے الزامات کا تجزیہ کیا جائے۔

---

[1] معارف، اعظم گڑھ، ''سولھویں اور سترہویں صدی میں شمالی ہند میں مسلمان مجددوں کی تحریکیں'' از صباح الدین عبدالرحمٰن مارچ، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۶۶ء .... سولھویں سترہویں صدی میں شمالی ہندوستان کے اندر مسلم احیائی تحریکیں از شبیر احمد خان غوری، معارف، مئی ۱۹۶۶ء

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ/ ۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کے خیالات ونظریات کو جس قدر اور جس کثرت سے تسلیم کیا گیا ہے، پاکستان و ہند کی کسی شخصیت سے اس کا تقابل بے سود ہوگا۔

عالم اسلام اور یورپ میں آپ کے نظریات پر نقد ونظر کا سلسلہ اب تک جاری ہے، بہت سے فقہی واجتہادی مسائل میں علمائے عرب وعجم نے آپ کی تائید کی ہے۔ مسائل تصوف کا بھی یہی معاملہ ہے، خصوصاً آپ کے نظریہ وحدت الشہود کو صوفیہ نے اپنی تحریر وتقریر میں خوب جگہ دی ہے، پاکستان و ہند میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بکثرت رسائل لکھے گئے ہیں، تقریباً ہر رسالہ میں آپ کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کیا گیا ہے۔

اگر اختلاف رائے کا معاملہ محض علمی ہوتا تو یہ الگ بات تھی، بہت سے مخالفین نے آپ کے معاصر اور پیر بھائی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''رسالۂ اعتراضات بر حضرت مجددؒ'' کو آڑ بنا کر ایسے ایسے پہاڑ کھڑے کئے ہیں کہ ان دونوں معاصر شخصیتوں کو متحارب گروہ بنا کر رکھ دیا ہے حالانکہ یہ اختلافات محض کشفی نوعیت کے اور وقتی تھے، یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بعد میں رجوع کر لیا گیا تھا۔

۱۹۷۰ء کے اوائل میں ہمیں اپنی تالیف "احوال و آثار عبداللہ خویشگی" کی ترتیب کے دوران حضرت مجدد کے خلاف لکھے گئے رسائل کا جائزہ لینے کا موقع ملا تھا۔ اوراس وقت کی معلومات کے مطابق ہم نے اس نوعیت کے مواد کی ایک مختصر فہرست بھی اس کتاب میں شامل کردی تھی۔

اگر دستیاب شدہ اس سارے مواد کا بغور مطالعہ کیا جائے جو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلاف مدون ہوا تھا، تو مفصلہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) اکثر مخالفین کی ایسی قوتیں پشت پناہی کررہی تھیں جو حسد و بغض زدہ لوگوں پر مشتمل تھیں۔

(۲) عرب میں باقاعدہ حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف مہم چلا کر مخالفت کی گئی اور آپ کی تحریرات میں تحریف کر کے علمائے عرب کے لیے ان کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

(۳) علمائے عرب کے اس موضوع پر بعض رسائل کے عربی سے فارسی میں اضافی ترجمہ کر کے ہندوستان میں شائع کیے گئے۔

(۴) پاکستان و ہند کے صرف صوفیۂ خام ہی معاندین کے ساتھ تھے، راسخ العقیدہ صوفیہ نے آپ کی تائید میں کمر ہمت باندھے رکھی جس میں وہ خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے۔

(۵) چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحریک احیائے دین، تصوف اسلامی کی بدعات سے تطہیر اور اعلائے کلمۃ الحق کی تحریک تھی، اس لیے آپ کی مخالفت میں کبھی پس پردہ اور کبھی علانیہ سیاسی ہاتھ بھی کام کرتے رہے۔

(۶) داراشکوہ کے مقابلہ میں اورنگ زیب عالمگیر کی کامیابی دراصل حضرت مجدد کے احیائے دین کے مشن کی کامیابی تھی، اس لیے اورنگ زیب کے عہد میں ہم نے ترتیب زمانی کے اعتبار سے ۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۳ کے تحت جس مخالفت کا ذکر کیا ہے اور رد مخالفین میں جن رسائل کا تعارف کروایا ہے، دراصل وہ بھی اس جنگ تخت نشینی جو کہ حق وباطل کے درمیان ایک معرکہ تھا، میں شکست خوردہ گروپ کی وہ انتہائی پشیمانی اس وقتی مخالفت کے روپ میں ظاہر ہوئی تھی، مقامات تصوف، خصوصاً نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں آپ کے خیالات کے ردو قبول کا مستقل سلسلہ جاری ہے، اس موضوع پر صرف پاکستان و ہند میں اتنے رسائل لکھے گئے ہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں ہے اس لیے انہیں اس فہرست میں جگہ نہیں دی گئی۔

اسی طرح حضرات القدس (تالیف ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) سے لے کر آج تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مخلص سوانح نگاروں نے اپنی تالیفات میں مستقل ابواب کے تحت معترضین کے جواب دے ہیں چونکہ یہ بھی تعداد میں سینکڑوں سے متجاوز ہیں اس لیے اس مضمون میں ان کا اندراج نہیں کیا گیا۔

اگر آپ کی تردید میں لکھے گئے رسائل کا جائزہ لیا جائے تو ان میں نہ صرف دلائل کی کمی ہے بلکہ وہ تعداد میں بھی کسی طرح اس تائیدی کتب کی فہرست سے زیادہ نہیں ہو سکتے، ہم نے پیش نظر فہرست میں جتنے رسائل کا تعارف کروایا ہے ان میں سے اکثر کے مولفین کے حالات اور علمی کمالات معتبر کتب رجال وسیر میں ملتے ہیں، گویا معاشرے مین ان کی علمی حیثیت مسلمہ تھی جبکہ اکثر معترضین کا صرف نام ہی ملتا ہے ان کے حالات

تو در کنار، نشان تک کا پتہ نہیں جو آپ کی قطعی نصرت کی واضح دلیل ہے۔

عصر حاضر کے بعض سائنٹیفک سٹڈیز کے دعویداروں نے معلوم نہیں یہ مفروضہ کیسے تراش لیا کہ ''حضرت مجدد الف ثانیؒ'' مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی اقلیت کے ایک تنگ نظر نمائندے تھے''۔ اس دور میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ شب و روز راسخ العقیدہ مسلمانوں کی تحریکوں کے خلاف زہر اگلنے اور اسے یورپین زبانوں میں منتقل کرنے میں مصروف ہے اس جماعت کا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ:

''حضرت مجدد علماء کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہے''۔

یقیناً اس آخری مفروضہ کے جواب میں جہاں وزنی دلائل مہیا کیے جاسکتے ہیں وہاں مسلم علماء کے ان تائیدی و دفاعی رسائل کی یہ فہرست بھی فخر کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس موضوع پر یہ پہلی کوشش ہے اس لیے اس فہرست کے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، امید ہے کہ محققین اس فہرست میں اضافہ کریں گے۔

اب آئندہ سطور میں ان کتب و رسائل کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے دفاع میں مختلف ممالک میں لکھے گئے ہیں۔ اس فہرست میں شامل رسائل متبرکہ میں سے نمبر ۳، ۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۱ کو اہل علم سے پہلی مرتبہ متعارف کروانے کا ہمیں شرف حاصل ہو رہا ہے۔

یہ فہرست کتابوں کے سال تصنیف کے اعتبار سے یعنی بلحاظِ ترتیب زمانی بنائی گئی ہے، اگر کسی کتاب کا زمانہ تالیف معلوم نہیں ہوسکا تو مؤلف کا سالِ وفات پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) دلائل التجدید ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء

ازعلامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مجددیت کے اثبات میں یہ رسالہ لکھا گیا تھا، مولانا محمد ہاشم کشمی نے علامہ عبدالحکیم اور حضرت مجدد الف ثانی کے مخلصانہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان حضرات کے مابین مراسلت بھی تھی، حضرت سیالکوٹی نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مجدد الف ثانیؒ میں آپ کو ''مجدد الالف الثانی'' کے سے ملقب کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مولانا کشمی کو مخاطب فرماتے ہوئے خود اس مکتوب کا تذکرہ کیا تھا۔[۱]

مولانا محمد ہاشم کشمی نے زیر بحث کتاب کا ذکر تو نہیں کیا، البتہ نقشبندی سلسلہ کے حضرات میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ علامہ سیالکوٹی نے حضرت امام ربانی کی مجددیت کے اثبات میں ایک رسالہ لکھا تھا، حضرت وحدت سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ) نے شواہد التجدید (سبیل الرشاد) میں اس رسالہ کا انتساب حضرت سیالکوٹی سے کرتے ہوئے اس کے اقتباسات دیئے ہیں۔[۲]

صاحبِ روضۃ القیومیہ نے واضح الفاظ میں اس رسالہ کا نام ''دلائل التجدید'' لکھا ہے اور توضیح کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارھویں سال تجدید میں یہ رسالہ لکھا گیا۔[۳]

---

[۱] محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، مطبوعہ لکھنو ۱۳۰۷ھ ص: ۱۷۶

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو یہی مضمون شمارۂ مسلسل: ۱۷

[۳] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ: ۱/۱۴۹ (از اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور)

یہ سال ۱۰۲۲ھ کے مساوی ہے۔

''دلائل التجدید'' کے کسی نسخہ کے وجود کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے۔

(۲) ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء رسالہ فی منع رفع سبابہ

از حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں رفع سبابہ کا بیان کرتے ہوئے اس سے منع کیا ہے[۱] خود حضرات مجددیہ نے اس مسئلہ میں کئی رسائل لکھے ہیں[۲] حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زندگی میں آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے رفع سبابہ کی نفی میں ایک رسالہ لکھا تھا، جس کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے۔[۳] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوبات کے دفتر اول کی تدوین (درالمعرفۃ ۱۰۲۵ھ) کے فوراً بعد ہی یہ رسالہ مکمل ہو گیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ علماء نے اس مسئلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا تھا اسی لیے حضرات مجددیہ کو حضرت مجدد کی تائید میں فقہی رسائل لکھنا پڑے۔ یہ رسالہ بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۳) ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۵۸ء المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (فارسی) از مولانا محمد امین بدخشی

---

[۱] امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات: ۱/۳۱۲ [۲] تفصیل کے لیے اسی مقالہ کے اعداد مسلسل ۱۵، ۱۸، ۴۰ ملاحظہ کریں [۳] امام ربانی مکتوبات: ۱/۳۱۲، نیز زبدۃ المقامات ص: ۳۱۰، حضرات القدس: ۲/۲۳۵، روضۃ القیومیہ: ۱/ ۲۸۸

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حقیقت کعبہ کو حقیقت محمدی (ﷺ) پر فضیلت دی ہے[1] حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت شیخ آدم بنوڑی جب ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اپنے شیخ کے اس نظریہ کا پرچار فرمایا، جس پر علماء وصوفیہ حرمین اور حضرت بنوڑی کے مابین اختلاف پیدا ہوگیا۔ خصوصاً شیخ احمد قشاشی کے ساتھ اس موضوع پر خوب بحثیں ہوئیں[2] یہ مباحث شیخ بنوڑی کی وفات ۱۰۵۳ھ کے بعد بھی جاری رہے، جب ۱۰۶۸ھ میں مخدوم زادگانِ سرہند حرمین الشریفین گئے تو انہوں نے بھی اس موضوع پر رسائل لکھے، نیز حرمین میں سلسلہ مجددیہ کی اشاعت میں جو رکاوٹیں پیش آئیں ان کا بھی اس رسالہ میں مجمل ساذکر ملتا ہے، مختلف خطی نسخوں کی بنیاد پر ہم نے اسے ایڈیٹ کیا ہے۔

اس رسالہ کے مولف حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ تھے اور حضرت شیخ کے حالات پر تین جلدوں میں ایک ضخیم اور درجہ اول کی سوانح نتائج الحرمین کے نام سے لکھی ہے۔ ہم نے اس مولف کی بہت سی دیگر کتابوں کا سراغ لگایا ہے۔

(۴) ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۰ء **کشف الغطا عن اذہان الاغبیاء** (عربی وفارسی)

از علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی

اس میں بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا

---

[1] امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات: ۱۳۴/۳، ایضا: مبدأ و معاد منہا نمبر: ۴۸ بدرالدین سرہندی:: حضرات القدس: ۱۴۶/۲ [2] احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، ۱۵۰-۱۵۳

ہے، اس کے ایک فقرہ سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مولف کے والد بزرگ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۰۷۱ھ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا، اس موضوع پر یہ اہم رسالہ ہے۔ ہم نے اسے بھی مرتب کیا ہے عنقریب شائع ہوگا۔

اس رسالہ کے مولف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور اجل علماء میں تھے۔ حدیث کے حافظ اور مدرسہ سرہند کے نامور مدرسین میں سے تھے، کئی اہم کتابوں کے مولف ہیں۔

(۵) ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء رسالہ درردمخالفین حضرت مجدد

از حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبندی ثانی

حضرت حجۃ اللہ (متوفی ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کا یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا، روضۃ القیومیہ میں حضرت حجۃ اللہ کے پندرھویں سال قیومیت میں اس رسالہ کا ذکر ملتا ہے۔[1]

حضرت حجۃ اللہ کے مکتوبات وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے طبع ہو چکے ہیں، جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ کا پندرہواں سال قیومیت ۱۰۹۴ھ ہے۔[2] یہ ایسا سال ہے جس میں نہ صرف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بلکہ پورے خانوادۂ مجددیہ کے خلاف

---

[1] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ: ۳۰/۴۸ قلمی [2] حضرت حجۃ اللہ کی مسند نشینی کا پہلا سال ۱۰۷۹ھ ہے اگر اس میں پندرہ سال جمع کیے جائیں تو (۱۰۷۹+۱۵=۱۰۹۴) ۱۰۹۴ھ برآمد ہوگا۔ ایضاً

ایک مہم چلائی گئی تھی، یہ اختلاف اس وقت کے علماء تک محدود نہ تھا بلکہ حکومت وقت کو بھی اس میں مداخلت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا، ان ایام میں اورنگ زیب کی تخت نشینی میں نقشبندی علماء ومشائخ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

اورنگ زیب کی درخواست پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند حضرت خواجہ سیف الدین کو اس کی رہنمائی کے لیے شاہی دربار میں بھیج دیا تھا، جہاں آپ بقول محمد ساقی مستعد خان، ''قلعہ کے اندر شاہی محل کے جوار میں رہنے لگے، بادشاہ اکثر کاروبار سلطنت سے فراغت کے بعد رات گئے آپ کی خدمت میں رہ کر صحبت سے فیض یاب ہوتا'' [1]

بادشاہ اس خانوادہ کی خدمت میں بھاری رقوم بطور نذرانہ بھی پیش کیا کرتا تھا۔[2] جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جاہ وثروت کے طالب علماء اس خاندان عالی شان کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اتنا ہنگامہ کیا کہ حرمین کے علماء کو بھی اس میں ملوث کر لیا۔

دونوں اطراف سے کتب ورسائل کے ذریعہ اپنے افکار کی نمائندگی کی گئی۔ اورنگ زیب کو مختلف اطراف سے خطوط لکھے گئے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے کلام میں خلاف شرع امور پائے جاتے ہیں لہٰذا اس کی نشر واشاعت بند کروادی جائے، اورنگ زیب کی طرف سے ایک جعلی خط یا حکم نامہ سرہند بھیجا گیا کہ آئندہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا سلسلہ بند کر دیا جائے، یہ وضعی خط

---

[1] محمد ساقی مستعد خان: مآثر عالمگیری۔ کلکتہ ۱۸۷۱ء، ص: ۸۴ [2] ایضاً

معارج الولایت میں محفوظ ہے۔[۱]

اگر روضۃ القیومیہ کے اندراج پر مبالغہ آمیزی کا الزام نہ لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی سال یعنی ۱۰۹۴ھ میں اس خانوادہ کے معتقدین نے حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں جو رسائل تصنیف کیے ان کی تعداد ایک سو ساٹھ تک پہنچ گئی تھی، ان میں بہتر (۷۲) رسائل تو صرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہی نے لکھے۔

"اول رسالہ حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہ تصنیف کردند...... ہمیں قسم حضرت محمد اشرف و حضرت شیخ سیف الدین و حضرت محمد صبغۃ اللہ و حضرت شیخ محمد ہادی جد شریف مولف این کتاب، رسائل تصنیف نمودند ہفتاد و دو رسالہ فرزندان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ درین باب نوشتند و خلفائے این طریقہ نیز رسائل بسیار درین مقدمہ تصنیف نمودند ہمگی صد و شست رسالہ درین باب تصنیف شدند"[۲]

یہ تمام رسائل تو دستیاب نہیں ہو سکے البتہ چند کتابوں کے نام ملتے ہیں، ان میں سے بعض کی تفصیل ذیل میں بیان کی جا رہی ہے۔

---

[۱] ہم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبداللہ خویشگی میں اس سلسلہ میں مفصل بحث کی ہے ملاحظہ ہو ص: ۱۴۵۔۱۵۰ [۲] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ: ۳/۴۸ قلمی

(۶) ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء رسالہ در جواب مخالفین حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

از حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی (ف ۱۰۹۶ھ)

یہ رسالہ بھی بقول صاحب روضۃ القیومیہ اسی واقعہ کے دوران لکھا گیا۔[۱]

(۷) ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء رسالہ در رد مخالفین حضرت مجدد

از حضرت عبدالاحد شاہ گل وحدت متوفی ۱۱۲۶ھ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی متعدد کتابوں کے مؤلف تھے یہ رسالہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا، حضرت شاہ غلام علی نے اس سے استفادہ کیا ہے۔[۲]

(۸) ۱۰۹۴ھ/۱۶۱۶ء حل المغلقات فی الرد علیٰ اہل الضلالات

(عربی و فارسی)

تالیف: حضرت خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی

حضرت خواجہ محمد اشرف کی ولادت ۱۰۴۳ھ اور وفات ۱۱۱۸ھ کو ہوئی، صاحب روضۃ القیامیہ نے سال (۱۰۹۴ھ) میں اس رسالہ کی تالیف کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مؤلف علوم معقول و منقول کے ماہر تھے اور متداولہ درسی کتب پر حواشی بھی لکھے تھے،[۳] ہمیں اس رسالہ کا عکس ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب مدظلہ نے فراہم کیا ہے جس کے لیے تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

---

[۱] ایضاً [۲] غلام علی دہلوی شاہ رسائل سبعہ سیارہ ص: ۳۰ [۳] روضۃ القیومیہ ۲/۲۲۳، قلمی

(۹) ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء رسالہ ردمنکران حضرت مجدد

تالیف حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہما، یہ رسالہ بھی اسی ہنگامی حالت (مخالفت ۱۰۹۴ھ) میں لکھا گیا۔[۱]

(۱۰) ۱۰۹۴ھ/۱۶۶۳ء رسالہ ردمخالفین حضرت مجدد

شیخ محمد ہادی بن حضرت شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اس کے مولف روضۃ القیومیہ کے مصنف شیخ کمال الدین محمد احسان کے دادا تھے۔

ان کی ولادت ۱۰۶۲ھ اور وفات ۱۱۲۱ھ ہے، اس رسالہ کے علاوہ آپ کو اکب دریہ، درپنج جلد، حجۃ الاحمدیہ، تجدید احوال اورنصوص الدقائق کے علاوہ کثیر کتب معقول ومنقول پرحواشی بھی لکھے تھے۔[۲]

اسی ہنگامہ (۱۰۹۴ھ) کے دوران انہوں نے یہ رسالہ دررد مخالفین بھی تالیف کیا تھا۔[۳] یہ رسالہ ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا ہے۔

(۱۱) ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ءعطیۃ الوھاب الفاصلۃ بین الخطاو الصواب

(عربی)

شیخ محمد بیگ اوزبکی برہانپوری ثم مکی نے یہ رسالہ ۲ ربیع الاول ۱۰۹۴ھ/ یکم مارچ ۱۶۸۳ء کو مکمل کیا، انہیں دنوں برزنجی نے قدح الزند اور الناشرۃ الناجرہ مکمل کیے

---

[۱] ایضا:۳/۴۸ [۲] کمال الدین محمد احسان:۲/۷۰ قلمی [۳] ایضا:۳/۴۸

تھے[1] بقول برزنجی شیخ محمد بیگ ہندوستان سے حجاز گئے تھے، اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا جو عربی ترجمہ علمائے حجاز کے لیے کیا گیا ہے وہ غلط ہے، نیز انہوں نے اس میں علمائے ہند کے ان فتوؤں کے اقتباسات بھی دیے ہیں۔ جو حضرت مجدد کے خلاف لکھے گئے تھے۔

عطیۃ الوہاب، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے عربی ترجمہ شیخ محمد مراد قزانی کے دفتر ثالث کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے، ان کی کئی اور تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں۔

اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس وقت کے جید علماء نے اس رسالہ پر تقریظیں لکھ کر اس کے مندرجات کی تصدیق کی ہے، جو اس رسالہ کے ساتھ ہی طبع ہو چکی ہیں۔

(۱۲) ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء العرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد السرہندی (عربی)

تالیف: علامہ شیخ حسن بن شیخ محمد مراد تونسی مکی

شیخ محمد مراد قزانی کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ تونسی نے ایک کراسہ (جز) کے بقدر یہ رسالہ لکھا تھا۔

وھو مقدار کراسۃ سماہ بالعرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد السھرندی۔[2]

اس رسالہ کے چند اقتباسات شیخ محمد مراد قزانی نے اپنے حواشی میں دیئے ہیں۔[3]

---

[1] ملحق ملخص السیر۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے مرتب کر کے مجلہ انجمن عربی و فارسی اور پنجابی ادبی اکیڈمی۔ لاہور شائع کی تھی، جو اس مولف کی ہے [2] قزانی، محمد مراد: الدرر المکنونات النفیسہ (ترجمہ عربی مکتوبات حضرت مجدد) ۱/۷۷۔ ترکی [3] ایضاً: ۱/۷۷۔۱۲۲

(۱۳) ۱۰۹۵ھ/۱۶۸۴ء رسالہ در رد معترضین حضرت مجدد

تالیف: حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء)

صاحب روضۃ القیومیہ نے ۱۰۹۴ھ کے مذکورہ واقعات کے دوران تصنیف ہونے والے رسائل میں اس رسالہ کا ذکر نہیں کیا جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ اس واقعہ کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ حضرت مرزا مظہر نے اپنے مکتوب[1] میں اس رسالہ سے استفادہ کیا ہے، نیز انہوں نے آپ کی ایک اور تالیف رسالہ فی اثبات رفع سبابہ کا بھی ذکر فرمایا ہے[2] افسوس کہ یہ دونوں رسائل ہمیں نہیں مل سکے۔

(۱۴) ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء رسالہ فی تائید حضرت مجدد الف ثانی (عربی)

تالیف: علامہ شیخ احمد البشیشی مصری ازہری شافعی (ف ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء)

ان کے والد کا نام عبداللطیف بن قاضی احمد بن شمس الدین بن علی مصری تھا، بلدہ بشیش میں ولادت ہوئی، شیخ علی المحلی، حسن البدری، سلطان المزاحی، سے تحصیل کی ۱۰۹۲ھ میں حج کے لیے گئے اور مکہ میں ہی مقیم ہو گئے، لیکن پھر واپس اپنے خطۂ مولود بشیش چلے گئے[3] ۱۰۹۶ھ میں انتقال کیا۔[4]

---

[1] مظہر جان جاناں مرزا مکتوبات: ۱۰۹/۵ (شامل مقامات مظہری مطبوعہ دہلی: ۱۲۶۹ھ)

[2] ایضاً: ۱۲۱/۱۵ [3] سرکیس، یوسف لیان، معجم المطبوعات العربیہ، بغداد طبع عکس از طبع اول ۱۹۲۸ء ص: ۵۶۶

[4] محبی: خلاصۃ الاثر ۲۳۸/۱ فوائد الارتحال ۳۴۱/۲

اس رسالہ کے علاوہ التحفة السنية فی الاجوبة السنيه عن الاسئلة المرضية [۱] مطبوعہ مصر ۱۲۷۸ھ اور العقود الجوهرية بالجيود المشرقية کے بھی آپ مؤلف ہیں۔ [۲]

حضرت مجدد الف ثانی کی نصرت وتائید میں اس مولف کا جو رسالہ ہے اس کی طباعت ک تو ہمیں علم نہیں ہوسکا ہے البتہ شیخ محمد مراد قزانی نے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے حواشی میں اس کے طویل اقتباسات دیے ہیں۔ [۳]

جیسا کہ سطور بالا میں وضاحت کی گئی ہے کہ مولف ۱۰۹۲ھ میں حجاز مقدس میں موجود تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے یہ رسالہ اسی سال یا ۱۰۹۴ھ کے حدود میں تالیف کیا ہو۔ تاہم ہم نے تالیف کے سال ۱۰۹۶ھ کی بنیاد پر ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا۔

(۱۵) ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء رسالہ فی نفی رفع سبابہ

از علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی [۴]

یہ موضوع حضرات مجددیہ کے نزدیک متنازعہ فیہ رہا ہے، مولانا محسن ترہٹی نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے جہاں دیگر رسائل کا ذکر کیا ہے وہاں اس رسالہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ [۵]

---

[۱] سرکیس۔ص:۵۶۷ [۲] کحالہ، عمر رضا معجم المولفین: ۱/۱۲۸۱ (حالات کے دیگر ماخذ کی نشاندہی کی گئی ہے) [۳] قزانی، محمد مراد الدرر المکنونات النفیسہ: ۱/۱۲۳ [۴] حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقالہ ہذا شمارہ مسلسل ۲، ۱۸، ۴۰ [۵] محسن ترہٹی: الیانع الجنی، دیوبند ص:۶۷

یہ رسالہ تاحال ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا، مولف کا سال وفات چونکہ ۱۱۲۲ھ ہے اس لیے اسے اسی ترتیب زمانی کے تحت درج کیا ہے، مولانا سراج احمد مجددی رام پوری نے شرح ترمذی میں وضاحت کی ہے کہ یہ رسالہ شیخ محمد یحییٰ کے رسالہ کے جواب میں لکھا گیا تھا۔[1]

اس موضوع پر اس مقالہ میں حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کا تعارف بھی ملاحظہ ہو۔

(۱۶) ۱۰۲۳ھ/۱۷۱۱ء بهجة النظار فی برأة الابرار (فارسی وعربی)

مخدوم محمد معین متخلص بہ تسلیم و بیراگی ٹھٹھوی (ف ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) بارہویں صدی ہجری کے جید عالم، صاحب تصانیف کثیرہ، سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی نشر واشاعت کے امین اور صاحب صدق وصفا بزرگ تھے، حسام الدین راشدی نے ان کی بیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔[2]

بهجة النظار کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولوی عبداللہ جان

---

[1] محمد حسن جان رسالہ فی نفی رفع سبابہ، قلمی بخط مصنف ورق: ۳۸ الف

[2] خلیل محمد ابراہیم: تکملہ مقالات الشعراء مرتبہ حسام الدین راشدی، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۹۵۸ء ص: ۲۴۴ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قانع: تحفۃ الکرام، قانع: مقالات الشعراء ۱۲۱-۱۲۹ (واشاریہ کتاب) مکتوبات حضرت شاہ فقیر اللہ علوی ص: ۱۰۶-۱۰۸، دراسات اللبیب مقدمہ نوشتہ مولانا عبدالرشید نعمانی، سندھی ادبی بورڈ

معروف بہ شاہ آغا نے لکھا ہے کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراضات کیے تھے جن کے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا۔

''در رفع اعتراضات مخدوم محمد ہاشم تتوی بر مکتوبات شریف و جواب دیگر معترضین است''[1]

یہ سبب تالیف محض قیاسی اور بے بنیاد ہے، **بهجة النظار** میں اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی نیز کسی بیرونی شہادت سے بھی مخدوم محمد ہاشم کے حضرت مجدد الف ثانی کے مخالف ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔

اس رسالہ کا صرف ایک خطی نسخہ دستیاب ہوا ہے جس کی بنیاد پر ہم نے اس کا متن تیار کیا ہے جو تفصیلی حواشی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوگا۔

(۱۷) ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء سبیل الرشاد (فارسی)

از حضرت شیخ عبدالاحد وحدت شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی[2] (ف ۱۱۲۶ھ)

اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مجددیت کے دلائل و شواہد یکجا کیے گئے ہیں، یہ رسالہ شواہد التجدید کے نام سے بھی متعارف ہے، کئی خطی نسخوں کے ناقلین نے اسے اسی نام سے موسوم کیا ہے، محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے پہلے اسے رسالہ الرحیم حیدر آباد سندھ میں پھر حضرت وحدت کی تالیف جنات الثمانیہ کے اقتباسات سمیت

---

[1] شاہ آغا: مونس المخلصین۔ کراچی ۱۳۶۸ھ ص: ۱۰۰
[2] تفصیل کے لیے دیکھئے مقالہ ہذا تحت شمارہ مسلسل ۷

سبیل الرشاد کے نام سے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے، یادرہے اس موضوع پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں کا تعارف بھی کروایا جاچکا ہے۔

(۱۸) ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء رسالہ فی منع رفع سبابہ

از حضرت وحدت سرہندی

یہ رسالہ بھی ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا ہے، حضرت شاہ فضل اللہ مجددی نے اس کا حوالہ دیا ہے۔[۱]

(۱۹) ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء رسالہ رد منکران حضرت مجدد

تایف: شیخ محمد مراد ننگ کشمیری بن ملا مفتی محمد طاہر

ان کی ولادت ۱۰۵۷ھ اور وفات ۱۱۳۱ھ ہے، کشمیر میں سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ میں جن اصحاب نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں آپ کا نام سرفہرست ہے، آپ ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء میں جبکہ صاحبزادگان سرہند نے کشمیر میں ورود فرمایا اور اس خانوادۂ مبارک سے منسلک ہوئے، ۱۰۸۱ھ سے ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۷۱-۱۶۸۹ء تین مرتبہ سرہند شریف کا سفر کیا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد امجاد سے ظاہری اور باطنی فیوض حاصل کیے۔

آپ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے خاص خلفاء میں سے تھے، ان کے علاوہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ

---

[۱] فضل اللہ مجددی: عمدۃ المقامات، مطبوعہ حیدرآباد، سندھ ۱۳۵۵ھ، ص: ۲۴۶

[۲] ، شیخ محمد صبغۃ اللہ، خواجہ محمد نقشبند ثانی، خواجہ عبید اللہ، خواجہ سیف الدین (صاحبزادگان

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت کا شرف حاصل کیا، ہم نے ان پر ایک مختصر مضمون بھی لکھا ہے جس میں ان کی ۳۸ تصانیف کا تعارف کروایا ہے۔[۱] ان مین ان کی اہم کتاب ''صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین'' کا تعلق بھی بہت حد تک ہمارے اسی موضوع سے ہے، ان کا رسالہ ''ردمنکران حضرت مجدد الف ثانیؒ'' تاحال دستیاب نہیں ہوسکا۔

(۲۰) ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء حجۃ الحق فی دفع اعتراضات شیخ عبدالحق (فارسی)

از میاں شاہ فی الحال بن حضرت شیخ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہم نام ونسب سے مولف کی بزرگی وثقاہت عیاں ہے۔۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء میں انتقال کیا، کئی اہم کتابوں کے مولف ہیں۔اپنے دادا حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ایک ضخیم کتاب لکھی، جو اپنے موضوع پر پہلی کتاب تھی، اس کے علاوہ بھی کئی اہم کتابوں کے مولف تھے۔[۲]

حجۃ الحق کے پورے نام سے اس کا موضوع عیاں ہے کہ مولف نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جوانہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریرات پر کیے تھے۔

---

[۱] مقالہ مشمولہ رسالہ نور اسلام۔شرقپور۔اولیائے نقشبند نمبر۔مارچ اپریل ۱۹۷۹ء ص:۷۹۔۸۳ حصہ دوم [۲] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ: ۲/۴۲۴۔قلمی

(۲۱) ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء مواہب القیوم فی تائید احمد و معصوم (فارسی)

ازمیاں شاہ فی الحال

اس رسالہ میں مولف نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر معترضین کے جوابات دیے ہیں، چونکہ ان دونوں رسائل ے مولف خانوادۂ مجددیہ کے اہم ارکان میں سے تھے اس لیے ذی علم مصنف ہونے کی حیثیت سے ان کے بیانات کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں نہ صرف حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراضات کا تجزیہ کیا گیا ہے بلکہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی دفاع کیا ہے۔

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ کی وساطت سے ہمیں یہ نسخے دیکھنے کا موقع ملا ہے جس کے لیے تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

(۲۲) تنبیہ الغافلین (فارسی)

مؤلف نامعلوم

حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی بن حضرت ملاشور بازار، (کابل، افغانستان) نے جولائی ۱۹۷۶ء میں ایک مسودہ دکھایا تھا، اس کے سرسری مطالعہ کے بعد ہم نے مفصلہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں۔

۱...... یہ بارہویں صدی ہجری کے اوائل کی تالیف ہے۔

۲...... مولف کا اپنا مسودہ معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی اسے مبیضہ شکل نہیں دی گئی تھی کہ

مولف کا انتقال ہو گیا۔

۳......اس کے بعد اندرونی شواہد سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے زیر اثر تالیف ہوا ہے، کئی مقامات پر ان کا نام احترام سے لیا گیا ہے۔

۴......اسی خط میں دیگر رسائل بھی نظر سے گزرے جن کی کتابت ٹونک میں ہوئی تھی، جس سے اندازہ لگانا زیادہ دشوار نہیں کہ اس رسالہ کا مقام تالیف بھی ٹونک ہی ہوگا۔

افسوس کہ حالیہ انقلاب افغانستان میں حضرت کا کتب خانہ تباہ کر دیا گیا ورنہ اس سے استفادہ کیا جاتا۔

(۲۳) رسالہ ردمخالفین حضرت مجدد الف ثانیؒ (فارسی)

یہ بھی بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں تالیف ہوا، اس کے مولف کا نام رسالہ کے متن میں مذکور نہیں ہے، حضرت حافظ محمد ہاشم جان مرحوم کے آبائی کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہماری نظر سے گزرا تھا۔

(۲۴) ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء تصریحات مجید (فارسی)

یہ اس رسالہ کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۱۶۶ھ برآمد ہوتے ہیں، افسوس کہ پیش نظر خطی نسخہ کے ورق اول میں مولف کا نام دیمک کی نظر ہو چکا ہے، رسالہ کے سطحی مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ مؤلف کا تعلق خطہ کشمیر سے تھا، عین ممکن ہے کہ رسالہ کے نام کا جز مجید ہی مولف کا نام ہو۔

اس کا خطی نسخہ جناب جی معین الدین، لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

(۲۵) رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانیؒ (فارسی)

اس رسالہ کے مؤلف کا نام بھی معلوم نہیں ہے۔ رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا تعلق کشمیر سے تھا اور بارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ حضرت مجدد پر مختلف اعتراضات کے کامیاب جوبات دینے کی سعی کی گئی ہے۔ افغانستان میں اس کا خطی نسخہ ہماری نظر سے گزرا تھا۔

(۲۶) ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء شواہد التجدید

از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف:۱۱۷۶ھ)

فریڈمان یوحنا نے پہلی مرتبہ اس رسالہ کو متعارف کروایا ہے اس کا موضوع نام سے ظاہر ہے، اٹھارہویں صدی عیسوی میں تجدید کا جو تصور تھا اسے سمجھنے میں یہ رسالہ ممد و معاون ثابت ہوسکتا ہے، بقول فریڈمان:

Which gies us valuable insight into the understading of the concept of Tajdid.[1]

اس کا ایک قلمی نسخہ، حبیب گنج کلیکشن، آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں موجود ہے۔ جو رسائل شاہ ولی اللہ میں شامل ہے، یہ مخطوطہ کئی مقامات سے افتادہ اور اس کا خط غیر واضح بھی ہے۔[2]

1.Yohanan Friedmann:Sh.Ahmad Sirhindi, London, 1971

۲۔ ایضاً، ص:۹

(۲۷) ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء رسالہ خلت

از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں اصطلاح خلت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے، اس باب میں جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں مولف نے انہیں دور کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا خطی نسخہ بھی مذکورہ کتب خانہ میں ہے اور اسے ڈاکٹر فریڈمان یوحنا نے پہلی مرتبہ متعارف کروایا ہے۔[۴۲]

(۲۸) ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء المقدمۃ السنیۃ فی انتصار للفرقۃ السنیۃ

تالیف: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت مجدد الف ثانی کے فارسی رسالہ رد روافض کو شاہ ولی اللہ نے علمائے حجاز کی فرمائش پر عربی ترجمہ اور مفید شرح سے مزین کیا، انہوں نے اس کی شرح کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے نظریات سے جا بجا اختلاف بھی کیا ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانی کی تجدیدی کوششوں کو بھی بطریق احسن اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، اکبر اور جہانگیر کے عہد کی بدعات کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں لادینیت پیدا ہوئی۔

شارح کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جو کہ اس موضوع پر ایک شہرہ آفاق کتاب تحفہ اثنائے عشریہ کے مولف بھی ہیں، اس رسالہ پر مزید حواشی لکھے ہیں

---

[۱] ایضاً

اور حواشی میں اپنے والد کے اعتراضات سے اختلاف کرتے ہوئے رسالہ کے مولف حضرت مجدد الف ثانی کا دفاع کیا ہے، ڈاکٹر زبید احمد کے الفاظ میں:[1]

Shah, Abdul, Aziz who in his turn differs in places from his father and agrees with the original author

ڈاکٹر زبید احمد نے اس کے تین خطی نسخوں یعنی، ذخیرہ دہلی، رضا لائبریری رام پور اور کتابخانہ آصفیہ کے نمبر درج کیے ہیں۔[2] لیکن اس کا ایک ناقص قلمی نسخہ مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری (صدر مدرس، دیوبند) کے پاس بھی ہے جس کا تعارف انہوں نے اپنے ایک مقالہ میں کروایا ہے اور اس کے اقتباسات بھی دیے ہیں۔[3]

(۲۹) ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء رسالہ **احقاق** (فارسی)

از حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)

آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ، اجل، حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد رشید بیہقی وقت اور کثیر التصانیف عالم تھے، ان کی تقریباً چالیس تصانیف دریافت ہو چکی ہیں، ان میں تفسیر مظہری (عربی)، ارشاد الطالبین، مالا بد منہ اور

1.Zubaid Ahmad: contribution of India and Pakitan to Arabic literature, Lahore 1968-pp: 115-116

۲۔ ایضاً ص: ۲۸۴ ۳۔ مہدی حسن، مفتی: حضرت مجدد و شاہ ولی اللہ کی نظر میں مقالہ مشمولہ الفرقان لکھنؤ، حضرت مجدد نمبر ص: ۲۹۹۔۳۰۶ المقدمۃ السنیۃ مرتبہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی، مطبوعہ دہلی۔

السیف المسلول بہت مشہور ہیں۔

رسالہ احقاق دراصل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہء اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک مولانا وکیل احمد سکندر پوری مرحوم سے پہلے حضرت شیخ کے اعتراضات کے جواب میں جتنے رسائل لکھے گئے ہیں حضرت قاضی صاحب کا یہ رسالہ ان سب پر فوقیت رکھتا ہے، انہوں نے ہر اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کا جواب لکھا ہے۔ مولانا وکیل احمد سکندر پوری کو یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا تھا۔[1] مؤلف کے خود نوشت نسخہ کا عکس مجموعۂ حاضر میں شامل ہے۔

خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس کے دو نہایت قابل اعتماد نسخے دستیاب ہوئے ہیں جن کی بنیاد پر ہم نے اس کا تنقیدی متن تیار کیا ہے۔

(۳۰) ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء رسالہ در جواب شبہات بر کلام امام ربانی (فارسی)

از حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانیؒ پر معترضین کے عمومی اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی مدظلہٗ دہلی (بھارت) کے کتب خانہ کی زینت ہے[2] جو مولف کا نوشتہ نسخہ ہے جس کا عکس پیش نظر مجموعہ کی زینت ہے۔

(۳۱) ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء ردّ شبہات پلید نابکار (۱۲۳۲ھ فارسی)

تالیف: حضرت نظام الدین شکارپوری (ف ۱۲۷۳ھ)

---

[1] وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ مجددیہ، دہلی ۱۳۱۱ھ ص: ۲۶۴ حاشیہ

[2] قریشی، عبدالرزاق: مکاتیب حضرت مظہر بمبئی ۱۹۶۶ء ص: ۲۳۳

حضرت نظام الدین شکار پوری سندھی بن غلام محی الدین بن شاہ غلام صدیق بن خواجہ غلام محمد معصوم ثانی بن شیخ محمد اسماعیل [1] ابن شیخ محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔

گویا مولف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے تھے، کئی ٹھوس علمی کتابوں کے مصنف ہیں، فارسی میں اچھے شعر کہتے تھے، نظام تخلص تھا [2] مثنوی معدن الانوار ۱۲۲۴ھ، اوج مورد اسرار نقشبند اور مخمس کریما ان کی تصانیف میں سے ہیں۔

"رسالہ رد شبہات پلید نابکار" سے اس کا سال تالیف ۱۲۳۲ھ برآمد ہوتا ہے، یہ رسالہ دراصل سعد الدین انصاری کابلی [3] (ف ۱۲۳۵ھ) کے رسالہ معیار الکشوف کے رد میں تالیف کیا گیا ہے، اس کے دیباچہ میں خواجہ نظام الدین لکھتے ہیں کہ مجھے کابل جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ یہاں ایک شخص سعد الدین نے حضرت مجدد الف ثانی کے رد میں کوئی کتاب لکھی ہے، جب اس سے کتاب طلب کی گئی تو اس نے صاف انکار کر دیا، بادشاہ وقت کی خدمت میں جب یہ بات پہنچی تو اس نے سعد الدین کو دربار میں طلب کیا تو صاف انکار کر دیا کہ اس قسم کی میری کوئی تصنیف نہیں ہے۔

---

[1] حسام الدین راشدی نے ان کے شجرہ نسب کے اندراج میں شیخ محمد اسماعیل کا نام درج نہیں کیا جو صریحاً سہو ہے، صحیح نسب کے لیے ملاحظہ ہو: مولانا محمد حسن جان کا رسالہ انساب الانجاب ص: ۶۵، ۵۵

[2] خلیل، محمد ابراہیم: تکملہ مقالات الشعراء مرتبہ راشدی، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۹۵۸ء ص: ۵۹۹۔ ۶۱۷۔ وفائی، دین محمد: تذکرہ مشاہیرہ سندھ مرتبہ راشدی، حیدرآباد ۱۹۷۴ء ص: ۲۵۶۔ ۲۶۱

[3] محمد ابراہیم خلیل کابلی: یک مرد بزرگ (سوانح سعد الدین کابلی) کابل ۱۳۰۰ش م

پھر عرصہ کے بعد (حدود ۱۲۳۲ھ) خواجہ نظام شکار پوری کو کشمیر جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں سعد الدین کے ایک مرید سے ملے جس کے پاس وہ رسالہ دررد حضرت مجدد تالیف سعد الدین موجود تھا۔ اس سے مستعار لے کر مولف نے یہ رسالہ تالیف کیا۔

یہ اہم رسالہ تا حال ہماری نظر سے نہیں گزرا اس کے بارے میں مذکورہ بالا تمام تر معلومات حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی بن ملا شور بازار کابلی نے جولائی ۱۹۷۶ء کو راقم الحروف کو فراہم کیں۔[۱]

(۳۲) ۱۲۳۹ھ/۱۷۲۶ء رسالہ در اعتراضات (فارسی)

از حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ) بن حضرت شاہ ولی اللہ اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور (بھارت) میں محفوظ ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔[۲]

(۳۳) ۱۲۳۹ھ/۱۷۲۶ء حواشی بر رسالہ اعتراضات شیخ عبد الحق دہلوی (فارسی)

(حواشی از حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد کے مکاشفات پر بعض اعتراضات کیے تھے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں ان رسائل کا ذکر کیا جا چکا ہے جو

[۱] فریڈمان یوحنا ص: ۱۲۱ [۲] اس موضوع پر شاہ عبد العزیز محدث کے دو رسائل ہمارے مرتبہ مجموعہ دفاع حضرت مجدد الف ثانی میں شامل ہیں

حضرت شیخ کے رسالہ اعتراضات کے جواب میں لکھے گئے تھے۔

اس رسالہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حضرت شیخ کے رسالہ اعتراضات پر حواشی لکھے تھے جس میں حضرت شیخ کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حواشی کو اپنے رسالہ میں ایک مستقل فصل کے تحت محفوظ کرلیا ہے چونکہ رسالہ مذکورہ رام پور اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ حواشی رسالہء رام پور سے مختلف ہوں۔

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں:

فصل چہارم دربیان حواشی بدانکہ استادمن حضرت شاہ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کہ درین وقت ممتاز درعلوم دینی وعلوم صوفیہ درصغر سن بررسالہ حضرت شیخ معترض (عبدالحق) رحمۃ اللہ علیہ تعلیقات حواشی نمودہ تبرکا نوشتہ می شود......[1]

اس اقتباس سے مترشح ہوتا ہے حضرت شاہ عبدالعزیز نے آغاز شباب میں رسالۂ اعتراضات پر یہ حواشی لکھے تھے چونکہ صحیح سال تالیف معلوم نہیں ہے اس لیے محشی کے سال وفات ۱۲۳۹ھ کے تحت اس کا اندراج ہوا ہے، یہ رسالہ مجموعہ حاضر میں شامل ہے۔

---

[1] غلام علی دہلوی، شاہ: رسالہ دیگر در رد مخالفین ص: ۴۸ مشمولہ سبع سیارہ ص: ۴۸۔۵۰

(۳۴) ۱۲۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء رسالہ رد اعتراضات شیخ عبدالحق (فارسی)

تالیف: حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ)

اس موضوع پر دیگر رسائل کا تعارف سابقہ سطور میں کروایا جاچکا ہے۔ یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے چونکہ اس رسالہ کے مولف حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید کے جانشین اور بارہویں صدی ہجری میں سلسلہ نقشبندیہ کے روح رواں تھے آپ کے تمام رسائل خلوص ومحبت کی زندہ تصویر ہیں [1]

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق نے اپنے یہ اعتراضات واپس لے لیے تھے اور ان کی غلط فہمی دور ہوگئی تھی، یہ رسالہ کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے، سبع سیارہ کے علاوہ آپ کے مکتوبات میں بھی شامل ہے، مجموعہ حاضر میں یہ مکمل رسالہ شامل ہے۔

(۳۵) ۱۲۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء رسالۂ دیگر در رد مخالفین حضرت مجدد (فارسی)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

اس رسالہ میں معترضین کے جوابات دیے گئے ہیں، اس موضوع پر بے شک چھوٹے بڑے کئی رسائل تالیف ہوئے ہیں، لیکن اس رسالہ کی اہمیت اپنی جگہ ہے جو اس کی مندرجہ ذیل پانچ فصلوں سے بخوبی عیاں ہے:

اول...... دربیان مجملی احوال حضرت مجدد

دوم...... دررفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے ملفوظات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی۔ مطبوعہ لاہور: ۱۹۷۸ء

سوم...... دراجوبہ بعضی اعتراضات شیخ عبدالحق......

چہارم...... دربیان حواشی کہ اوستاد فقیر حضرت شاہ عبدالعزیز...... بررسالہ شیخ مذکور تحریر فرمودہ اند۔

پنجم...... دررفع شبہاتی کہ برالسنہ عوام مذکور است

یہ رسالہ بھی سبع سیارہ میں شامل ہے۔[1] بخط مولانا محبوب الٰہی بہتر ہے، جس کا عکس پیش نظر مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(۳۶) ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء رسالہ فی رفع المطاعن عن الامام الربانی واولادہ

(عربی)

تالیف: مولانا عبداللہ آفندی عناقی زادہ مفتی احناف مکہ معظمہ

اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد پر ان الزامات کا خصوصیت سے ازالہ کرنے کی سعی کی گئی ہے جو حرمین الشریفین میں آپ پر لگائے گئے تھے، اس کے مولف وہی بزرگ ہیں جنہوں نے شیخ محمد مراد قزانی کے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد پر بڑی مؤثر تقریظ بھی لکھی ہے۔[2]

زیر بحث رسالہ مطبع حیدری بمبئی سے چھپ چکا ہے اور مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں یہ مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔[3]

---

[1] یہ مجموعہ رسائل سبع سیارہ کے نام سے مطبع علوی سے ۱۲۸۴ھ میں چھپ چکا ہے (ر۔ک: ۳۶)

[2] قزانی محمد مراد: الدررالمکنونات: ۱/ ۶۹۔۷۶

[3] فہرست کتب خانہ مدرسہ محمدیہ، بمبئی ص: ۱۶۸، ص: ۵۴۱

(۳۷) ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء **الکلام المنجی بردایرادات البرزنجی** (عربی)

تالیف: مولانا وکیل احمد سکندر پوری (ف ۱۳۲۲ھ)

اپنے وقت کے درجہ اول کے علماء میں سے تھے، ان کی تصانیف کی تعداد نوے ہے، جو عربی فارسی اور اردو زبانوں میں ہیں جو متنوع موضوعات پر مشتمل ہیں [۱]

زیرِ نظر تین تالیفات ایسی ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی گئی ہیں، یہ امر مسلمہ ہے کہ اس موضوع پر اس قدر وقیع اور ٹھوس کتابیں آج تک تالیف نہیں ہوئی ہیں۔ الکلام المنجی میں انہوں نے سلسلہ مجددیہ کے مشہور مخالف سید محمد برزنجی کے رسائل کے جوابات دیے ہیں، یہ رسالہ مطبع مجتبائی، دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا تھا [۲]
یہ کتاب درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر۔ دہلی کی طرف سے ۱۹۷۷ء میں اور پھر دار المبلغین شرقپور سے ۱۹۷۹ء میں چھپ چکی ہے [۳]

(۳۸) ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء **انوار احمدیہ** (فارسی)

از مولانا وکیل احمد سکندر پوری

---

[۱] عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر: ۸/۵۱۷۔۵۱۸ کراچی ۱۹۷۶ء

[۲] مولانا عبدالشکور نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ الکلام المنجی مولانا عبدالحی کی تالیف ہے جو مولانا وکیل احمد کے نام سے شائع ہوئی تھی، تذکرہ مجدد (الفرقان حضرت مجدد نمبر) لکھنو ۱۹۶۰ء ص: ۲۸۳ یہ بیان کسی طرح بھی درست نہیں ہے بھلا مولانا عبدالحی کو اسے اپنے نام سے شائع کرنے میں کیا قباحت تھی؟ ہمارے نزدیک دونوں بزرگ اس درجہ کے تھے کہ ان سے اس قسم کی توقع کرنا صحیح نہیں۔

[۳] ماخوذ نور اسلام شرقپور، حضرت مجدد الف ثانی نمبر ج ۲ (۱۹۸۸ء)

یہ رسالہ حلقۂ برزنجی کے ایک......... گجراتی رسالہ "مکاشف الاسرار کے ردّ میں لکھا ہے اور رسالہ کے اقتباسات دے کر اس کے لایعنی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ یہ رسالہ بھی مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں چھپا تھا۔

(۳۹) ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء **ہدیہ مجددیہ** (فارسی)

تالیف مولانا وکیل احمد سکندر پوری

مولانا کا یہ رسالہ (ضخیم) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ کے اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ مولف چونکہ خود اجل عالم تھے اس لئے کمال ادب واحترام کے ساتھ حضرت شیخ محدث کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ اس سلسلہ میں نہ صرف انہوں نے حضرت مجدد کی تمام تحریرات کا بغور مطالعہ کیا ہے بلکہ حضرت محدث کے رسائل سے ایسے کلمات ومکاشفات کا استخراج کر کے بتایا ہے کہ حضرت شیخ، حضرت مجدد کے جن کلمات پر اعتراض فرما رہے ہیں وہ خود ان کے اپنے کلام میں پائے جاتے ہیں۔ بے شبہ ۳۳۲ صفحات کا یہ ضخیم وجسیم رسالہ اس موضوع پر تالیف ہونے والے رسائل میں سب سے اہم ہے۔ اگر صدق دل سے اس رسالہ کا مطالعہ کیا جائے تو ان شخصیتوں کے مابین نہ صرف اختلاف کے دفع ہونے کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مخالفین حضرت شیخ محدث کی آڑ میں جو کھیل کھیل رہے ہیں وہ محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہ نادر رسالہ بھی مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔[۱]

---

[۱] مولانا وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ان تینوں رسائل کو شیر ربانی پبلیکیشنز، لاہور نے رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے دسمبر ۲۰۱۱ء میں شائع کیا ہے

(۴۰) ۱۳۳۲ھ / ۱۸۸۴ء رسالہ فی بشارہ الاہل الاشارہ (فارسی)

میر علی از شکار پوری نے حضرت مجدد کے مکتوب (۳۱۲/۱) درمسئلہ رفع سبابہ سے اختلاف کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا تھا، جس کے جواب میں مولانا حسن جان مرحوم نے بڑے سائز کے تقریباً ڈیڑھ سو اوراق پر مشتمل ایک رسالہ لکھ کر اس کا مدلل جواب دیا ہے۔ مولانا نے اپنے دلائل میں سینکڑوں معروف کتب فقہ کے اقتباسات پیش کیے ہیں اور رفع سبابہ کی نفی کرتے ہوئے حضرت مجدد کی تائید کی ہے۔

یہ رسالہ تاحال طبع نہیں ہوا ہے اس کا ایک خطی نسخہ مولف محمد ہاشم جان مرحوم کے کتب خانہ ٹنڈو سائیں داد سندھ میں موجود ہے۔

(۴۱) ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء حضرت مجدد اور ان کے ناقدین (اردو)

حضرت مولانا زید مدظلہ نے حضرت شیخ عبدالحق سے لے کر زمانہ حال کے ہندوستانی اور یورپین معترضین کے حضرت مجدد پر اعتراضات کے جواب دیے ہیں۔

عہد حاضر میں قدیم و جدید افکار کے مطالعہ کے بعد اہم نتائج اخذ کر کے اس کتاب میں ہدیۂ قارئین کیے گئے ہیں۔

مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی مدظلہ سجادہ نشین درگاہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید، دہلی

جامعین مکتوبات

مکتوبات امام ربانی کے تینوں دفتر آپ کے حین حیات ہی جمع ہو کر اہل علم و معرفت میں مقبول ہو گئے تھے۔

یار محمد جدید بدخشی طالقانی

بدخشان ، افغانستان کا مشہور اور مردم خیز خطہ ہے، کابل سے ولایت کندز (قندز)، کشم اور فیض آباد کا مرکزی علاقہ بدخشاں ہے اس وقت بدخشان افغانستان کا ایک صوبہ ہے، جس کا کچھ حصہ پاکستان میں بھی ہے، قدرے روسی حدود میں بھی شامل ہے لیکن زیادہ تر افغانستان کے پاس ہے۔

طالقان، حصار شادمان، جوخان آباد کے مضافات میں ہے [1] شہر میان مرو الرود و بلخ، طالقان دیگر شہر، میاں قزوین و ابہر (مشترک یاقوت ۱۲۶، ۱۲۷، معجم البلدان ۶/۲-۸)

شیخ یار محمد جدید کا تعلق طالقان خراسان و سطی ایشیاء سے تھا، بدخشان اور اس کے مضافات سے کئی اصحاب حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں آئے تھے، میر محمد نعمان بدخشی اور شیخ یار محمد جدید ہم زمان تھے، انہیں جدید اس نے کہا گیا کہ ان کے ایک ہم نام پہلے ہی حضرت مجدد الف ثانی سے منسلک تھے، جنہیں یار محمد قدیم کہا گیا:

---

[1] محمد نادر خان: راہنمای قطغن و بدخشان ص ۵۹-۹۸، تاریخ بدخشاں مولفہ سرخ افسر، افضل علی بیگ ۳۳-۳۷، ارمغان بدخشاں مولفہ شاہ عبداللہ بدخشی (برسہ مطبوعہ تہران)

وی را قدیم ازاں خوانند کہ بعد از وی یار محمد دیگر کہ جامع مکاتیب
دفتر اول است بآستان حضرت ایشاں رسید ثانی را جدید گفتند۔ [۲]

مولانا یار محمد جدید حضرت مجدد الف ثانی کے مخصوص خلفاء میں سے تھے، حضرت کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی تھی [۳] حضرت نے خود مولانا یار محمد جدید کو اپنے مکاتیب جمع کرنے کا امر فرمایا، جب مکتوبات کی جلد اول کے مکاتیب کی تعداد ۳۱۳ تک پہنچ گئی تو فرمایا کہ اسے یہیں ختم کردو کہ یہ رسل مرسلین اور اصحاب غزوہ بدر کی تعداد کے مطابق ہے:

چون جلد اول مکتوبات بعدد سہ صد و سیزدہ مکتوبات رسید، حضرت
ایشاں سلمہ، اللہ تعالیٰ فرمودند کہ برہمیں عدد ختم کنند کہ موافق عدد
پیغامبران مرسل است......ونیز موافق عدد اہل بدر است۔ [۴]

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جنہیں تاریخ گوئی کے فن پر کامل دسترس تھی اس جلد کی تکمیل کی تاریخ ''درالمعرفۃ'' کے مادہ سے نکالی [۵] جس کے ۱۰۲۵ھ عدد ہوتے ہیں۔

ہمیں تاحال مولانا یار محمد جدید کا سال وفات معلوم نہیں ہے۔

شیخ عبدالحی حصاری

مکتوبات کی جلد دوم کے جامع و مرتب شیخ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری ہیں

---

[۲] زبدہ ۳۷۶۔۳۷۷، حضرات القدس ۲/۳۴۳ [۳] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳۳۵/۱ [۴] مکتوبات امام ربانی ۲/ دیباچہ، زبدۃ المقامات ۲۴۰۔۲۴۱ [۵] ایضاً ۲۴۰

جن کے اجداد کا تعلق وسطی ایشیا کے علاقہ حصار شادمان سے تھا، جو بخارا کے جنوب مشرق میں واقع ہے، قدیم زمانہ میں اس کا نام حصار شادمان تھا جو جیحوں کے شمال میں واقع ہے ۶ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے اجداد میں سے کون بزرگ وہاں سے آ کر بہار کے معروف شہر پٹنہ میں مقیم ہوئے تھے، شیخ عبدالحی تو پٹنہ سے ہی حضرت مجدد الف ثانی کے خدمت میں حاضر ہوئے تھے، ۷ جلد ہی سلوک کی تکمیل کر لی اور آپ کی جلوت وخلوت میں حاضر رہے تھے، ایک عرصہ آپ کی خدمت میں گذار نے کے بعد خلافت یاب ہوئے اور انہیں ان کے مستقر پٹنہ میں متعین کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ میاں عبدالحی وہاں کے "قطب" ہیں ۸ حضرت مجدد الف ثانی کے ایک اجازت یافتہ شیخ نور محمد بہاری پٹنی پہلے ہی پٹنہ میں مصروف کار تھے، جب شیخ عبدالحی حصاری کو بھی وہیں متعین کیا گیا تو حضرت نے ان دونوں حضرات کے ایک شہر میں قیام کو "قران السعدین" قرار دیا اور انہیں ان سے ملنے کا بھی حکم دیا۔ ۹

شیخ عبدالحی حصاری ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء کو پٹنہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے اور دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی ۱۰، ان کے نام حضرت کے کئی مکاتیب ہیں۔

شیخ عبدالحی نے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے حکم پر مکتوبات امام ربانی کی جلد دوم مرتب کی ۱۱ جس میں ۹۹ مکاتیب ہیں، خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ جب

---

۶ ظرائف وطرائف ۲۵۳ ۷ حضرات القدس ۲/۳۶۶ ۸ ایضاً ۹ ایضاً ۲/۳۶۶

۱۰ ایضاً ۲/۳۶۸ ۱۱ مکتوبات امام ربانی ۲/ دیباچہ، زبدۃ المقامات ۳۷۶

ان کی تعداد اسماء الحسنیٰ کے مطابق ۹۹ ہوگئی تو اس جلد کو یہیں ختم کر دیا گیا، اس کی تاریخ ترتیب ''نور الخلائق'' سے واضح ہوتی ہے یعنی اس مادہ[۱۲] کے عدد جمع کریں تو ۱۰۲۸ھ سنہ برامد ہوتا ہے شیخ عبدالحی کے ایک معاصر محمد صادق ہمدانی کشمیری (ف۱۰۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ موصوف علم و عمل میں کامل تھے[۱۳] شیخ عبدالحی کا وصال ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ھ کو ہوا۔[۱۴]

خواجہ محمد ہاشم کشمی

خواجہ محمد ہاشم کشمی بن محمد قاسم مکتوبات امام ربانی کی جلد سوم کے جامع و مرتب ہیں، آپ کی ولادت بدخشاں کے قصبہ کشم میں ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء کو ہوئی[۱۵] ان کے والد گرامی اپنے علاقے کے علماء مشائخ میں شمار ہوتے تھے، ان کے اجداد کا تعلق سلسلہ کبرویہ سے تھا[۱۶] خواجہ محمد قاسم کا انتقال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء کو ہوا۔[۱۷]

خواجہ محمد ہاشم کشمی تلاش شیخ میں ہندوستان آئے اور اپنے ہم وطن میر محمد نعمان

---

۱۲ مکتوبات امام ربانی ۳/ دیباچہ مرتب اس مادہ ''نور الخلائق'' میں ہمزہ کی بجائے ی کے دس عدد شمار کئے جائیں تو ۱۰۲۸ھ نکلے گا۔

۱۳ طبقات شاہ جہانی (طبقہ ۱۰ ص ۳۲) مرتبہ محمد اسلم خاں، مطبوعہ دہلی

۱۴ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۶۳۷ـ۶۳۸، نزہۃ الخواطر ۵/ ۲۱۲ـ۲۱۳

۱۵ نسمات القدس بحوالہ نقد عمر ۵۲ ۱۶ زبدۃ المقامات ۱ـ۲، مفتاح العارفین ۲۸ـب

۱۷ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۴۷

بدخشی (ف ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء) کی خدمت میں برہانپور حاضر ہوئے، جو حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے، انہی کی صحبت سے خواجہ کشمی کو حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق ہوا تو میر محمد نعمان کی اجازت اور حضرت کی طلبی پر ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء کو آپ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے۔[۱۸] میر محمد نعمان سے تعلق خاطر کے باعث وہ اپنی نسبت ''نعمانی'' لکھتے تھے [۱۹] اور پھر دو سال تک سفر و حضر میں خواجہ حضرت کے ساتھ رہے [۲۰] جہاں انہیں بہت سے روحانی فوائد حاصل ہوئے۔[۲۱]

میر محمد نعمان کی ایک صاحبزادی جو حضرت خواجہ باقی باللہ کی تربیت یافتہ تھیں کا عقد خواجہ محمد ہاشم سے ہوا، خواجہ محمد ہاشم نے حدیث کی سماعت خواجہ محمد سعید سرہندی (ف ۱۰۷۱ء/ ۱۶۶۱ء) سے کی [۲۲] نیز انہوں نے مولانا عبدالمومن لاہوری کی خدمت میں مشکوٰۃ اور مطول کے کچھ حصے بھی پڑھے تھے۔[۲۳]

حضرت مجدد الف ثانی کی رہائی کے بعد لشکر جہانگیری میں قیام کے دوران خواجہ کشمی آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے [۲۴] موصوف آپ کے آخری سنین حیات میں رجب ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۴ء کو اجازت لے کر اپنے مستقر برہان پور چلے گئے یہ ان کی اپنے شیخ سے آخری ملاقات تھی، اسی ماہ و سال میں آپ نے انہیں حدیث مسلسل اور دیگر کتب کی بھی اجازت دی تھی [۲۵] حضرت کے کئی مکاتیب خواجہ کشمی

---

[۱۸] زبدہ ۳ مکتوبات امام ربانی ۳/ ۱ [۱۹] زبدہ ۳، ۲۳ [۲۰] ایضاً، ۳ [۲۱] ایضاً، ۱۹

[۲۲] ایضاً، ۱۳۰ [۲۳] ۳ [۲۴] ایضاً، ۳۹۸ زبدہ ۳۲۲، [۲۵] ایضاً

کے نام ہی ۲۶ انہیں حضرت کے صاحبزادگان کا کامل اعتماد حاصل تھا، وہ انہیں خانوادے کا ''محرم'' جانتے تھے۔ ۲۷

خواجہ محمد ہاشم کشمی کے سال وفات میں اختلاف ہے، خواجہ محمد صادق ہمدانی ۲۸ اور میر عبدالفتاح بدخشی ۲۹ نے ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء لکھا ہے، خواجہ کشمی نے رسالہ طریق الوصول ۱۰۴۱ھ کو مکمل کیا، گو وہ اس سنہ میں بقید حیات تھے، ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطہ دیوان ہاشم پر درج قطعہ تاریخ وفات ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ ۳۰

خواجہ محمد ہاشم کے ایک ہی فرزند محمد قاسم تھے۔ ۳۱ خواجہ کشمی کئی کتابوں کے مولف تھے جن میں سے حسب ذیل کتب معلوم ہیں:

---

۲۶ رک مکتوب الیہم کے تراجم (کتاب حاضر)

۲۷ زبدہ ۶۵

۲۸ طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم ص ۲۱)

۲۹ مفتاح العارفین ۲۶۱ ب

۳۰ نقد عمر ۵۲۔۵۳، دیوان ہاشم مخزونہ عجائب گھر، لاہور میں خواجہ کشمی کا سال وصال ۱۰۵۹ھ درج ہے (ایضاً ۵۳) لیکن ہم نے یہ نسخہ دیکھا ہے وہاں تو سال وفات ۱۲۵۹ھ لکھا گیا ہے، یقیناً یہ کسی دوسرے ہاشم کا سال رحلت ہے، اسی طرح اختر محمد خان نے بغیر کسی حوالہ کے خواجہ کشمی کا سال وصال ۱۰۴۵ھ لکھا ہے (جواہر ہاشمیہ ۴۵) جو درست نہیں ہے۔

۳۱ جواہر ہاشمیہ ۱۰۷

خواجہ ہاشم کے رسائل کا ایک خوش خط نسخہ پیر ابو الخیر عبد اللہ جان صاحب پشاور کے کتب خانہ میں ہے جس میں حسب ذیل آٹھ رسائل ہیں:

(۱) حلیہ رسول اللہؐ (۲) طریق الوصول فی شریعۃ الرسولؐ (۳) نسمات القدس (۴) روداد تدوین مکتوبات امام ربانی (۵) مکتوبات خواجہ کشمی (۶) احوال خواجہ قاسم کرمینی (۷) قدر العالی فی اسرار خیر اللیالی (۸) گوہر نامی سر اسرار نام سید الانامی (ﷺ) ۳۲؎ (۹) رسالہ مراۃ الرویۃ، کتابخانہ آصفیہ، حیدر آباد، دکن ۳۳؎ (۱۰) کلیات ہاشم (خطی نسخے مخزونہ عجائب گھر، لاہور، ڈھاکہ یونیورسٹی، انڈیا آفس لائبریری، لندن، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ) (۱۱) صفحات الانوار من مقامات الاخیار۔ ۳۴؎

ان کے علاوہ خواجہ کشمی کی کتاب زبدۃ المقامات جو حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے احوال پر معاصر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، مولف نے یہ کتاب ۱۰۳۷ھ کو تالیف کی اور تا حیات اس میں اضافات کرتے رہے، خواجہ کشمی نے یہ کتاب فرزندان حضرت مجدد الف ثانی کے حکم پر تالیف کی، اس میں مولف نے وہ فوائد اور معارف بھی شامل کیے ہیں جو انہوں نے براہ راست حضرت کی زبان مبارک سے سنے تھے، زبدۃ المقامات کا فارسی متن لکھنو، کانپور، لاہور، اور استنبول سے طبع ہو چکا ہے، اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا تھا۔

خواجہ کشمی کا ایک اور بڑا علمی و روحانی کارنامہ حضرت مجدد الف ثانی کے

۳۲؎ نقد عمر ۴۲۔۵۱ ۳۳؎ فہرست مخطوطات تصوف ۸۶ ۳۴؎ نسمات القدس، نسخہ اسلام آباد ص ۷

مکتوبات کی جلد سوم کی جمع و ترتیب کا کام ہے، جلد ثانی کے بعد عرصہ تک آپ نے مکاتیب تحریر نہیں فرمائے جس کا سبب قلعہ گوالیار میں بادشاہ وقت جہانگیر کے حکم سے آپ کی قید ناحق تھی، رہائی کے بعد جب یہ سلسلہ تحریر و تقریر دوبارہ شروع ہوا تو حضرت کے اولین خلیفہ میر محمد نعمان بدخشی نے خواجہ محمد ہاشم کشمی (جو ان کے ہم وطن، پیر بھائی اور داماد بھی تھے) سے فرمایا کہ تم جلد سوم کی تربیت کا کام انجام دو، انہوں نے یہ کار خیر شروع کر دیا ابھی تقریباً تیس مکاتیب گرامی جمع ہوئے تھے کہ خواجہ کشمی اور میر بدخشی کے مابین بعد پیدا ہو گیا، یہ وہی زمانہ ہے جب میر محمد نعمان بدخشی کو جہانگیر نے حکم دیا تھا کہ وہ برہانپور (دکن) سے دارالحکومت آگرہ آ کر قیام کریں تو میر صاحب برہانپور میں خواجہ کشمی کو اپنا جانشین بنا کر آگرہ چلے گئے تھے، تاہم انہوں نے یہ کام جاری رکھا، یہاں تک کہ خود حضرت مجدد الف ثانی نے خواجہ کشمی کو جلد سوم کی ترتیب و تسوید کا امر فرمایا:

> بعض مکاتیب کہ بعد ازاں بر منصۂ گذارش و صحیفۂ نگارش آمد الامیر النسیب والسید الحسیب قطب زمانہ...... محمد النعمان بن شمس الدین یحیٰ الشہیر بمیر بزرگ البدخشانی سلمہ اللہ وابقاہ کہ از کمل خلفاء بزرگ حضرت ایشانند بامر عالی آنحضرت در صوبہ دکن رہنمای بریہ و مروج ایں طریقہ علیہ اند، التماس نمودند کہ آں لآلی منثورہ را فراہم آوردہ دفینہ جلد ثالث بروی کار آید، باجابت مقرون گشت...... واز غایت رحمت و عنایت آں غریب نواز

این کمترجمع آں مسودات ونقل آں از سواد بہ بیاض ممتاز گردیدو
باتمام جلد ثالث درہماں سال کہ از لفظ ''ثالث'' نیز معین است
سرفراز شد وچوں شمار مکاتیب بصد وسیزدہ رسید کہ موافقت آں
بعدد حروف باقی ہویداست...... بعد ازاں مکتوبی راکہ بتازگی علوم
جدیدہ واسرار غریبہ ظہور یافتہ بود، فرمودند کہ مسکۃ الختام گردد
وچنان شد کہ بالحاق آن تطابق عدد سورِ قرآنی عیان شد...... ۳۵

گویا لفظ ''ثالث'' سے اس جلد کا سال ترتیب ۱۰۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

کارِ تدوین

مکتوبات امام ربانی کی تینوں جلدوں کے دیباچوں میں اس امر کی تفصیل نہیں ملتی کہ مکتوبات کی یہ تین ضخیم جلدیں کیسے مرتب کی گئیں؟ جامعین نے ان کی نقول کہاں سے حاصل کیں؟ کیا سرہند شریف میں مکتوب نگاران کی نقول رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے؟ لیکن ایسا اشارہ مکتوبات یا تذکروں میں کہیں نہیں مل سکا۔

خود حضرت مجدد الف ثانی ان تینوں مجلدات کی تدوین میں محرک کے طور پر نظر آتے ہیں، جس کے نتیجہ کے طور پر مکتوبات کے یہ تین دفاتر آپ کے حین حیات

---

۳۵ مکتوبات امام ربانی ۳/ دیباچہ، رسالہ روداد تدوین مکتوبات امام ربانی ورق ۴۳ب ۴۴۔ا، جلد سوم کی ترتیب کا آغاز خود میر محمد نعمان بدخشی نے کیا تھا، انہوں نے اپنے ایک عریضہ میں دریافت کیا کہ اس جلد کا مدون کون ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ تم سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ۳/۱۲)

(۱۰۲۵ھ، ۱۰۲۸ھ، ۱۰۳۱ھ) مدون ہو کر عالم اسلام میں مشتہر ہوئے تھے۔ خود حضرت مجدد الف ثانی کو ان جلدوں کی ترتیب کے دوران یہ فکر تھی کہ آیا یہ بیانات و مکاشفات تحریر کیے جائیں یا نہ خداوند کریم کی اس پر کیا رضا ہے؟ اس کے اگلے ہی روز آپ کو یہ بشارت ملی کہ تمام تحریری و تقریری علوم ان دفاتر میں داخل کر دیئے جائیں:

> بندگانِ حضرت از غایت انکسار و خشیت در جواب فرمودند ایں ہمہ علوم کہ تبیین و تحریر یافت درآن فکرت و حیرتم کہ آیا مقبول و مرضی بودند یا نہ، آنگاہ خاموش گشتہ مترصد بشارت و اشارت گشتند، فردای آنروز فرمودند کہ روش ندا در دادند و ظاہر ساختند کہ ایں ہمہ علوم کہ نوشتہ بل ہر چہ در گفتگوی تو آمدہ ہمہ مقبول و مرضی است و اشارت بنوشتہای من کردہ فرمودند ایں ہمہ ما گفتہ ایم و بیانِ ما است و دراں وقت ہمہ آں علوم را بنظرِ من نیز داشتند و من بر یک بیک اجمالاً تفصیلاً نظر میکردم سیما در علومی کہ وقتی مرا درآنہا تردّدی بود ہمہ را درآں حکم داخل یافتم۔[۳۶]

آپ اپنے مخلصین کو اپنے مکتوبات کے مطالعہ کی ترغیب دیتے تھے، میر شمس الدین علی خلخالی کو واجب تعالیٰ کے وجود کی حقیقت کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے دفتر ثانی کے ایک مکتوب نمبر ۳ میں اس کی وضاحت کی ہے، تم اس کا مطالعہ کرو۔[۳۷]

---

[۳۶] مکتوبات امام ربانی ۳/ دیباچہ [۳۷] مکتوبات امام ربانی ۳/ ۱۴

اسی طرح قاضی موسیٰ شوجین کو بھی جلد ثانی میں شامل مکتوب نمبر ۲ کی نقل فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔[۳۸]

مولانا اسحٰق بن قاضی موسیٰ شوجین کو اپنے بعض مکاتیب کی نقل کروا کر خود ارسال فرمائی تھی[۳۹] میر مومن بلخی کو خواجہ محمد ہاشم کشمی نے اپنے بعض مکاتیب کی نقل بھیجی تھی۔[۴۰]

ایک مکتوب (بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید) سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے روزانہ کے واقعات (مکشوفات) اور مکتوبات اپنی بیاض میں لکھواتے تھے۔[۴۱] یہی بیاض حضرت کے صاحبزادگان کے پاس بھی رہی، خواجہ محمد ہاشم کشمی نے وہ بیاض دیکھی تھی اور اس میں سے کچھ نقل واقتباس بھی کیا ہے [۴۲] جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں ہے کہ جامعین مکتوبات نے بھی اس بیاض سے استفادہ کیا ہوگا۔

خواجہ حسن برکی کے نام ایک مکتوب سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ متوسلین کے عریضوں کے جوابات اپنی مبارک محفل میں املا کرواتے تھے، خواجہ برکی کا ایک خط آپ نے خواجہ کشمی کو دیا تھا کہ جواب لکھتے وقت پیش کریں لیکن اتفاق سے، وہ خط ان سے گم ہوگیا [۴۳] اس سے یہ قیاس بعید از صواب نہیں ہے کہ آپ کے مکتوبات کی نقول سرہند میں ہی بیشتر اصحاب کے پاس تھیں اور جامعین کا انہیں حاصل کرنا دشوار نہیں تھا۔

---

۳۸ ایضاً ۳/۶۹ ۳۹ ایضاً ۳/۷۰ ۴۰ ایضاً ۳/۹۹ ۴۱ ایضاً ۳/۸۲

۴۲ زبدہ ۳۱۸۔۳۱۹ وبعد ۴۳ مکتوبات ۳/۱۰۵

جامعین نے جو خود اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے، مکتوبات کی تدوین کے دوران یہ اہم کام کیا کہ ہر مکتوب کے آغاز میں اس کا موضوع اور ایسا دوسطری خلاصہ دے دیا کہ مکتوب کا اصل مقصد تحریر واضح ہوگیا، ہمیں تو مکتوبات کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکتوبات کی ترتیب وہی رکھی گئی ہے جس ترتیب زمانی سے وہ تحریر میں آئے تھے، آپ نے اپنے مکتوبات میں اپنے کئی ایسے کشفی نکات سے رجوع فرمایا ہے کہ ہم سے ان کی تحریر کے وقت کشفی سہو ہوا ہے، جو آپ کی عظمت کی روشن دلیل ہے۔

مکتوبات امام ربانی کی پہلی جلد میں شامل پہلے بیس مکاتیب (عرضداشتیں) آپ کے شیخ بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے نام ہیں جو آپ کے حضرت خواجہ سے منسلک ہونے (۱۰۰۸ھ) سے حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) تک پانچ سال میں لکھے گئے، جو احتراماً اس جلد کے آغاز کی زینت بنا دیئے گئے، کیا ان پانچ سالوں میں آپ نے اپنے مریدین یا سائلین کے نام خطوط تحریر نہیں فرمائے؟ آج ہم ان کی نشاندہی سے قاصر ہیں۔

مکتوبات امامِ ربانی کے خطی نسخے

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے دنیا بھر میں بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں لیکن آپ کے حین حیات کا لکھا ہوا کوئی نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہوا۔

ایرانی فہرست سازوں کی کوشش سے پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ۱۷ خطی نسخوں کے وجود کا علم ہو سکا ہے [۱]۔ ان میں سے ۴۷ قلمی نسخے کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں موجود ہیں۔[۲] جن میں سے قدیم ترین نسخہ ۱۰۵۶ھ کا مکتوبہ ہے۔[۳] احمد منزوی نے دنیا میں موجود دس مزید خطی نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے [۴]۔ جن میں قدیم ترین خطی نسخہ ۱۰۶۵ھ کا مکتوبہ ہے۔[۵]

---

[۱] منزوی، احمد فہرست مشترک ۳/ ۲۰۰۱۔ ۲۰۰۸

[۲] محمد حسین تسبیحی: فہرست الفبائی کتابخانہ گنج بخش، مقدمہ مولف ص ۱۹

[۳] فہرست مشترک ۳/ ۲۰۲ آقای دکتور محمد حسین تسبیحی رہا نے فہرست الفبائی میں ایک نسخہ کے کاتب کا نام یار محمد جدید بدخشی طالقانی لکھا ہے (۷۴۷) اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ۱۲ھ کا مکتوبہ ہے، یہاں ڈاکٹر تسبیحی کو سہو صریح ہوا ہے انہوں نے مکتوبات کی جلد اول کے جامع شیخ یار محمد جدید کو اس کا کاتب سمجھ لیا ہے، ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب نے یہ نسخہ دیکھ کر مجھے اس کی تفصیل بتائی ہے

[۴] منزوی، احمد: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۲/ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶

[۵] نوشاہی، عارف، فہرست موزہ ملی ۴۷۴

مکتوبات کا ایک خاص قلمی نسخہ خانقاہِ نقشبندیہ قلعہ جواد کابل میں تھا، اس کی خوبی یہ ہے اس کے آخر میں ایک ورق پر اس امر کی تصریح کی گئی تھی کہ یہ وہ نسخہ ہے جس کی تصحیح خود حضرت خواجہ محمد معصوم نے کی ہے اور جا بجا حواشی بھی لکھے ہوئے تھے، افسوس کہ ۱۹۷۷ء کے روسی انقلاب افغانستان کے دوران جب یہ مبارک خانقاہ مسمار کی گئی تو کتابخانہ منتشر ہو گیا، جس میں یہ نادر الوجود خطی نسخہ بھی تھا، معلوم نہیں کہ یہ نسخہ اب کہاں اور کس کے پاس ہے؟ ۱۹۷۶ء کے سفر افغانستان کے دوران حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم شہید نے اس کی زیارت کروائی اور اس کے چند اوراق کا عکس عنایت فرمایا تھا جو ہماری مرتبہ کتاب مقامات معصومی کے آخر میں طبع ہو چکے ہیں۔

اگر ہندوستان، افغانستان اور وسطی ایشیاء کے کتب خانوں کی موضوعی اور مشترک فہرستیں مرتب کی جائیں تو مکتوبات امام ربانی کے بہت سے مزید خطی نسخے بھی سامنے آئیں گے کیوں کہ ان علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ کا اثر و نفوذ بہت زیادہ تھا۔ بہر حال مکتوبات کے بکثرت نسخے دستیاب ہونے کا مفہوم واضح ہے کہ یہ مجموعے اہل علم و عرفان کے ہاں خاصے متداول اور مقبول تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور رسائل کا ایک مجموعہ بصورت کلیات مکتوبہ ۱۰۷۹ھ اورینٹل انسٹی ٹیوٹ لائبریری تاشقند میں ہے، ہمارا خیال ہے کہ شاہ بخارا نے حضرات سرہند سے جب حضرت کی تحریرات بھیجنے کے لیے کہا تھا[۶] تو یہ نسخہ تیار کیا

---

[۶] روضۃ القیومیہ ۲/

گیا، ہمارے نزدیک یہ وہی نسخہ ہے جو سرہند میں تیار کر کے بھیجا گیا تھا، اسی سنہ کا مکتوبہ ایک نسخہ (جلد دوم) کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے۔ ۷

مکتوبات امام ربانی کے مختلف ایڈیشن

۱۔ دہلی، مطبع احمدی ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء ہر سہ دفتر کامل

۲۔ دہلی، مطبع مرتضوی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء ہر سہ دفتر کامل

۳۔ لکھنو، مطبع نولکشور ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء ہر سہ دفتر کامل

۴۔ لکھنو، مطبع نولکشور ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء ہر سہ دفتر کامل

۵۔ لکھنو، مطبع نولکشور ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء ہر سہ دفتر کامل

۶۔ کانپور، مطبع نولکشور ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء ہر سہ دفتر کامل

۷۔ کانپور، مطبع نولکشور ۱۳۱۸ھ/۱۸۹۶ء ہر سہ دفتر کامل

۸۔ کانپور، مطبع نولکشور ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۱ء ہر سہ دفتر کامل

۹۔ امرتسر، مطبع مجددی ۲۷۔۱۳۳۴ھ/۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۶ء ہر سہ دفتر، تجدید چاپ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء بہ تصحیح وحواشی نور احمد امرتسری

۱۰۔ لکھنو، مطبع نولکشور ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء

۱۱۔ لاہور، نور کمپنی مرتبہ نور احمد امرتسری ومقدمہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء

---

۷ فہرست مشترک ۳/۲۰۰۲ء

۱۲۔ کراچی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، مرتبہ نور احمد امرتسری، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء (عکسی اشاعت از امرتسر)

۱۳۔ لاہور، روف اکیڈیمی مرتبہ نور احمد امرتسری ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۱۴۔ پشاور، یونیورسٹی بک ڈپو مرتبہ نور احمد امرتسری ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

۱۵۔ کوئٹہ، مکتبہ القدس، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء مرتبہ نور احمد امرتسری

۱۶۔ استنبول، ایشیق کتابوی، مرتبہ نور احمد امرتسری چاپ عکس از طبع امرتسر (کئی ایڈیشن)

۱۷۔ گجرات (پاکستان) از روی چاپ استنبول با اردو ترجمہ از سید زوار حسین، مع تخریج احادیث از محمد بابر بیگ مطالی (دفتر اول ، حصہ اول)، دفتر اول ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔[۵]

۱۸۔ مکتوبات امام ربانی ، مقدمہ، تصحیح و تعلیق محمد ایوب گنجی ، زاہدان، انتشارات صدیقی ۱۳۸۳ء

یہ خوبصورت فارسی ٹائپ میں طبع ہوا ہے، جلد اول مولانا نور احمد امرتسری کے مرتبہ نسخہ پر مبنی ہے، جلد دوم وسوم غیر مصحح ہے۔

---

[۵] ماخوذ از نوشاہی، عارف: کتاب شناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ ۱/۲۶۹۔۲۷۰

مکتوبات امام ربانی کے تراجم

عربی تراجم

۱۔ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ/) کے حرمین الشریفین پہنچنے (۲۰۵۲ھ/) سے پہلے وہاں حضرت مجدد الف ثانی کے بعض منتخب مکتوبات کا عربی ترجمہ ہو چکا تھا اور اس کے مطالب وہاں کے علماء میں زیر بحث تھے، جب شیخ وہاں پہنچے تو علماء وصوفیہ کے ساتھ حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدیہ کی افضلیت پر بحثیں ہوئیں۔[9]

۲۔ عربی ترجمہ از شیخ محمد مراد بخاری شامی (۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء)

۳۔ چند مکتوبات کا عربی ترجمہ، مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کتابت حدود ۱۱۰۰ھ

۴۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ مترجم شیخ یونس نقشبندی۔[10]

۵۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی مترجم نامعلوم............

یہ دونوں عربی تراجم محکمہ اوقاف بغداد کے کتب خانہ میں ہیں۔[11]

۶۔ الدرر المکنونات النفیسہ مترجم شیخ محمد مراد بن عبداللہ قازانی مکی (ف ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء)

یہ کامل تین دفاتر کا عربی ترجمہ ہے، اس کے مترجم مدینہ منورہ کی رباط مظہر کے

---

۹ محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین

۱۰، ۱۱ اطلس، محمد اسعد: الکشاف عن خزائن الاوقاف ۱۳۶/ ۱۴۸

بانی شیخ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید مجددی سے بیعت تھے ان کے وصال کے بعد شیخ محمد صالح زواوی کی صحبت میں رہے، پھر اپنے وطن قازان چلے گئے (قازان اس وقت آزاد ریاست تاتارستان کا صدر مقام ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے) شیخ محمد مراد قازانی نے مکتوبات کے علاوہ رشحات کا بھی عربی ترجمہ کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے، موصوف ایک سفر کے دوران لاہور اور امرتسر میں مقیم رہے تھے (خاتمہ ترجمہ مکتوبات) ان کے حالات عربی کتب تراجم بھی ملتے ہیں۔[۱۲]

موصوف تقریباً چالیس سال حرمین الشریفین میں رہنے کے بعد پہلی جنگ عظیم کے بعد شمالی چین چلے گئے وہاں ایک گاؤں ''جوکا چک'' میں مقیم رہ کر فوت ہوئے۔[۱۳]

یہ کامل عربی ترجمہ پہلے مکہ مکرمہ میں ۱۳۱۷ھ کو طبع ہوا، اس کی عکسی نقول استنبول سے بھی شائع ہوئیں، یہی ترجمہ جدید عربی ٹائپ میں دارالکتب العلمیہ، بیروت سے تین جلدوں میں ۲۰۰۴ء کو چھپا، جس میں تخریج کا کام مصطفیٰ حسنین عبدالہادی نے کیا، یہی ترجمہ مکتبۃ النیل، قاھرہ سے بھی طبع کیا گیا، استنبول سے یہی ترجمہ کل نشریات بھی مع فہارس شائع کیا۔

ترکی تراجم

۱۔ مستقیم زادہ سعدالدین سلیمان[۱۴] (ف ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء) مرید شیخ محمد امین

---

[۱۲] کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین ۱۲/۱۱، زرکلی: الاعلام، ۳۱۴/۷ [۱۳] مرعشلی، یوسف: نثر الجواہر والدرر ۱۴۷۹/۲ [۱۴] مستقیم زادہ کے حالات کے ملاحظہ ہو: تحفۃ الخطاطین، مقدمہ،

Simsek, Halil Ibrahim : Naksbandi- Muceddidilik pp. 175-181

دقاتوی خلیفہ شیخ احمد یکدست گوریانی خلیفہ خواجہ محمد معصوم سرہندی نے مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات معصومیہ کے ترکی زبان میں ترجمے کئے جو شائع ہو چکے ہیں۔[۱۵]

۲۔ ایک اور ترکی ترجمہ بھی ہے جو غالباً مذکورہ ترجمہ کے بعد کیا گیا ہے، مکتوبات کے عربی مترجم شیخ محمد مراد قازانی نے اپنے ابتدائیہ میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی تفصیل نہیں دی۔

۳۔ ترکی ترجمہ از آقای حسین حلمی ایشیق، متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔

۴۔ اس وقت ترکی میں مکتوبات کے کئی جدید ترجمے دستیاب ہیں۔

اردو تراجم

۱۔ الطاف رحمانی ترجمہ مکتوبات امام ربانی مترجم محمد حسین بن قادر بخش، راولپنڈی ۱۳۱۴ھ یہ ابتدائی چند مکاتیب کا ترجمہ ہے۔

۲۔ گنجینہ انوار رحمانی، لاہور، ۱۳۳۰ھ (ابتدائی چالیس مکاتیب کا ترجمہ)

۳۔ ترجمہ از مولوی عبدالرحیم، نائب مدیر اخبار وکیل، امرتسر ۱۳۳۰ھ (ابتدائی چند مکاتیب کا ترجمہ)

۴۔ ترجمہ از مولوی قاضی عالم الدین خلیفہ حافظ عبدالکریمؒ، لاہور کشمیری بازار، یہ پہلا مکمل اردو ترجمہ ہے۔

---

[۱۵] مکتوبات امام ربانی ترکی ترجمہ برسم الخط عثمانی، مطبوعہ استنبول ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ تجدید چاپ از مکتبۃ الحمودیہ استنبول

۵۔ ترجمہ از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، کراچی ۱۹۷۳ء تین جلد کامل

۶۔ ترجمہ از مولانا سید زوار حسین شاہ، کراچی (چار جلدیں مکمل) ۱۹۹۳ء

ملخصات اردو

۱۔ درلا ثانی، از ہدایت علی نقشبندی جے پوری، تین جلدوں کی تلخیص، کئی مرتبہ طبع ہوئی۔

۲۔ تجلیات ربانی تلخیص مکتوبات امام ربانی از نسیم احمد فریدی امروہوی، لکھنو، لاہور۔

۳۔ فیض البرکات من عین المکتوبات از محمد عبداللہ جان مجددی معروف بہ شاہ آغا لاہور۔ (س۔ن)

یہ مکتوبات امام ربانی کی موضوعی ترتیب ہے، جس میں اس کے بزرگ مرتب نے چند عنوانات قائم کر کے مکتوبات کے اقتباسات جمع کر دیئے ہیں اور یہ فارسی زبان میں ہے۔

۴۔ انتخاب مکتوبات، مرتبہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، مع انگریزی مقدمہ، لاہور، اقبال اکاڈیمی۔

انگریزی تراجم وملخصات

۱۔ آقای حسین حلمی ایشیق نے اس کا ملخص انگریزی ترجمہ Emdless Bliss کے نام سے کیا تھا جو استنبول سے ۱۹۷۲ء و بہ بعد طبع ہو رہا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری نے تصوف اور شریعت کے موضوع پر مکتوبات امام ربانی میں جو نکات درج ہوئے ہیں ان کی تخریج و تحقیق کی ہے جس کا نام ہے۔

Safism and Shariah (A stndy of Sh.Ahmed Sirhindi's effort to reform sufism, London, 1986)

۳۔ شریعت اور تصوف کے نام سے دو جلدوں میں اس کا اردو ترجمہ بھی دہلی سے چھپ چکا ہے، انگریزی ترجمہ از پروفیسر شیخ وجیہ الدین، ابھی تک اس کی پہلی دو جلدیں ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہیں، یہ ترجمہ بڑی خوبیوں کا حامل ہے، اس میں اصطلاحات تصوف کو بڑی مہارت کے ساتھ انگریزی منتقل کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی رومن حروف میں اصطلاح بھی قائم رکھی ہے، ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، لیکن اس کی اب تک صرف دو جلدیں نہایت آب و تاب سے طبع ہوئی ہے، لاہور، نقشبندیہ فاونڈیشن ۲۰۰۰)

۴۔ انگریزی ترجمہ از منیر احمد مغل، مکتوبات کے ابتدائی حصے کا یہ ترجمہ رسالہ نور اسلام، شرقپور کے پچاس سالہ گولڈن جوبلی میں طبع ہوا ہے۔

۵۔ آرتھر بیولر (Arthar F.Buehler) نے فقہی مسائل کا حل تصوف میں کے موضوع پر ایک عمدہ تلخیص مفید حواشی کے ساتھ مرتب کی ہے، جس کا عنوان اس طرح ہے:

Revealed-Grace (The Juristic sufism of Ahmad Sirhindi, Canada, FonsVitae, 2011

مکتوبات امام ربانی کی شروح

مفتی محمد باقر لاہوری (ف حدود ۱۱۰۹ھ/۱۶۹۷ء) اس سلسلہ کی پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے مکتوبات پر علمی کام کیا ان کی کتاب کنز الہدایات قابل ذکر ہے، شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی کی مکتوبات پر دو کتابیں بھی ہیں لیکن ان کے خطی نسخے ناپید ہیں [۱۶] دیگر شروح کا مختصر تعارف کروایا جارہا ہے۔

۱۔ شرح مکتوبات مولفہ مولانا میر عرب شاہ

ہم مولف کے حالات سے واقف نہیں ہیں، انہوں نے آغاز کتاب میں اس شرح کا سال تالیف ۱۱۷۳ھ لکھا ہے یہ کتاب ہمیں پوری نہیں مل سکی، بلکہ دفتر ثالث کے چند مکاتیب کی شرح ہے جس کا خطی نسخہ نیشنل میوزیم، کراچی میں ہے۔ [۱۷]

۲۔ ضیاء المقدمات لمطالعۃ المکتوبات

مولفہ مولانا ضیاء الدین بن وزیرا چکزئی فراہی ،اس کے مولف کی ولادت قریہ شیوان (من مضافات فراہ سیستان، افغانستان) میں ۱۲۸۷ھ کو ہوئی، ہرات میں تعلیم حاصل کی قندھار جا کر تکمیل کی، کئی درسی کتب پر حواشی بھی لکھے، ضیاء المقدمات مکتوبات کی کوئی مکمل شرح نہیں ہے بلکہ بعض مغلق اور دقیق مکاتیب کی توضیحات کی گئی ہیں۔

البتہ مکتوبات میں شامل اصطلاحات کی شرح مفصل بیان کی ہے، مولف کی تشریحات بالکل سادہ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے دوران مآخذ و

---

[۱۶] لطائف المدینہ [۱۷] نوشاہی، عارف: فہرست نسخہ ہای خطی، موزۂ ملی ص ۳۷۴

مراجع انتہائی کم تھے، صاحبزادگان کے مکاتیب کے مجموعوں تک سے مولف واقف نہیں ہیں، انہوں نے افغانستان کے ایک دور افتادہ قریہ عالمگیر (من مضافات قلعہ گرشک، قندھار) میں بیٹھ کر یہ شرح لکھی ہے، اس کا ایک خطی نسخہ بخط مولف کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۱۰۵۶۶) میں ہے۔

ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات

یہ بھی مولانا ضیاء الدین اچکزئی کی تالیف ہے، یہ مکتوبات امام ربانی کے تینوں دفاتر کا بین السطور اردو ترجمہ ہے اور کہیں کہیں تشریحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خطی نسخہ مولف کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نوزاد (قندھار) کے پاس ہے [۱۸] چند سال پہلے یہی نسخہ لاہور کے ایک تاجر کتب کے پاس بغیر اشاعت لایا گیا تھا لیکن ضخامت زیادہ ہونے کے باعث طبع نہیں ہو سکا۔

شرح مکتوبات قدسی آیات

مولفہ مولوی نصر اللہ ہوتکی (ولادت ۱۸۹۸ء وفات حدود ۱۹۷۸ء)

اس کے مولف ایک بزرگ عالم تھے گذشتہ روسی حملہ پر افغانستان جس میں ہمارے مشائخ مجددیہ کو روسیوں نے شہید کر دیا تھا، اس میں بزرگ مولف بھی لا پتہ ہو گئے، اس شرح کے کئی حصے طبع ہو چکے ہیں، شارح حضرت نور المشائخ فضل عمر مجددی معروف بہ ملا شور بازار کابل کی موجودگی میں یہ شرح بیان فرماتے تھے، اس کی خوبی یہ

---

[۱۸] اس کا قلمی نسخہ اب کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے۔ (شمارہ 10566)

ہے کہ شارح نے حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادگان اور پوتوں کے مجموعہ ہای مکاتیب سے بھرپور استفادہ کیا ہے، شرح کے دوران جابجا ان سے نقل و اقتباس کیا ہے۔ افسوس کہ یہ عظیم الشان علمی وروحانی کارنامہ افغانستان کے خونین انقلاب کے باعث ادھورا رہ گیا۔

مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت

یہ کتاب ڈاکٹر سراج احمد خان بن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، جو سات ابواب پر مشتمل ہے لیکن مکتوبات کے حوالے سے اس میں صرف دو باب ہیں پنجم مکتوبات کی دینی اہمیت، ششم مکتوبات کی معاشرتی اہمیت، مولف نے مکتوبات میں سے ان عنوانات کے تحت چند اقتباسات جمع کر کے ان کا ترجمہ دے دیا ہے، نہ ان پر کوئی حواشی ہیں اور نہ مباحث، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء

البینات شرح مکتوبات

شارح مولانا ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی (۱۹۴۳۔۲۰۰۲ء) یہ اردو میں پہلی شرح ہے۔

حضرت شارح ایک عالم دین، مبلغ اور کئی کتابوں کے مولف تھے، زبان و بیان پر خوب فوقیت رکھنے کے باعث ''ابوالبیان'' لقب تھا، خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی (آلومہا، سیالکوٹ) سے خلافت تھی، ان گنت اصحاب نے ان سے ظاہری و باطنی فیض پایا، آپ نے ۱۹۸۹ء کو مکتوبات امام ربانی کی شرح کا آغاز فرمایا، باقاعدہ درس کا

سلسلہ بھی اپنے مرکز جامع مسجد نقشبندیہ، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ، پاکستان میں شروع کیا اور اپنے رسالہ ماہنامہ دعوت تنظیم السلام میں اس شرح کو قسط وار چھاپنا شروع کیا، اس کے بعد ۲۰۰۲ء کو اس کی پہلی جلد تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ سے شائع ہوئی اور وقفہ وقفہ سے اس کی چار جلدیں ۲۰۱۰ء تک طبع ہو چکی ہیں جن میں مکتوبات کی تعداد ۲۱۵ ہے۔ پانچویں جلد زیر طبع ہے، اس عظیم اور ضخیم اردو شرح پر راقم بے بضاعت کو ایک مفصل مقدمہ لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

مکتوبات کے فہم و تفہیم کے لئے حضرات مجددیہ کی کوششیں

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی میں شامل بعض دقیق مسائل کو سمجھنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی میں ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، خود آپ کے کئی اصحاب نے بعض مطالب کی تشریح کی درخواست کی تھی، جن کے جواب خود صاحب مکتوبات نے تحریر کئے تھے، پھر آپ کے حین حیات آپ کے کلام پر بعض حاسدین اور کم فہم اصحاب نے اعتراضات شروع کئے تو آپ نے ان کے مدلل جواب مرحمت فرمائے، حضرت القدس کے معاصر مولف نے پورا باب آپ کی بعض دقیق تحریرات کی تشریح کے لیے وقف کیا ہے۔[19]

فہم و تفہیم کی یہ کوششیں آپ کے وصال (۱۰۳۴ھ) کے بعد بھی جاری رہیں، آپ کے صاحبزادگان کے مکتوبات کے مجموعوں میں جا بجا ایسے مغلق مقامات کی تشریح

[19] حضرات القدس ۲/۱۱۳-۱۴۳

کی گئی ہے کہ ان کے بغیر مکتوبات کو سمجھنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔

آپ کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد سعید (ف ۱۰۷۱ھ) نے اپنے مکتوبات میں کئی مقامات پر آپ کے کلام کی توضیحات پیش کی ہیں [۲۰] اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ/) نے بھی اپنے مجموعہ مکاتیب میں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں بڑے اہتمام سے مکتوبات و معارف حضرت مجدد الف ثانی کی تشریحات پیش کی ہیں۔[۲۱]

اسی طرح ان دونوں صاحبزادوں کے فرزندان گرامی نے بھی اپنے اپنے مکاتیب کے مجموعوں میں یہی اہتمام کیا ہے، شیخ عبدالاحد وحدت بن خواجہ محمد سعید کے

---

۲۰ مثلاً مکتوب ۱۲/۶ وحدت الشہود کے بیان میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تشریح، ۱۴/۶ کرامات کا بیان، ۲۶/۱۰ مرض موت میں مجہول کیفیت کا واضح ہونا، ۲۸/۲۳ رع شبہات برکلام حضرت مجدد الف ثانی، ۲۹/۲۴ معارف حضرت مجدد کا بیان، ۳۲/۲۸ بشارات بسلسلہ قطب...... ۳/۳۱ وحدت الوجود...... ۱۱۲/۵۷ تشریح مکتوب حضرت مجدد الف ثانی ۱۲۷/۶۸ حقیقت کعبہ کا بیان۔ صرف چند اشارات ملاحظہ ہوں مکتوبات معصومیہ (ص 12 دیکھیں)

۲۱ (تحقیق زوال عین واثر) ۱۱۹ (تحقیق عبارت رسالہ مبداء و معاد) ۳۸/۳ (فنا و بقا کی بحث) ۴۷ (آپ کی نسبت ہزار سال کے بعد منصۂ شہود پر آئی......) ۹۲ (حل شبہات برکلام حضرت مجدد الف ثانی) ۱۳۲ (تجلی ذاتی برقی...... نزد حضرت مجدد الف ثانی تجلی ذات نیست) ۱۵۰ (معاملات مخصوصہ حضرت مجدد الف ثانی ۱۵۵ (حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب ۲/۰۷ کی شرح ۹۸ (خلقت حضرت مجدد الف ثانی از بقیہ طینت نبی اکرم ﷺ)

مکتوبات گلشن وحدت، حجۃ اللہ محمد نقشبندی نقشبندی ثانی (ف ۱۱۱۵ھ) بن خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول ﷺ، مروج الشریعت محمد عبید اللہ (ف ۱۰۸۳ھ) کے مکتوبات خزینۃ المعارف، اور خواجہ سیف الدین (ف ۱۰۹۶ھ) کے مکتوبات سیفیہ میں بھی مکتوبات امام ربانی کے بعض مشکل مقامات کی تشریحات ملتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے دونوں صاحبزادے خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم بڑے اہتمام کے ساتھ مکتوبات کا درس دیتے تھے، درس کی مجلس میں خواجہ محمد سعید خاموش بیٹھتے اور صرف سماعت کرتے تھے جبکہ خواجہ محمد معصوم مکتوبات کی شرح بیان کرتے تھے۔ خواجہ محمد معصوم کے داماد شیخ محمد فضل اللہ کی روایت ہے کہ خواجہ محمد سعید درس کے دوران حضرت مجدد الف ثانی کے فیض باطن سے فیض یاب ہوتے تھے اور وہی فیض آپ سامعین کے قلوب پر القا فرماتے تھے، لیکن خواجہ محمد معصوم کا درس کے دوران باقاعدہ تقریر کرنا مفسرین اور محدثین کا اتباع تھا۔[۲۲]

ایک اور معاصر تذکرہ نویس شیخ محمد امین بدخشی جو خواجہ محمد معصوم کے مرید اور شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کے خلیفہ تھے، بیان کرتے ہیں کہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور مکتوبات خواجہ محمد معصوم کا مدرسہ سرہند میں درس دیا جاتا ہے۔[۲۳]

---

[۲۲] صفر احمد معصومی: مقامات معصومی ۳/۳۷۹۔۳۸۰

[۲۳] نتائج الحرمین جلد سوم خطی نسخہ مخزونہ انڈیا آفس لائبریری، لندن نمبر ۶۵۲

حضرت خواجہ محمد معصوم کے بعض بزرگ خلفاء بھی مکتوبات امام ربانی کا درس دیتے تھے، چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں:

آپ کے نامور خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری (ف حدود ۱۱۰۹ھ) جو عالم، مفسر اور لاہور کے مفتی بھی تھے۔[۲۴] حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات بخوبی سمجھتے تھے اور ان کے مطالب پر عبور کامل رکھتے تھے، اسی لیے خواجہ سیف الدین نے انہیں اس امر کی دعوت دی کہ تم طالبوں کو مکتوبات امام ربانی کی فہم و تفہیم میں مدد کرو۔[۲۵]

مفتی محمد باقر لاہوری اس حوزہ علمیہ کی پہلی بزرگ شخصیت ہیں جنہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مطالب کے لیے کتابی صورت میں کاوش کی اور ۱۰۸۰ھ کو کنز الہدایات کے نام سے مکتوبات امام ربانی، مکتوبات معصومیہ اور رسالہ مبدأ و معاد کی عبارات کو موضوعی ترتیب سے یکجا کیا[۲۶] اس کتاب کے عربی میں تراجم بھی

---

[۲۴] مفتی محمد باقر لاہوری، حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلفاء میں بہت بلند مرتبہ کی مالک شخصیت تھے، آپ نے انہیں خلافت ہی صرف اورنگ زیب عالمگیر کی تعلیم و تربیت کے لیے دی تھی اور موصوف مرکز میں اورنگ کے ساتھ رہ کر احیائے دین اور ترویج شریعت کے لیے کوشاں رہتے تھے، اس سلسلہ میں بادشاہ کی حمایت حاصل کر کے تقویت دین متین کا باعث بنے تھے، ان کی تالیفات میں منتہی الایجاز لکشف الاعجاز (تفسیر بزبان عربی)، حاشیہ قرآن مجید، شمائل نبویؐ، دام حق اور کنز الہدایات قابل ذکر ہیں۔ آپ کو اورنگ نے لاہور کا مفتی مقرر کیا تھا (مقامات معصومی ۲۵۲/۳۔۲۵۵، ۳۳۶/۴۔۳۳۹

[۲۵] سیف الدین، خواجہ: مکتوبات ۱۴۱/ ۱۶۸ [۲۶] کنز الہدایات، دیباچہ، طبع امرتسر۔

ہو چکے ہیں ایک ترجمہ شیخ محمد باقر بن محمد جعفر حنفی دہلوی نے کیا جس کا خطی نسخہ رباط مظہر، مدینہ منورہ میں ہے، دوسرا عربی ترجمہ حرز العنایات ترجمہ کنز الہدایات مترجم محمد حفظی آفندی، قلمی نسخہ مخزونہ کتب خانہ سلیمانیہ، استنبول، ترکی میں ہے۔[27]

مفتی محمد باقر لاہوری کے بھائی ملا محمد امین حافظ آبادی[28] بھی مکتوبات امام ربانی کے ماہرین میں شمار کئے جاتے تھے، انہیں ان کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا درک تھا کہ انہوں نے حضرت خواجہ سیف الدین سے ''مکتوب خوان'' کا خطاب پایا تھا۔[29] گویا ملا محمد امین حضرات مجددیہ کی محفل درس مکتوبات میں مکتوبات کے قراءت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے معروف خلیفہ حاجی حبیب اللہ حصاری بخاری (ف حدود ۱۱۱۰ھ) کا تو شیوۂ مرضیہ ہی مکتوبات امام ربانی پر عمل کرنا اور مکتوبات کے درس و تدریس کا انہوں نے ایسا اہتمام کیا تھا کہ اس کا عشر عشیر بھی ہندوستان میں نہیں تھا۔[30]

---

[27] حرز العنایات مرتبہ امین اللہ وثیر مشمولہ مجلّہ جامع اسلامیہ، بہاولپور، جنوری۔اپریل ۱۹۷۵ء

[28] ملا محمد امین حافظ آبادی، مفتی محمد باقر لاہوری کے حقیقی بھائی تھے، سلوک کی ابتدائی تعلیم کا آغاز مفتی محمد باقر کی خدمت میں کیا اور خلافت حضرت خواجہ محمد معصوم سے حاصل کی۔ ان کے نام حضرت خواجہ کے چار مکاتیب ہیں (۲/۱۱۶، ۱۵۵، ۳/۱۰۲، ۱۹۶) حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے بعد انہوں نے خواجہ سیف الدین سے منسلک ہو کر اس کارِ دعوت و عزیمت میں حصہ لیا (مقامات معصومی ۴/۳۹۹۔۴۰۲)

[29] ایضاً ۳/۴۹۰ [30] ایضاً ۳/۴۶۷

حضرت خواجہ کے ایک اور خلیفہ نامدار شیخ محمد مراد شامی استنبولی (ف ۱۱۳۲ھ) شام میں مکتوبات امام ربانی کا درس دیتے تھے بلکہ انہوں نے مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات معصومیہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تھا[۳۱] شیخ محمد مراد معصومی کے مکتوبات امام ربانی کے درس کے اہتمام اور اس کے عربی ترجمہ کے دیار عرب اور ترکی میں خوش گوار اثرات مرتب ہوئے، نہ صرف اہل عرب اس طریقہ کی حقانیت سے آگاہ ہوئے بلکہ ترک بھی اُس کی عظمت کے معترف ہوگئے، ان کے بعض معاصرین نے مکتوبات کے ترکی زبان میں بھی ترجمے کیے۔[۳۲]

میر سعد اللہ بھٹی کوئی بن ملا موسیٰ ساکن بھٹی کوٹ (من مضافات جلال آباد، افغانستان) خواجہ محمد زبیر سرہندی کے خلیفہ تھے اور مکتوبات کا درس بڑی متانت سے دیتے تھے۔[۳۳]

خواجہ محمد معصوم کے ایک اور خلیفہ حافظ محسن سیالکوٹی بھی مکتوبات کا درس دیتے تھے[۳۴] خود خواجہ محمد زبیر سرہندی نے اپنے قیام لاہور (۱۱۱۹ھ) کے دوران مکتوبات کا درس شروع کیا، موصوف اپنی باطنی توجہ سے اس کے مطالب سامعین ہر القاء کرتے تھے۔[۳۵]

---

[۳۱] ایضاً ۳/۴۶۹ [۳۲] تفصیل آگے آرہی ہے۔ [۳۳] مقامات معصومی ۳/۴۶۱
[۳۴] ایضاً ۳/۴۹۳ [۳۵] روضۃ القیومیہ ۲/۴۲

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی
کے مکتوب الیہم کے تراجم

(ضمیمۂ مکتوبات امام ربّانی)

تالیف

محمد اقبال مجددی

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی
کے مکتوب الیھم کے تراجم

ا۔ ابراھیم قبادیانی، خواجہ ۲۳/۳

ان کے احوال نہیں ملتے

۲۔ ابراھیم، ملا ۳۸/۳

تاریخ محمدی ۱۶/۶/۲ اور نزھۃ الخواطر ۴/۵ میں جن شیخ ابراھیم بن داوٗد ابوالمکارم قادری مانکپوری کا تذکرہ ہے ان کا انتقال ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء کو ہو گیا تھا، اس وقت حضرت مجدد الف ثانی کی عمر صرف تیس (۳۰) سال کی تھی اور آپ کا روحانی عروج بھی نہیں ہوا تھا، لہٰذا یہ کوئی دوسری شخصیت ہیں۔

۳۔ ابوالحسن بہابدخشی کشمی ۹۲/۲

ان کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

۴۔ ابوالقاسم، خواجہ، امکنگی، مخدوم زادہ (خواجہ محمد قاسم)

۱۶۸/۱، ۱۸۰

خواجہ ابوالقاسم، حضرت خواجہ باقی باللہ دھلوی کے مرشد مولانا خواجہ خواجگی امکنگی (ف ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء) کے فرزند و جانشین تھے، ۱۰۲۲ء/ ۱۶۱۳ء کو فوت ہوئے

امکنہ (من مضافات سمرقند) میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے (نسمات القدس ۱۴۸۔الف) مخدوم زادہ ابوالقاسم کے نام حضرت خواجہ باقی باللہ کا مکتوب بھی ہے (مکتوبات مشمولہ کلیات خواجہ باقی باللہ نمبر ۷ ص ۷۷)

۵۔خواجہ ابوالمکارم، خواجہ ۳/۱۱۶

خواجہ ابوالمکارم، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی جلد ثالث کی ترتیب (۱۰۳۱ھ) سے چند سال پہلے خدمت گرامی میں حاضر ہوئے (۳/۹۹)، اس لئے انہیں حاجی ابراہیم بن داؤد مکی بہ ابو المکارم مانک پوری اکبر آبادی (ف ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۶۔احمد بجواڑی، سید ۱/۹۵، ۱۰۸

بجواڑہ، پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کا ایک قصبہ ہے (امپیریل گزیٹیر آف انڈیا ۶/۲۲۰۔۲۲۱)

سید احمد بن محمد الیاس حسینی سون غرغشتی بجواڑی، علماء میں سے تھے، اپنے والد اور شیخ الہداد لاہوری سے تحصیل علم کی، اپنے والد کے جانشین ہوئے، ان کے بکثرت مرید تھے، جہانگیر بادشاہ کو ان سے بغاوت کا خطرہ محسوس ہوا تو دربار میں طلب کر لیا، آداب شاہی بجا نہ لانے پر قلع گولیار میں قید کر دیئے گئے، جہاں تین سال تک محبوس رہے، خان جہان لودھی کی درخواست پر رہائی ملی، ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء کو مانڈو (مضافات گجرات) میں محمد غوثی شطاری سے ملاقات ہوئی، وحدت الوجود کا نظریہ رکھنے کے

باوجود شیخ علاء الدولہ سمنانی (ف ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء) سے عقیدت رکھتے تھے (گلزار ابرار ۴۸۶۔۴۹۰) محمد صادق ہمدانی کشمیری (ف ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) کی بھی سید احمد سے ملاقات ہوئی تھی، سید احمد بجواڑی حدود ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ء کو فوت ہوئے۔

(طبقات شاہ جہانی ۹/۱۶)

۷۔احمد برکی، شیخ ملا ۲۳۹/۱، ۲۵۰، ۲۵۴، ۲۷۴، ۲۷۵، ۱۴/۲، ۶۱، ۷۷، ۱۰۵/۳

شیخ احمد برکی، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے تھے، ان کا مولد افغانستان کا قصبہ واد ہے، ان کے والد وہاں سے کانکریت (برک) جا بسے، ایک تاجر حضرت مجدد الف ثانی کے چند مکتوبات کی نقل اپنے ہمراہ لایا جن کا شیخ احمد نے مطالعہ کیا تو بہت محظوظ ہوئے، سرہند حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، ایک ہفتہ آپ کی خدمت میں قیام کیا اور بہت جلد روحانی ترقی نصیب ہوئی، خلافت یاب ہو کر اپنے وطن عزیز واپس چلے گئے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مکتوب (۶۱/۲) ملا احمد برکی کی وفات پر تعزیت کے طور پر لکھا تھا، شیخ احمد برکی ۱۰۲۶ھ کو فوت ہوئے (مفتاح العارفین ۲۳۱ب)

(۱) محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ۳۶۸۔۳۷۰

(۲) بدر الدین سرہندی: حضرت القدس ۳۵۱/۲۔۳۵۴

(۳) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۳۳۲/۱

۸۔احمد دیبنی ۱۶/۳

شیخ احمد سہارنپور کے ایک قصبہ دیبن کے رہنے والے تھے، جو بعد میں دیو بند کے نام سے مشہور ہوا، حضرت مجدد الف ثانی کے حلقہ میں شامل ہونے سے پہلے آپ سرہند میں آپ کے مدرسہ میں طلب علم کرتے رہے، پھر برہان پور چلے گئے، جہان انہوں نے مشہور شیخ طریقت شیخ محمد بن فضل اللہ (ف ۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹ء) سے بیعت کر لی، جب حضرت مجدد الف ثانی آگرہ گئے تو شیخ احمد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس دوران میر نعمان بدخشی بھی خلافت یاب ہو کر برہانپور کے لئے مرخص ہوئے تو آپ نے شیخ احمد کو تربیت کے لئے ان کے سپرد کر دیا، شیخ احمد دیبنی سے بہت سے افراد نے فیض پایا، رک:

(۱) زبدۃ المقامات ۳۸۴_۳۸۵

(۲) حضرات القدس ۳۴۹/۲_۳۵۱

(۳) روضۃ القیومیہ ۳۳۷/۱

شیخ الہ بخش گڈ مکتیسری (ف ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء) کے فرزند شیخ محمد (ف ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۸ء) شیخ احمد دیبنی کے داماد تھے۔

(مفتاح العارفین ۲۵۱)

۹۔ احمد قادری، سید ۸۴/۱

سید احمد قادری کے اجداد لکھنو کے اکابر مشائخ میں سے تھے، موصوف اپنے مولد سے تحصیل علم کے لئے دہلی آئے اور معروف عالم شیخ قطب العالم (ف ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء) بن شیخ عبد العزیز دہلوی کی خدمت میں تلمذ اختیار کیا، ان دنوں

حضرت خواجہ باقی باللہ تلاش شیخ میں ان کی خانقاہ میں مقیم تھے، میر سید احمد بھی انہی دنوں حضرت خواجہ کے گرویدۂ خاطر ہوئے اور لاہور جا کر حضرت خواجہ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے والے حضرات کے ساتھ منتظر رہے۔ جونہی آپ ۱۰۰۶ھ ۱۵۹۷ء کو واپس لاہور آئے تو میر سید احمد، شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم کے ساتھ حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، حضرت خواجہ کے دہلی میں قیام کے بعد برابر خدمت میں رہے، میر سید احمد بخاری سید تھے، انہوں نے حاجی عبدالوہاب بخاری کی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا، جن کے بطن سے سید سلیم بخاری تولد ہوئے، سید احمد ابتداء میں میر مرتضیٰ فرید بخاری سے متوسل رہے تھے ، (زاد المعاد ۳/۳۵۰-۳۵۶، ۴/۱۵۷) موصوف کا شمار حضرت خواجہ کے فیض یافتہ حضرات میں کیا گیا ہے (زاد المعاد ۳/۳۵۰) ان کے ایک اور فرزند سید ہدایت اللہ بھی تھے جو شاہ جہان کے عہد میں صدارت کے عہدہ پر فائز تھے (مآثر الامراء ۲/۴۵۹) خود سید احمد قادری جہانگیر کے عہد میں صدارت کل کے عہدے پر تھے، (ایضاً ۲/۴۵۹) جہانگیر نے انہیں ۱۴ سال جلوس ۱۰۲۸ھ/۱۶۲۹ء کو ۶۰/۸۰۰ کا منصب دیا تھا

(تزک جہانگیری مرتبہ سر سید احمد خان ۲۶۷)

محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے کہ وہ اکبر کے زمانہ سے صدارت کے مرتبہ پر تھے، جہانگیر نے بھی انہیں اسی منصب پر رہنے دیا، ان کی دہلی میں ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء کو وفات ہوئی، ان کے چار فرزند تھے سید عبدالہادی، سید ہدایت اللہ، سید فضل اللہ (طبقات

شاہ جہانی ۱۰/۲۰) چوتھے فرزند سید سلیم بخاری تھے (زاد المعاد ۱۵۵/۴)

۱۰۔ادریس سامانی، مشیخت مآب ۲۵۳/۱

ان کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ مولانا عبد المومن بلخی (۱۵۱/۱) سے معلوم ہوتا ہے، حضرت نے ان کو جو مکتوب لکھا تھا شیخ ادریس سامانی نے ان کی بنیاد پر چند سوالات کیے ہیں، ان کے احوال تذکروں میں نہیں ملتے۔

۱۱۔اسحٰق، مولانا بن قاضی موسیٰ شوحین ۷۰/۳

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے قدیم اصحاب میں سے تھے، خود لکھا ہے:

مولانا اسحٰق حامل رقیمہ آشنا و مخلص فقیر است وحق جوار از قدیم نیز دارد۔[۱]

ان کے والد شیخ محمد بن الیاس شوین (شوحین) خود اپنے بزرگوں کے سجادہ نشین تھے، ان کے ایک فرزند شیخ احمد شوحین اپنے والد کے جانشین تھے، جن کا انتقال ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء کو ہوا (مفتاح العارفین ۲۳۰۔ل)، زبدۃ المقامات (۳۸۶۔۳۸۷) میں ہے کہ مولانا اسحٰق نے طریقہ کی تعلیم شیخ کریم الدین بابا حسن ابدال سے لی۔

۱۲۔اسلم، قاضی، ہروی، شریعت پناہ ۱۱۲/۳

مولانا قاضی محمد اسلم ہروی، شیخ بہلول لاہوری سے تحصیل کی، مولانا میر کلاں محدث سے قرابت قریبہ تھی، جہانگیر نے کابل کے منصب قضا پر تفویض کیا، پھر اسی عہد

۱۔مکتوبات ۹۶/۱

میں لشکر کے قاضی مقرر ہوئے، کابل میں ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء کو انتقال ہوا، رک:

(۱) بختاور خان: مراۃ العالم ۱/۱۲۶، ۳۲۴

(۲) محمد صالح کنبو: عمل صالح ۱/۴۴۳، ۲/۲۰۹، ۳۴۷، ۴۲۳، ۳/۲۸۹، ۳۶۷

(۳) شاہ نواز خان: مآثر الامراء ۳/۸۰۔۸۳

(۴) محمد بن رستم حارثی: تاریخ محمدی ۲/۵/۲۸۹

(۵) رحمان علی: تذکرہ علماء ہند ۴۱۰۔۴۱۱

(۶) محمد صادق ہمدانی: طبقات شاہ جہانی ۱۰/۳۶

۱۳۔ اسماعیل فرید آبادی، قاضی ۳/۸۹

ان کے احوال معلوم نہیں ہو سکے ممکن ہے کہ یہ وہ بزرگ ہوں جنہیں نواب مرتضٰی خان فرید بخاری نے اپنے آباد کردہ علاقہ فرید آباد (دہلی) میں بسایا تھا اور انہیں وہاں کی مسجد کا نگران مقرر کیا تھا، ہمارے پاس اس وقت کتاب اسراریہ کا قلمی نسخہ نہیں ہے ورنہ لکھا جاتا، اس میں ان کا اس چند مرتبہ ذکر آیا ہے۔

۱۴۔ امان اللہ فقیہ، مولانا ۱/۲۸۶، ۳۰۱، ۳/۲۰

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے ''اعاظم خلفاء'' میں سے ہیں (زبدۃ المقامات ۳۸۹)، ان کے مفصل حالات نہیں ملتے، مولانا امان اللہ لاہوری نام کے حضرت مجدد الف ثانی کے ایک اور خلفیہ تھے، لیکن زبدۃ المقامات میں امان اللہ فقیہ جداگانہ ہیں، جو نہایت مستقیم الاحوال تھے (روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۸)

۱۵۔ انبیاء سارنگ پوری، سید ۱/۲۴۵، ۲۸۸

متعارف تذکروں میں ان کے حالات نہیں ملتے

۱۶۔ ایرج، مرزا ۱/۲۱۹

مرزا ایرج مخاطب بہ شاہ نواز خان بہادر بن عبد الرحیم خانِ خانان، اکبر اور جہانگیر کے زمانہ تک مختلف فوجی مہمات میں حصہ لیا۔ بہت بہادر جرنیل تھا، ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹ء کو فوت ہوا، (مآثر الامراء ۲/ ۶۴۵۔ ۶۴۸) مختلف حوالوں کے لئے دیکھئے:

Athar Ali: Apparatus of Emipire (بامداد اشاریہ)

۱۷۔ ایوب، ملا، محتسب ۱/۲۴۳

ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے

۱۸۔ باقر سارنگ پوری، سید ۱/۲۶۴

حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے (زبدۃ المقامات ۳۸۹)۔ آپ حضرت کے قدیم الخدمت اصحاب میں سے تھے، انہیں آخری عمر میں خلافت عطا ہوئی (روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۹)۔

باقی باللہ، خواجہ (پیر بزرگوار) اول تا بیس مکاتیب

۱۹۔ بدر الدین سرہندی، مولانا ۱/۲۸۹، ۲/۴۰، ۳/۳۱

مولانا شیخ بدر الدین سرہندی، حضرت کے خلیفہ خاص اور آپ کے سوانح نگار

تھے، امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے، حضرات القدس کی اندرونی شہادتوں سے ان کا سال ولادت حدود ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء متعین ہوتا ہے (۲/۱۵۷، ۳۸۶)، پندرہ سال کی عمر میں حضرت سے منسلک ہوئے اور سترہ سال خدمت گرامی میں رہے (۲/۳۸۶، ۱۵۷) اپنے والد گرامی شیخ ابراھیم مخزنی (ف ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) سے تحصیل کے بعد مدرسہ مجددیہ میں بھی پڑھا، شیخ بدر الدین سرہندی کا سال وفات معلوم نہیں ہے، موصوف اپنی کتاب حضرات القدس میں ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء تک اضافات کرتے رہے، شیخ کی تالیفات حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرات القدس (۲) سیر احمدی (۳) وصال احمدی (۴) سنوات الاتقیاء (۵) مجمع الاولیاء (۶) کراما الاولیاء (۷) فتوح الغیب (فارسی ترجمہ) (۸) روائح (۹) بهجة الاسرار (فارسی ترجمہ) (۱۰) روضۃ النواظر (۱۱) تفسیر عرائس البیان (ترجمہ) (۱۳) معراج المومنین (شرح خلاصہ کیدانی)

شیخ بدر الدین نے اپنے خود نوشتہ احوال حضرات القدس کے آخر میں لکھے ہیں

(مقامات معصومی ۱/۲۷۳-۲۷۹)

۲۰۔ بدیع الدین سہارنپوری، میاں شیخ

۱/۱۷۲، ۱۹۲، ۲۴۲، ۲۲۵، ۲۵۶، ۲۷۶، ۲۸۲، ۲/۱۶، ۸۸، ۳/۶

شیخ بدیع الدین بن رفیع الدین بن عبد الستار انصاری، حضرت مجدد الف ثانی کے اکابر خلفاء میں سے تھے، حالات کے لئے دیکھئے

(۱) زبدۃ المقامات ۳۴۶_۳۵۱

(۲) حضرات القدس ۲/ ۳۳۴_۳۴۰

(۳) روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۲۸

معاصر مولف محمد صادق ہمدانی نے شیخ بدیع الدین کا سال وصال ۱۰۴۵ھ/ لکھا ہے (طبقات شاہ جہانی ۱۰/ ۱۶) مولف نزہۃ الخواطر نے متاخر ماخذ مہر جہانتاب کے حوالہ سے ۱۰۴۲ھ لکھا ہے (۹۱/۵)، حضرت مجدد الف ثانی شیخ بدیع الدین کے گھر سہارنپور تشریف لے گئے تھے (مقامات معصومی ۳/ ۲۳۳)

شیخ بدیع الدین کے ایک فرزند شیخ بایزید بھی تھے جو حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلفیہ تھے، انہی کے ایک فرزند شیخ حسام الدین نے اہل تشیع کے رد میں ایک کتاب مرافض الروافض لکھی تھی (ایضاً ۴/ ۳۵۹)

۲۱۔ بدیع الزمان، میرزا ۱/ ۷۴، ۷۵

میرزا شاہنواز خان صفوی بدیع الزمان بن مرزا رستم قندھاری، جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد میں ممتاز مراتب پر فائز رہا، اہم خدمات انجام دیں، جنگ تخت نشینی میں داراشکوہ کی فوج میں تھا، اُسی کی حمایت میں لڑتا ہوا ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء کو مارا گیا، (مآثر الامراء ۲/ ۶۶۸_۶۷۳)، دیگر ملکی امور کی تفصیل کے لئے دیکھئے:

Athar Ali: Appratus of Empire (بامداد اشاریہ)

۲۲۔ بہادر خان ۸۳/۱

ابو النبی نام، بہادر خان خطاب تھا، اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان آیا، جہانگیر کے عہد میں منصب ملا، ترقی کرتا ہوا تین ہزار ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا، پھر قندھار کا تعلقہ دار بنایا گیا، شاہ جہان کے عہد میں اس کی فوج میں شامل ہوا (مآثر الامراء ۳۹۸/۱۔۳۹۹) ایک موقع پر حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے اپنے مرید میاں شاہ عبداللہ کی سفارش کرنے کے لئے میاں سید احمد بجواڑی کو خط لکھا (۱۰۸/۱) کہ انہیں بہادر خان کے ہاں نوکری دلوادیں۔

۲۳۔ بہاء الدین سرہندی، حافظ، شیخ ۱۳۸/۱، ۱۶۴

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مشہور خلیفہ ملا محمد طاہر لاہوری نے اپنا ایک عریضہ حافظ بہاء الدین سرہندی کے ہاتھ لاہور سے سرہند بھیجا (۲۵۵/۱) جس پر آپ نے ان کے احوال پر اطمینان کا اظہار فرمایا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ بہاء الدین ملا محمد طاہر لاہوری سے بھی کسب فیض کرتے تھے، اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نے اپنا مکتوب (۱۲۰/۳) میر منصور کو حافظ بہاء الدین سرہندی کے ہاتھ بھیجا کہ باقی احوال ان سے سنیں جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ حافظ سرہندی میر منصور بدخشی سے بھی منسلک رہے ہوں گے۔

۲۴۔تاج، میاں شیخ ۲۶۳/۱

شیخ تاج الدین بن زکریا بن سلطان عثمانی سنبھلی، شیخ الہ بخش گڈ مکتسیری شطاری (ف ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء) کے خلیفہ تھے (مونس الذاکرین ۳۵۲)، ان کی وفات کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) سے منسلک ہوئے اور خلافت حاصل کی، موصوف حضرت خواجہ کے اولین خلفیہ تھے (زبدۃ المقامات ۷۱، حضرات القدس ۳۱۷/۱، اسراریہ ۳۵) حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حرمین الشریفین کو ہجرت کر گئے، یمن، جزائرعرب، لہیہ اور بصرہ میں بھی قیام کیا، صنعاء کا حاکم بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا (طبقات شاہ جہانی ۱۰/۳، حضرات القدس ۴۴۰/۱، زبدۃ المقامات ۷۷، فوائدالارتحال ۳۱۴/۳) شیخ تاج الدین نے اواخر عمر میں ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء کو مکہ مکرمہ میں جبل قعیقان کے قریب زمین خرید کر اپنی رباط بنائی (حضرات القدس ۴۴۱/۱، الاربطہ بمکۃ المکرمہ ۵۵/۲۔۵۷) آپ ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء کو فوت ہوئے اور اپنی رباط میں دفن کیے گئے (اسراریہ ۳۶)

شیخ تاج الدین بہت سی کتابوں کے مولف تھے ان میں ایک رسالہ درطریقہ نقشبندیہ بھی ہے، شیخ علامہ عبدالغنی نابلسی نے مفتاح المعصیہ کے نام سے اس کی عربی میں شرح لکھی تھی جو مصر اور پھر ۲۰۱۲ء کو بیروت سے چھپ گئی ہے، دیگر کتب کی تفصیل کے لئے دیکھئے:

تذکرہ علماء مشائخ پاکستان وہند ۱۹۰۷۱۴/۲، احوال کے لئے ملاحظہ ہو:

ا۔زبدۃ المقامات (صفحات عدیدہ)

۲۔حضرات القدس جلد اول، خطی مخزونہ کتابخانہ موزۂ لاہور

۳۔تحفۃ السالکین فی ذکر الشیخ تاج العارفین مولفہ محمود بن اشرف حسینی، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ صنعاء، یمن عکس مملوکہ ڈاکٹر نجدت طوسوں، استنبول

۴۔اسراریہ مولفہ کمال محمد سنبھلی، خطی نسخہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنو

۵۔خلاصۃ الاثر مولفہ محمد امین محبی، بیروت (س۔ن)

۶۔فوائد الارتحال ونتائج السفر مولفہ مصطفیٰ حموی، بیروت ۲۰۱۱ء

۷۔سمط النجوم العوالی مولفہ عبد الملک عاصمی، بیروت ۱۹۹۸ء

۸۔طبقات شاہ جہانی (طبقہ عاشر) دہلی ۱۹۹۰ء

۹۔کلیات خواجہ باقی باللہ جامع محمد اسماعیل رشدی، لاہور ۱۹۶۷ء
(مکاتیب حضرت خواجہ بنام شیخ تاج الدین وغیرہ)

۲۵۔جباری خان ۱، ۷۷، ۷۸، ۷۹

جباری خان (بیگ) بن مجنون خان، علوی سادات میں سے تھے، اس خاندان کے ایک فرد کا آٹھویں صدی ہجری میں قبیلہ قاقشالان سے تعلق ہو گیا تھا اس لئے انہیں ''خانانِ قاقشال'' کہا جانے لگ گیا، ہمایوں بادشاہ، مجنون خان اور بابا خان کو اپنے ساتھ ہندوستان لے آیا تھا، ان کی والدہ کا سلسلۂ نسب امیر تیمور پر ختم ہوتا ہے، ہمایوں کے عہد میں نارنول کی جاگیرداری انہیں سے متعلق تھی، اکبر کے زمانہ میں مانک پور کی جاگیر بھی انہیں مل گئی، اکبر کے عہد میں ان دونوں بھائیوں نے ''شائستہ خدمات''

انجام دیں، مجنون خان نے بہت سی فوجی مہمات میں حصہ لیا۔

اسی مجنون خان کا فرزند جباری خان تھا، جس کی شادی سلیمان خان منگل کی بیٹی سے ہوئی تھی، جباری خان کے فرزند محمد جمشید کے بیٹے محمد براری آمی تھے، ان کی تالیف عقول عشرہ (فارسی نثر) کا ایک نسخہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (حیدر آباد، سندھ) اور دوسرا نسخہ ذخیرۂ عبد السلام، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے، اس کا سال تصنیف ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴ھ ہے نیز امی نے تاریخ کی ایک کتاب مجمل مفصل لکھی، جس میں ابتداء سے شاہ جہان کی تخت نشینی (۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء) تک کے واقعات ہیں یہ جلد ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء کو مکمل ہوئی، اس کی دوسری جلد کا نام طبقات تیموری ہے جو ۱۰۷۹ء/۱۶۶۸ء کو پایہ تکمیل کو پہنچی، پہلی جلد کا خطی نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں اور دوسری جلد کا خطی نسخہ باڈلین لائبریری آکسفورڈ میں ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے مقامات مظہری، ضمیمہ دوم ۵۹۱۔۵۹۶

۲۶۔ جعفر بیگ تھانی ۱۳۹/۱

جعفر بیگ آصف خان میرزا قوام الدین بن مرزا بدیع الزمان بن آقا ملا دوات دار قزوینی، اکبر کے عہد میں ۹۸۵ھ/۱۵۷۷ء کو ہندوستان آیا، کئی عہدوں پر فائز رہا، فوجی مہمات میں بڑے معرکے سر کیے ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۲ء کو بالا گھاٹ میں فوت ہوا، وہ ہر فن میں صاحب کمال تھا، شعر وادب میں بہت متانت کا مالک تھا، اس کی مثنوی خسرو شیریں مشہور تھی، اس کے پوتے اور پڑپوتے بھی صاحب ذوق اور شعرا نواز تھے۔

(مآثر الامراء ۱/۱۱۶۔۱۲۳)

اس کا تعلق قصبہ تھانہ سے تھا جو کہ دوآبہ کے درمیان واقع ہے۔ (زاد المعاد ۴/۱۶۰)

۲۷۔ جمال ناگوری، شیخ ۱۸/۲

ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے۔

۲۸۔ جمال الدین ۱۳۰/۱

یہاں مولانا جمال الدین لاہوری مراد ہیں، حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک اور مکتوب میں انہیں ''اعلم علماءِ لاہوراند'' (۱۰۲/۱) لکھا ہے، آپ لاہور کے ایک مشہور محلّہ تلہ کے رہنے والے تھے[۱] مولانا جمال تلوی نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بیعت بھی کی تھی[۲] انہیں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بھی نہایت عقیدت تھی، لاہور میں انہیں مدرس متعین کیا گیا تھا، علوم معقول ومنقول میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء کو انتقال ہوا[۴] مولانا یعقوب تھانگی اور مولانا محمد طاہر لاہوری بھی ان کے شاگرد تھے[۳] فیضی کی نوشتہ تفسیر سواطع الالہام کے اکثر مقامات پر انہوں نے اصلاح کی تھی (منتخب التواریخ ۷۲/۳)

محمد بن رستم حارثی نے مولانا جمال تلوی کا سال وفات ۱۰۱۶ھ لکھا ہے[۵] گویا ایک سال کا اختلاف ہے، لاہور میں مولانا جمال تلوی نے حضرت مجدد الف ثانی سے وحدت الوجود کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے روحانی تصرف سے اس کا جواب مولانا کے کان میں دیا جس سے وہ بے ہوش ہو گئے[۶]

۱۔ روضۃ القیومیہ ۳۵۸/۱ ۲۔ ایضاً ۱۱۷/۱ ۳۔ طبقات شاہ جہانی ۴۵/۹۔۴۶

۴۔ ایضاً ۶۰/۹، ۴۳/۱۰ ۵۔ تاریخ محمدی ۹۴/۵/۱۲ ۶۔ حضرات القدس ۱۸۵/۲

۲۹۔ جمال الدین حسین، خواجہ، بدخشی، کولابی ۱/۱۱۳، ۱۷۷، ۲۲۳، ۲/۴۲، ۳/۵۶، ۸۱

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) کے فرزند بزرگ تھے، موصوف بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری کے بطن سے ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء کو تولد ہوئے[۱] لڑکپن سے ہی حضرت خواجہ کے بزرگ خلفاء سے نشست و برخاست تھی، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دونوں فرزندوں خواجہ کلاں اور خواجہ خُرد کے ہمراہ سلوک کی تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں سرہند گئے[۲] اپنے چچا خواجہ علاء الدین حسین کے اصرار پر خواجہ جمال الدین حسین جہانگیر بادشاہ کے پاس گئے، امراء نے ان کے لئے بڑا منصب تجویز کیا لیکن انہوں نے فقر و درویشی کی زندگی کو ترجیح دی اور بادشاہ کے اصرار پر صرف ۱۰ روپے یومیہ کا وظیفہ قبول کیا۔[۳]

میاں شیخ الہ داد خلیفہ حضرت خواجہ اور خواجہ خُرد بن حضرت خواجہ سے بھی فیض حاصل کیا تھا، ہمیں خواجہ جمال الدین حسین کا سالِ وفات معلوم نہیں ہے کتاب اسراریہ کی تکمیل ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء تک بقید حیات تھے۔[۴]

---

[۱] زاد المعاد ۴/۲۲۳ [۲] زبدۃ المقامات ص ۸۲ [۳] زاد المعاد ۴/۲۲۵
[۴] ایضاً ۴/۲۲۶

۳۰۔ حامد تہاری، شیخ ۸۰/۲

شیخ حامد تہاری کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے، ایک شیخ حامد قادری لاہوری تھے جو شیخ میاں میر قادری لاہوری کے خلیفہ تھے، دارشکوہ نے سکینۃ الاولیاء (ص ۱۴۲) میں ملا، حامد گوجر (ف ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۴ء) کا تذکرہ کیا ہے لیکن وہاں ان کی نسبت تہاری کا کوئی ذکر نہیں ہے، اسی طرح خزینۃ الاصفیاء (۱۳۵/۱) اور نزہۃ الخواطر (۱۴۷/۵) میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اس نسبت کی وضاحت نہیں کی گئی، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ شیخ حامد تہاری ان سے جداگانہ شخصیت ہیں۔

۳۱۔ حبیب خادم، درویش ۸۶/۳

حضرت مجدد الف ثانی کے خادم خاص تھے، سفر میں بھی ہمراہ رہتے تھے، آپ کے وصال کے ایام میں حاضر اور خدمت میں مصروف تھے۔[۱]

۳۲۔ حسام الدین احمد، مرزا ۳۲/۱، ۶۲، ۲۰۷، ۲۱۶، ۲۲۹، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۶۷، ۲۷۳، ۱۷/۲، ۲۶، ۴۵، ۴۰/۳، ۱۱۵، ۱۲۱

خواجہ حسام الدین احمد بن مولانا نظام الدین احمد غازی خان، حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ و خادم خاص تھے ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء کو ولادت ہوئی، حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کے بعد آپ کی خانقاہ جامع مسجد فیروزی میں آپ کے

---

[۱] وصال احمدی ۱۸

خادم کی حیثیت سے تمام عمر خدمت انجام دی ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء کو وصال ہوا، والد کے انتقال کے بعد اکبر بادشاہ نے انہیں اپنی ملازمت میں لے لیا بصد مشکل دیوانگی کا روپ دھار کر اکبر کے حوزۂ الحاد سے خلاصی حاصل کی اور باقی تمام عمر حضرت خواجہ اور آپ کے مرکز دعوت وارشاد کی خدمت میں صرف کردی آپ کے دونوں کم سن بچوں خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کی تعلیم وتربیت کی، جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلاف مخالفین نے مخالفت کا طوفان برپا کیا تو خواجہ حسام الدین احمدؒ ہی اس کا سب سے زیادہ نشانہ بنے، پھر حضرت مجدد الف ثانی سے کدورت رفع ہوگئی، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے فرزند خواجہ کلاں نے آپ کے احوال و مناقب پر ایک کتاب زاد المعاد کے نام سے فارسی نثر میں ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء کو لکھی تھی جو ہم نے ایک مفصل مقدمہ، اردو ترجمہ اور تعلیقات کے ساتھ چار جلدوں میں مرتب کر کے ۲۰۱۳ء کو شائع کی تھی۔

۳۳۔ حسن برکی، شیخ ۱/۲۷۱، ۲/۷۷، ۳/۱۰۵

آپ شیخ احمد برکی (ف ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء) کے شاگرد تھے انہیں شیخ احمد برکی کی خدمت میں رہنے کا بھی حکم ملا تھا، جب موصوف خلافت یاب ہوکر اپنے وطن گئے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیخ احمد مذکور کو حکم دیا کہ اگر تمہیں سفر درپیش ہو تو شیخ حسن برکی تمہارے قائم مقام ہوں گے، اس حکم کے بعد شیخ احمد کا وصال ہوگیا، تو آپ نے شیخ حسن کو ان کا جانشین مقرر فرمایا[1] سال وصال معلوم نہیں ہوسکا۔

---

[1] زبدۃ المقامات ۳۷۹-۳۸۰، حضرات القدس ۲/۳۶۲-۳۶۶، روضۃ القیومیہ ۱/۳۴۲

۳۴۔ حسن کشمیری، ملا ۱/ ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۲۷۹، ۳/ ۱۲۲

مولانا حسن ہمدانی کشمیری، دہلی کے اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے، ان کے والد مولانا محمد ہمدانی (ف ۱۰۰۶ھ/ ۱۵۹۷ء) بھی ذی علم بزرگ تھے، مولانا حسن نے مروجہ علوم کی تحصیل مولانا محمد یزدی قاضی دہلی (ف ۹۹۸ھ/ ۱۵۹۹ء) سے کی اور شیخ چائیلدہ ملقب بہ نجم الحق چشتی (ف ۹۹۸ھ/ ۱۵۹۸ء) سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ سے منسلک ہوئے، شاعری سے بھی گہرا لگاؤ تھا (طبقات شاہ جہانی ۱۰/ ۳۸۔۳۹) ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء کو دہلی میں فوت ہوئے اور روضۂ ملکیار پیران میں دفن کئے گئے (اسراریہ ورق ۱۴۶) یہی مولانا حسن کشمیری تھے جو ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کو حضرت خواجہ باقی باللہ کے حضور لے گئے تھے، خود حضرت نے اس احسان کا اعتراف کیا ہے (۳/ ۱۲۲) زبدۃ ص ۱۳۸ خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) پر شیخ حسن نے پانچ قطعات تاریخ کہے جو خواجہ کلاں نے زاد المعاد (۳/ ۲۰۰۔۲۰۲، ۴/ ۱۰۸) میں نقل کئے ہیں۔

۳۵۔ حسین مانکپوری، سید ۱/ ۲۲۱

موصوف کا علاقائی تعلق قصبہ مانک پور، ضلع پرتاب گڑھ، الہ آباد (تاریخ کڑھ مانک پور مولفہ عبداللہ علوی قیس، الہ آباد ۱۹۱۶ء۔ ص ۳۔۵) سے تھا، شیخ حسین نے سلوک کی مشق کا آغاز حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں کیا (مکتوبات حضرت خواجہ، مشمولہ کلیات ۱۷/ ۵۵) اور تکمیل حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہ کر کی،

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک عریضہ (۱/۱۱) میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

سید شاہ حسین ہم نزدیک بنقطۂ پایان از مقام جذبہ رسیدہ است

اسی طرح مکتوب (۱/۱۸) میں بھی ان کے بارے میں تحریر ہے:

میاں شاہ حسین ہم طریق توحید دارد دوراں محظوظ است بخاطری آید کہ از آنجا برآوردہ شود تا بحیرت رسد کہ مقصود است

میر سید حسین مانکپوری سے موہڑی شریف کے بزرگوں کا سلسلۂ طریقت حضرت مجدد الف ثانی سے واصل ہوتا ہے، میر سید مانکپوری کے ایک خلیفہ سید عبدالباسط تھے جن کا تعلق ترکستان سے تھا، وہ وہیں دفن ہیں، جن کے خلیفہ سید محمود ترکستانی تھے جن کے مریدین کا سلسلہ مزید گیارہ واسطوں سے خواجہ نظام الدین کیانوی (مدفون آزاد کشمیر) تک واصل ہوتا ہے جو باباجی محمد قاسم صادق موہڑوی کے شیخ تھے۔[1]

۳۶۔ حسینی، ملا ۱/۲۰۳

ان کے احوال مروجہ تذکروں میں نہیں ملتے

۳۷۔ حمید احمدی، مولانا ۳/۵۷، ۱۰۳

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ تھے (روضۃ القیومیہ ۱/۳۴۰) حضرت مجدد الف ثانی نے ملا عبدالکریم سنامی کو لکھا ہے:

شیخ احمدی طریقۂ ایں بزرگواراں را اخذ نمودہ متاثرہ گشتہ است،

---

[1] حیات محی الدین غزنوی مولفہ ریاض احمد صمدانی ۲۶۔۳۳

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ استقامت برآں کرامت

فرماید ....(مکتوبات ۱ /۲۷۸)

ایک مکتوب (۱۰۳/۳) میں ان کے نام کی نسبت اجمیری بھی درج ہے لیکن مکتوبات کے محشی مولانا نور احمد امرتسری نے اس کی متبادل احمدی بھی دی ہے، گویا مکتوب الیہ اجمیری اور احمدی ایک ہی ہیں۔

۳۸۔حمید بنگالی، شیخ ۱۵۸/۱، ۲۲۰، ۲۹۲، ۴۶/۲، ۸۴

شیخ حمید دانشمند بنگالی کے جد اعلیٰ قاضی ضیاء الدین معروف بہ احمد سالار تیرھویں صدی عیسوی میں شیخ صفی الدین شہید (پنڈوہ ضلع ہوگلی) کے ساتھ بنگال تشریف لائے، علاقہ سالار آباد انہی کے نام پر ہے، شیخ حمید دانشمند منگل کوٹ میں پیدا ہوئے، لاہور آکر تحصیل کی واپس جاتے ہوئے آگرہ میں مفتی عبدالرحمٰن کابلی مفتی آگرہ کے ہاں قیام کیا، صوفیہ کے منکر تھے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بھی مخالف تھے، اتفاق سے مفتی صاحب کے ہاں حضرت مجدد الف ثانی بھی تشریف لائے تو آپ کی نظر عنایت سے ان کی کدورتیں دور ہوگئیں، آپ نے خلافت دے کر وطن روانہ کرتے ہوئے ان کو خرقہ خلافت دینا چاہا تو عرض کیا کہ مجھے تو جناب کی صرف کفش مبارک درکار ہیں، وہ انہیں لے کر بڑے ادب سے رخصت ہوگئے، ان کی وفات کے بعد یہ نعلین مبارک ان کے مزار پر طاقچہ بنا کر رکھ دی گئیں، (آئینہ ویسی مولفہ محمد مطیع الرحمٰن، پٹنہ ۱۹۷۶ء ص ۵۶۔۱۵۷) شاہ جہان اپنے والد جہانگیر کے خلاف بغاوت کے دوران منگل کوٹ جا کر شیخ دانشمند سے ملا تھا (ایضاً ف ۱۶۰) حدود ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء کو وصال ہوا، آپ

کے فرزند شیخ حبیب الرحمٰن آپ کے جانشین بنے (حضرات القدس ۲۱۹/۲) شاہ جہان نے تخت نشینی کے بعد آپ کی خانقاہ کے لئے اسی ہزار روپے سالانہ آمدنی کی اراضی کا فرمان جاری کیا، مزار کے قریب مسجد بھی شاہ جہان کی تعمیر کردہ ہے، (آئینہ ویسی ۱۶۰-۱۶۱) خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق (ف ۱۹۵۶ء) نے شیخ حمید بنگالی کے احوال پر تحقیقی کام کیا تھا (ایضاً ۱۶۷) تفصیل کے لئے دیکھئے:

۱۔ زبدۃ المقامات ۳۵۴-۳۶۳ ۲۔ حضرات القدس ۲/ ۳۱۴-۳۱۹

۳۔ روضۃ القیومیہ ۳۲۹/۱ ۴۔ آئینہ ویسی مولفہ محمد مطیع الرحمٰن، پٹنہ ۱۹۷۶ء

۳۹۔ حمید سنبھلی، شیخ ۱۱۱/۱

ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے، ایک مولانا حمید الدین سنبھلی کا ذکر صاحب نزہۃ الخواطر (۹۸/۴-۹۹) نے کیا ہے، اگر انہوں نے ان کا سال وفات ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء کتاب اسراریہ میں سے صحیح نقل کیا ہے تو اس وقت حضرت مجدد الف ثانی (ولادت ۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء) صرف بارہ سال کے تھے، اس لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب الیہ یہ شیخ حمید سنبھلی نہیں ہو سکتے۔

۴۰۔ خان اعظم ۶۵/۱، ۶۶

مرزا عزیز کوکہ مخاطب بہ خانِ اعظم بن شمس الدین خان آتکہ، اکبر بادشاہ کا رضائی بھائی تھا، حکومت مغلیہ کی توسیع کے لئے بہت سی فوجی مہمات میں حصہ لیا، وہ اکبر کی مذہبی پالیسی یعنی اس کے الحاد و زندقہ کے سخت خلاف تھا اور اُسے برا بھلا کہا کرتا تھا،

اور ملک میں اس وجہ سے جو بے چینی تھی سے بھی پریشان تھا، جب وہ گجرات کا گورنر تھا تو وہ اکبر سے اجازت لئے بغیر ہی حج کے لئے چلا گیا، وہاں سے اس نے اکبر اور اس کے حوزہ ملاحدہ کے خلاف بڑا سخت خط اکبر کو لکھا، اکبر کے بار بار بلانے پر وہ حرمین الشریفین سے واپس ہندوستان آ گیا اور بدقسمتی سے اکبر کے دین الٰہی میں اس سے بیعت کر لی، لیکن اکبر کی وفات کے بعد اور جہانگیر کی تخت نشینی سے جب سیاسی حالات میں تبدیلی آئی تو خان اعظم کی حمیت دین بھی بیدار ہونے لگی جس پر حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب نے مہمیز کا کام کیا، خان اعظم کا ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۴ء کو انتقال ہوا، مآثر الامراء ۱/ ۶۷۱-۶۸۹) دیگر حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو:

Athar Ali: Apparatus fo Empire (بامداد اشاریہ)

۱۴۱۔ خانِ خاناں، مرزا عبدالرحیم ۱/ ۲۳، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۱۹۱، ۱۹۸، ۲/ ۸، ۶۲، ۶۶

عبدالرحیم مخاطب بہ خانِ خانان بن بیرم خان، ولادت ۹۶۴ھ/ ۱۵۵۶ء وفات ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء کو ہوئی، اکبر اور جہانگیر کے عہد کی فوجی مہمات میں بھرپور حصہ لیا، لیکن اکبر کے دین الٰہی سے متاثر نہ ہوا، اس کا تعلق امراء کے دین دار طبقہ سے تھا وہ حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کا بہت عقیدت مند تھا، علماء، صوفیہ، شعراء اور دیگر اہل فن کی اس نے بہت عزت و توقیر کی، اس نے توزک بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کے عہد میں اس کی دینی حمیت کو خطوط کے

ذریعہ بیدار کیا اور اکبر کے زمانہ کی بے دینی والحاد کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا، اس کے احوال ومناقب پر ضخیم کتاب مآثر رحیمی کے نام سے عبدالباقی نہاوندی نے تین جلدوں میں لکھی تھی، جو شائع ہو چکی ہے۔

۴۲۔ خان جہان ۲/۶۷، ۳/۵۴

پیر خان مخاطب بہ خان جہاں لودی بن دولت خان لودی شاہو خیل، اس نے جہانگیر کے عہد کی فوجی مہمات میں بھر پور حصہ لیا، بہت ترقی کی لیکن افغانوں کے اکسانے پر اس نے شاہ جہان کے عہد میں بغاوت کردی تو ایک کاروائی کے دوران ۱۰۴۰ء/۱۶۳۰ء کو مارا گیا (مآثر الامراء ۱/۷۱۲۔۷۲۶) تفصیلات کے لئے دیکھئے ''خان جہاں لودی'' مقالہ مشمولہ دانشنامہ زبان وادب فارسی در شبہ قارہ، تہران۔

۴۳۔ خضر افغان، حاجی ۱/۱۳۷

حاجی خضر افغان سرہند کی ایک مضافاتی بستی بہلول پور میں رہتے تھے، پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد کی خدمت کا شرف حاصل ہوا تھا، انہوں نے طویل سفر کیے مشائخ سے ملاقاتیں رہیں حرمین الشریفین بھی حاضر ہوئے۔ آخر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں قرار آیا، حضرت کی مسجد میں یہی اذان دیتے تھے، حضرت کے سب سے معروف خلیفہ شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) پہلے حاجی خضر افغان کی خدمت میں ہی رہتے تھے اس کے بعد آپ کے حضور حاضر ہو کر خلافت یاب ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے ایک سال بعد ہی ان کا

۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء کو انتقال ہوا، اپنے علاقہ بہلول پور میں دفن کئے گئے (حضرات القدس ۲/۳۴۷، زبدۃ المقامات ۳۸۳۔۳۸۴، مفتاح العارفین ۲۳۴۔)

۴۳/A۔ خضر خان لودی ۱/۹۴

کتب تاریخ میں خضر خان لودی کے حالات نہیں ملتے

۴۴۔ خواجۂ جہان ۱/۲۵، ۷۲

خواجہ دوست محمد کابلی مخاطب بہ خواجۂ جہان، جہانگیر کی شہزادگی کے زمانہ سے اس سے وابستہ تھا، جب اس کی بیٹی کا جہانگیر سے عقد نکاح ہوا تو اس کے مناصب میں ترقی ہوتی گئی، بادشاہ جب آگرہ سے باہر جاتا تو وہاں کی حکومت خواجہ جہان کے سپرد ہوتی تھی، نماز فجر کے بعد اس کی مجلس میں چار گھنٹوں کے لئے مثنوی مولانا روم پڑھی جاتی تھی، (مآثر الامراء ۱/۶۶۸۔۶۷۰)

اواخر صفر ۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰ء کو لاہور میں اس کا انتقال ہوا (تاریخ محمدی ۲/۵/۱۵۳) تفصیل کے لئے دیکھئے:

۱۔ جہانگیر بادشاہ: جہانگیر نامہ ۱۳۱، ۹۴ (طبع تہران)

۲۔ کامگار حسینی، خواجہ: مآثر جہانگیری ۷۹، ۱۱۲، ۲۸۵، و بہ بعد

3.Athar Alj: Apparatus of Empire (بامداد اشاریہ)

۴۵۔ داراب خان، مرزا ۱/۷۱، ۲۱۵، ۲۴۹، ۲/۷۸

مرزا عبدالرحیم خانِ خانان کا دوسرا بیٹا تھا۔ بہت سی مہمات میں اپنے والد کے

ہمراہ معرکے سر کئے، شہزادہ شاہ جہان کے ساتھ بے اخلاصی کی تو اس نے اُسے طلب کیا، پھر باغی شہزادہ سلطان پرویز کا ساتھ دینے کی وجہ سے جہانگیر نے داراب مرزا کو ۱۰۳۴ھ/۱۶۳۵ء میں قتل کروادیا، اپنے باپ کی طرح علماء وصوفیہ سے محبت رکھتا تھا، کئی علماء وصلحاء کے وظائف مقرر کر رکھے تھے، حالات کے لئے دیکھئے: مآثر رحیمی، مآثر الامراء، توزک جہانگیری وغیرہ۔

۴۶۔ داؤد، مولانا ۲۱۸/۱

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے حضرت مجدد الف ثانی کے خلفاء میں ایک بزرگ شیخ داؤد سالکی کا نام لکھا ہے (زبدۃ المقامات ۳۸۹) روضۃ القیومیہ (۳۳۸/۱) میں ہے کہ شیخ داؤد سالکی آپ کے صاحب انکسار ونیستی خلیفہ تھے، لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کے نام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں لکھی، آپ نے ملا محمد طالب بیانکی کے نام اپنے مکتوب (۲۴۷/۱) میں انہیں لکھا ہے کہ تمہارے علاقہ میں اخوی اعزی میاں شیخ داؤد آئے ہیں ان کی صحبت کو غنیمت جانو، اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ وہ احباب جو میر نعمان بدخشی کی وساطت سے ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے ہیں وہ بھی شیخ داؤد کی صحبت کو غنیمت جانتے ہوئے یک جا ہو کر حلقۂ ذکر کریں اور مکتوبات کے مطالعہ کو لازم جانیں حضرت مجدد الف ثانی نے اپنا ایک مکتوب (۲۶۸/۱) خان خاناں عبد الرحیم خان کو لکھا تو انہی میاں شیخ داؤد کے ہاتھ بھیجا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ میاں شیخ داؤد خان خاناں سے متوسل اور وظیفہ یاب ہوں گے۔

۴۷۔درویش، شیخ ۴۱/۱، ۴۲، ۹۷

ان مکاتیب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ درویش کوئی صوفی نہیں تھے بلکہ منصب دار تھے، مکتوب ۴۱/۱ میں آپ نے مولانا محمد حافظ کی سفارش کی ہے کہ انہیں شیخ جیو (نواب فرید بخاری) سے وظیفہ دلوادیں، اسی طرح مکتوب ۴۲/۱ میں لکھا ہے اخوی اعزی میاں مظفر ولد مرحوم شیخ گھورن رحم کے قابل ہیں، مکتوب ۹۷/۱ میں آپ نے میاں شیخ اللہ بخش کی سفارش کی ہے کہ ان کے وابستگان کثیر تعداد میں ہیں اگر وہ آپ سے امداد طلب کریں تو ان کی مدد کیجئے، ایک شیخ درویش جالندھر کے امراء میں سے تھے، ممکن ہے ان سے مراد یہی ہوں۔

سلطان وقت = جہانگیر، نورالدین

۴۸۔سلطان سرہندی، مولانا ۴۵/۳، ۱۱۳

ان کے احوال تذکروں میں نہیں ملتے، ایک ملا سلطان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکبر کے زمانہ میں مدرس تھے (تذکرہ علمائے ہند ۵۷۲)

۴۹۔سکندر خان لودی ۲۸/۱، ۹۳

یہ دہلی سلطنت کا بادشاہ سکندر لودی نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ تو حضرت مجدد الف ثانی کی ولادت ۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء سے پہلے ہی ۹۲۳ء/۱۵۱۷ء کو انتقال کر گیا تھا، یہ ضرور کوئی دوسری شخصیت ہوں گے۔

۵۰۔شاہ محمد، سید ۵۴/۲

شیخ شاہ محمد بن شیخ سلطان محمود عثمانی، شیخ مبارک خیری اور میر علی عاشقان سرای میری کے خلیفہ تھے، شاہ محمد فاروقی جونپور کے اکابر علماء میں سے تھے، مشہور عالم و مدرس ملا محمود جونپوری (ف ۱۰۶۲ھ / ۱۶۵۲ء) کے نواسے اور شاگرد تھے۔شاہ محمد کا ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء کو وصال ہوا (تذکرہ علماء ہند ۲۳۱، دیا پورب میں علم اور علماء ۳۰۴۔۳۰۶)

۵۱۔شرف الدین حسین بدخشی، خواجہ ۱۴۶/۱، ۱۵۹، ۱۸۹، ۲۵/۲، ۳۱، ۶۸، ۸۲، ۵۹/۳

مزار شرف الدین حسین بن خواجہ معین الدین احمد بن خواجہ محمود بن خواجکا بن حضرت خواجہ احرار (احوال و سخنان خواجہ احرار ۴۷) اکبر بادشاہ کے منصب دار تھے بغاوت کے جرم میں گرفتار ہوئے، (ذخیرۃ الخوانین ۹۷/۱) خواجہ عبدالشہید بن خواجکا بن حضرت خواجہ احرار سمرقند واپس جاتے ہوئے اکبر سے ملنے گئے تو مرزا شرف الدین حسین کی رہائی کے لئے درخواست کی جسے اکبر نے تسلیم نہ کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا تمہارا ایمان سلب نہ کرلے (منتخب التواریخ ۱۲۶/۲) یہ قید تو صرف مذہبی بنیاد پر معلوم نہیں ہوتی اس کے پس منظر میں تو سیاسی نشیب و فراز کا انداز ہوتا ہے، انہیں بعد میں رہائی مل گئی تھی (ذخیرہ ۸۰/۱) حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے مذکورہ مکتوبات بنام مرزا شرف الدین سے تو ان کی طلب دنیا پر سرزنش کے آثار ملتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

انہوں نے دنیا کی جاہ وحشمت کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا، قریب العہد ماخذ ذخیرۃ الخوانین (۸۰/۱) میں بھی یہی ہے کہ رہائی کے بعد وہ دوبارہ حرام خوروں میں شامل ہو گئے تھے، اگر تاریخ محمدی (۲/۴/۴۱۵) میں درج ان کا سال وفات ۹۸۸ھ درست ہے تو اس وقت حضرت مجدد الف ثانی صرف سترہ سال کے تھے، اس لئے یہ مراسلت بعید از قیاس ہے، یقیناً یہ کوئی دوسرے شرف الدین حسین بدخشی ہوں گے۔

۵۲۔ شمس، ملا۔ ۱/۱۴۳، ۳/۳۳

ان کے احوال نہیں ملتے

۵۳۔ شمس الدین، مرزا ۲/۱۳، ۵۰

ان کے حالات سے ہم ناواقف ہیں

۵۴۔ شمس الدین علی خلخالی، میر ۲/۲، ۵، ۳/۱۱، ۱۴

میر شمس الدین علی خلخانی کے حالات تا حال ہمیں معلوم نہیں ہیں

میر محمد نعمان بدخشی کے والد میر شمس الدین یحییٰ معروف بہ میر بزرگ کبھی ہندوستان نہیں آئے وہ تو حضرت خواجہ کے خلافت یاب (۱۰۰۶ھ/۱۵۹۶ء) ہونے سے قبل ہی ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء کو کابل میں فوت ہو کر دفن ہوئے تھے (مفتاح العارفین، ورق ۲۴۵) اس لئے انہیں میر نعمان کے والد گرامی تصور کرنا درست نہیں ہے۔

۵۵۔ شکیبی اصفہانی، ملا ۱/۲۰۰، ۲۱۰

محمد رضا بن خواجہ ظہیر الدین عبد اللہ امامی اصفہانی، متخلص بہ شکیبی،

۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء کو جب کہ عبدالرحیم خانِ خاناں دکن پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھا کہ شکیبی اس سے متوسل ہوا، اس کی ولادت ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء کو ہوئی، شیراز اور اصفہان میں تحصیل کی، پھر خانِ خانان کی خدمت میں آیا، ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء کو حرمین الشریفین کی زیارت کے بعد واپس آیا، خان خاناں نے اُسے جہانگیر کی سرکار سے دہلی کی صدارت کا عہدہ دلوایا، ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء کو وفات پائی، وہ ایک بلند پایا شاعر تھا، خانِ خاناں کی فتح سندھ کے واقعات مثنوی کی صورت میں لکھ کر پیش کیے جس کے صلہ میں خانِ خاناں نے ایک ہزار اشرفی طلائی احمر اس کے صلہ میں دی، مرزا جانی حاکم سندھ نے بھی ایک ہزار اشرفی کا معاوضہ دیا، نمونہ کلام اور دیگر تفصیلات کے لئے دیکھئے:

گلچیں معانی: کاروانِ ہند ۱/۶۴۸-۶۵۱

۵۶۔ شیر محمد لاہوری، ملا ۳/۵۱

پنجاب کے اکابر علماء کی خدمت میں تحصیل کی اور مولویت کے کامل درجہ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں پہنچے اور جذبہ حاصل کیا، موصوف جذبہ کے قہر سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ مجذوب ہو گئے، جنون کی کیفیت بہت عرصہ تک طاری رہی، یہاں تک کہ انہیں ہوش آ گیا، انہوں نے حضرت خواجہ کے فرمان کے مطابق خود کو درس و تدریس کا پابند کر لیا، انہوں نے مفردات و مزیدات صرف کی گردان ایجاد کی، آپ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے تعلیلات معتلات کو فن لغات کے مطابق اس طرح مرتب کیا کہ عربی کے طلبہ کے لئے مطالعہ آسان ہو گیا، آپ قلعۂ فیروزی دہلی میں ہی درس دیتے تھے اور اپنے طلبہ کو سب سے پہلے اسی میں مصروف کرتے تھے، اس

دوران انہیں دکن کا سفر کرنا پڑا اور کتاب زاد المعاد کی تالیف (۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴ء) تک ان کی کوئی خبر دہلی میں نہیں آئی تھی (زاد المعاد ۳/ ۲۶۷-۲۶۹)

یقیناً میاں شیخ شیر محمد لاہوری نے حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی سے مزید استفادہ کیا ہوگا، جس کے ہمارے پاس کوئی شواہد نہیں ہیں۔

۵۷۔ صادق کابلی، ملا ۱/ ۱۴۸، ۱۴۹

مولانا صادق کابلی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے تھے (زبدۃ المقامات ۳۸۹)، طلب صادق کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کے لئے الہ آباد سے روانہ ہوئے، دہلی پہنچنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا تو وصال ہوگیا ہے، جس پر موصوف حضرت خواجہ کے خاص خلیفہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) کی خدمت میں آئے، ان کی تشویق پر آپ سرہند حاضر ہوئے اور روحانی میدان میں بہت ترقی کی، کامل ہونے پر انہیں خلافت بھی دی گئی، انہوں نے لاہور میں سکونت اختیار کر لی، ان کا ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء کو انتقال ہوا۔

(حضرات القدس ۲/ ۳۴۵-۳۴۷)

۵۸۔ صالح بدخشی کولابی، ملا ۱/ ۱۶۱، ۱۸۲، ۲۴۱، ۲۴۴، ۳۰۶، ۲/ ۳۳، ۳/ ۲۸، ۸۷، ۹۵

مولانا محمد صالح کولابی بدخشی، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قدیم اصحاب میں سے تھے، ان کا تعلق بدخشان کے مشہور قصبہ کولاب سے تھا، خود حضرتؒ آپ کی تعریف میں فرمایا

کرتے تھے، انہوں نے حضرت کے شب و روز کے معمولات ایک مجموعہ کی صورت میں آپ کے حین حیات جمع کیا تھا جس کا نام ہدایت الطالبین ہے، جب حضرت سے ایسا رسالہ لکھنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ صرف وہ معمولات لکھیں جو آنسرور ﷺ کا عمل ہوں، انہیں اس رسالہ کی تالیف میں حضرت کے مخدومزادوں کی تائید بھی حاصل تھی (زبدۃ المقامات ۳۷۲) ہدایت الطالبین کے بہت سے خطی نسخے پاکستان و ہند کے کتب قانون میں پائے جاتے ہیں، جو اس کے متداول ہونے کا ثبوت ہے، اس کا فارسی متن تاحال شائع نہیں ہوا، اس کا اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۵۵ء کو معمولات مجددیہ کے نام سے چھپا تھا، مولانا محمد صالح کولابی کا ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء کو وصال ہوا، (تاریخ محمدی ۲/۵/۱۹۲)

۵۹۔ صالح نیشاپوری، میر ۱/۱۲۵، ۱۲۶ ان کے حالات نہیں ملتے

۶۰۔ صدر جہان ۱/۱۹۴، ۱۹۵

میراں صدر جہاں پہانوی (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) ملک کے سب سے بڑے مذہبی رہنما و مفتی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء کو اپنے دونوں فرزندوں میر بدر عالم اور نظام خان سمیت اکبر بادشاہ سے دین الٰہی میں بیعت ہوئے، بدایونی نے لکھا ہے کہ انہوں نے شعر گوئی سے توبہ کر لی ہے اور امید ہے کہ اس طرح وہ لاف گزاف سے بھی توبہ کر لیں گے۔ (منتخب التواریخ ۳/۲۸۲)

امپیریل گزیٹیر آف انڈیا (۲۰/۱۳۶) میں پہانی کا محل وقوع شاہ آباد تحصیل و ضلع ہردوئی صوبہ جات متحدہ کا ایک گاؤں بتایا گیا ہے جسے قنوج کے قاضی سید عبدالغفار

نے آباد کیا تھا، یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے بھتیجے اکبر کے چیف مفتی تھے، جن کا مزار اور مسجد اسی پہانی میں ہے، میراں صدر جہاں کے حالات کے لیے دیکھئے

(۱) منتخب التواریخ ۱۸۷/۳، ۲۰۷، ۲۴۷ و بہ بعد (۲) طبقات شاہ جہانی ۴۷/۹

(۳) مراۃ العالم ۴۳۵/۲ (۴) آئین اکبری، تعلیقات بلوخمان ۲۱۸/۱

(۵) سروآزاد ۹۲ (۶) نزہۃ الخواطر ۱۷۸/۵

تعجب ہے کہ محمد بن رستم نے میراں صدر جہاں کا سال وفات ۱۰۲۷ھ بحوالہ مراۃ العالم دیا ہے (تاریخ محمدی ۱۴۲/۵/۲) جبکہ مراۃ العالم کے مطبوعہ نسخہ میں ان کا سال وفات ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء درج ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ مراسلت کے پس منظر کے لیے دیکھئے: زاد المعاد ۲۴/۱۔۲۵

۶۱۔ صدرا، حکیم ۱۰۹/۱

حکیم صدر الدین محمد ملقب بہ مسیح الزمان بن حکیم فخر الدین محمد ملقب بہ میرزا محمد شیرازی ثقفی حارثی، عہد جہانگیر و شاہ جہاں کے امراء واطباء میں سے تھے، شاہ جہاں کے زمانہ میں ان کو بہت سے اعزاز ملے ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء کو انتقال ہوا[۱] دیگر تفصیلات کے لیے دیکھئے مآثر الامراء ۵۷۴/۱۔۵۷۶

۶۲۔ صدر الدین شیخ ۱۱۰/۱

ان کے حالات نہیں ملتے، ممکن ہے حکیم صدرا مذکورہ ہی ہوں

۱۔ تاریخ محمدی ۲۸۵/۵/۲ ،ثبوت اکبر: فیلسوف شیرازی در ہند، تہران ۱۳۸۰ ش

۶۳۔ صفر احمد رومی، مولانا ۱/۱۲۷، ۳/۶۵

میر صفر احمد کے والد میر رمضان روم سے ہندوستان آئے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی (مقامات معصومی ۳/۷۱)، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ باقی باللہ سے خلافت یاب ہو کر ایک عرصہ تک لاہور میں مقیم رہے تو جن اصحاب نے یہاں حاضر ہو کر بیعت کی ان میں میر صفر احمد رومی اور ان کے بھائی میر مظفر حسین بھی حلقہ میں داخل ہو کر مقبولِ خاص ہوئے، آپ یہیں مقیم تھے کہ آپ کو اپنے شیخ حضرت کے خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کی خبر ملی اور یہاں سے دہلی گئے [۱]، انہی میر صفر احمد رومی کی دختر ثانیہ رقیہ کے ساتھ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا عقد مسنون ہوا، میر صفر احمد رومی کا لاہور میں ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء کو وصال ہوا، اس مبارک شادی کی تحریک لاہور کے نامور عالم حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت شیخ طاہر لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء) نے کی [۲]۔

میر صفر احمد رومی، ان کے والد میر محمد رمضان اور میر مظفر حسین کے مزارات لاہور میں حدود شہر سے باہر ملتان جانے والی شاہراہ پر ہے [۳]، اس وقت ان حضرات کے مزارات لاہور ایجوکیشن یونیورسٹی عقب سول لائنز پولیس اسٹیشن کے اندر ایک ٹبہ پر ہیں (یہ مذکورہ محل وقوع کے مطابق محض ہمارا قیاس ہے)

۶۴۔ صوفی، شیخ ۱/۳۱

صبح صادق کے مولف میرزا محمد صادق مینائی اصفہانی متخلص بہ صادق لکھتے ہیں

---

[۱] ایضاً ۳/۷۲ [۲] ایضاً ۳/۷۲-۷۴، ۱/۳۳۰، ۳۳۲ [۳] ایضاً ۳/۷۴

کہ ان دنوں (۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء) مولانا محمد سورت کی بندرگاہ پر پہنچے، ہیں میرے والد کے ساتھ ان کے اچھے مراسم ہیں، صوفی مشرب، تندخو اور درشت مزاج کے آدمی ہیں، وہ اکبر بادشاہ کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے اور گجرات میں آکر مقیم ہو گئے اور مدتوں وہاں رہے، انہیں ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء کو جہانگیر نے اپنے حضور طلب کیا، موصوف لاہور گئے تو راستہ میں ان کا اسی سنہ کو انتقال ہو گیا[1] عبدالرحیم خان خاناں سے متوسل رہے انہوں نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور انہیں اپنے کتب خانہ کا کتابدار بنا دیا، موصوف عرصہ دراز تک خانِ خاناں کی مصاحبت میں رہے، وہ اچھے اشعار کہتے تھے[2] انہیں اکثر علوم پر مہارت تامہ حاصل تھی، وہ تحقیق و تذکیر اور تصوف میں بھی مشہور روزگار ہیں، خانِ خانان کی مصاحبت میں رہتے ہیں، اور ان کی کتابخانہ سے منسلک ہیں، انہوں نے ایک رسالہ در اثبات واجب لکھ کر خان خانان کے نام معنون کیا ہے جو کتابخانہ میں میری نظر سے گذرا ہے[3]

دفتر اشعار صوفی تالیف صوفی محمد ہروی مرتبہ ایرج افشار، تہران ۱۳۸۶ش کا مذکورہ مولانا محمد صوفی (ف ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ صوفی محمد ہروی نویں صدی ہجری کے کوئی غیر معروف اور ناشناختہ شاعر تھے۔

۶۵۔ طاہر بدخشی، ملا ۱۲۲/۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۷۱، ۲۱۷، ۲/۲۰، ۲۷، ۸۶، ۳/۳۷، ۹۱، ۱۲۴

---

[1] صبح صادق بحوالہ تذکرہ نویسی فارسی ۲/۶۶۵) [2] صبح صادق بحوالہ نزہۃ الخواطر ۵/۱۸۱، تاریخ محمدی ۲/۵/۱۸۷ [3] مآثر رحیمی ۳/۵۷۔۵۸

آپ بدخشاں کے رہنے والے تھے، نہایت سادہ لوح اور قوی ہیکل تھے، فوج کے افسر تھے، ایک خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ کے حکم پر دنیا ترک کردی، حضرت خواجہ باقی باللہ کی شہرت سن کر دہلی کا رُخ کیا لیکن آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے حضرت خواجہ کا وصال ہوگیا، وہاں میر محمد نعمان بدخشی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہونے کے لئے کہا چنانچہ آپ بیعت ہوکر عرصہ تک وہاں رہے پھر حضرت نے آپ کو خلافت دے کر جونپور میں متعین کیا، انہوں نے طویل عمر پائی اور ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء کو وصال ہوا (نزہتہ الخوطر ۱۸۵/۵) لیکن تاریخ محمدی (۲۰۰/۵/۲) کے مؤلف نے دیوان خواجہ ہاشم کشمی کے حوالہ سے شیخ طاہر بدخشی کا سال وفات ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء لکھا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے کیوں کہ خواجہ کشمی تو ۱۰۴۷ھ سے پہلے ہی فوت ہوگئے تھے، نیز ملاحظہ ہو:

طبقاتِ شاہ جہانی ۱۰/ ۳۱۔۳۲

۶۶۔ طاہر ملا، خادم ۲۵/۳، ۱۰۸، انکے حالات سے ہم ناواقف ہیں

۶۶۔ طاہر لاہوری، ملا ۲۲۵/۱، ۲۲۷، ۲۵۵

اول الذکر دو مکاتیب میں ملا طاہر لاہوری، موخر الذکر میں ملا محمد طاہر لاہوری درج ہے، زبدۃ المقامات (ص ۳۴۰) میں شیخ طاہر لاہوری اور حضرات القدس (۳۱۹/۲) میں شیخ محمد طاہر لاہوری لکھا گیا ہے، ہمارا قیاس ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے رسالہ مکاشفات غیبیہ میں شیخ طاہر کے لیے جو خلافت نامہ نقل ہوا ہے اس میں محمد بن

طاہر کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، یہی اجازت نامہ حضرات القدس (۳۲۰/۲) میں بھی نقل کیا گیا ہے جہاں ان کا نام محمد الطاہر ہی لکھا گیا ہے، عام طور پر کسی کا نام محمد طاہر ہو تو طاہر کہہ کر ہی مخاطب کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ ملا طاہر لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء) حضرت مجدد الف ثانی کے اکابر خلفاء میں سے تھے، آپ حضرت کے صاحبزادگان کے استاد بھی تھے، آپ ہی کی سعی جمیلہ سے حضرت خواجہ کا نکاح میر صفر احمد رومی لاہوری کی دختر رقیہ سے ہوا تھا، انہوں نے سرہند حاضر ہو کر اس عفت مآب سید زادی کے حسن و جمال اور طہارت کی تعریف کی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو سادات کے اس گھرانہ سے شیخ طاہر لاہوری کا کوئی نسبی تعلق تھا یا میر صفر احمد رومی کی صاحبزادیاں ان کی شاگرد تھیں، بہرحال حضرت نے جس طرح اس ولیہ دختر کی تعریف کی (مقامات معصومی ۷۱/۳) وہ خاندان سے قریبی تعلق کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا، شیخ محمد طاہر لاہوری کا مزار مبارک لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں ہے۔

۶۷۔ عبدالباقی، میر، سید ۳۹/۲

ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے

۶۸۔ عبدالجلیل تھانیسری ثم جونپوری، شیخ ۱۱۲/۱

شیخ عبدالجلیل بن شمس الدین بن نورالدین صدیقی بردنوی جونپوری، انہوں نے اپنے والد گرامی اور ملا محمود جونپوری سے تحصیل کی، اس کے بعد شیخ محمد رشید عثمانی سے

بھی استفادہ کیا اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے، انہوں نے اپنے ہم نام شیخ عبدالجلیل لکھنوی (ف ۱۹ ربیع الثانی ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۷ء) سے بھی استفادہ کیا، اس طرح شیخ عزیز الحق دہلوی سے بھی کچھ پڑھا تھا، پھر ساری عمر درس و تدریس میں صرف کر دی ۸ شوال ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۶ء کو جونپوری میں انتقال کیا، وہیں دفن ہوئے

(نزہۃ الخواطر ۲۰۰/۵، دیار پورب میں علم اور علماء ۳۳۷۔۳۳۸)

۶۹۔ عبدالحق دہلوی، ملا، شیخ، فضیلت پناہ ۱۱۵/۱، ۲۹/۲

شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء) برعظیم پاکستان و ہند کے عظیم عالم، مدرس، مولف اور شیخ طریقت تھے، شیخ سید موسیٰ گیلانی، حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی اور شیخ عبدالوہاب متقی سے بیعت و ارادت تھی، آپ پر جن اساتذہ کا گہرا اثر ہے ان میں شیخ عبدالوہاب متقی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اکبر بادشاہ کے الحاد اور اس کے حوزۂ ملحدین سے ہندوستان کے مسلم معاشرہ کو اس کے اثرات سے بچایا، ہندوستان میں علم حدیث کی ترویج میں آپ کا خاص حصہ ہے۔ اسلامی علوم پر ان کی بیش بہا تالیفات آج ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا ذریعہ ہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے:

۱۔ برکت علی، منشی: مراۃ الحقائق، رام پور ۱۳۲۲ء

۲۔ سید احمد قادری: تذکرۂ شیخ عبدالحق محدث، پٹنہ ۱۹۵۰ء

۳۔ نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق محدث، دہلی ۱۹۵۳ء

۴۔ اصلاحی، ضیاء الدین: تذکرہ المحدثین ج ۳، اعظم گڑھ ۲۰۰۶ء

۵۔ علیم اشرف خان : حیات و علمی خدمات شیخ عبدالحق دہلی، ۲۰۰۱ء

۷۰۔ عبدالحی حصاری ۱/۲۷۷، ۲۷۷، ۲۹۱، ۳۰۴، ۲/۷، ۳۷

شیخ عبدالحی بن چاکر حصاری کا تعلق ترکستان کے مشہور خطہ حصار جو بخارا کے جنوب مشرق میں ہے، بعض اوقات اسے حصار شادمان بھی کہا جاتا ہے جو شمال جیحون میں واقع ہے۔[1]

شیخ عبدالحی کئی سال حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے، مخدومزادہ خواجہ محمد معصوم سرہندی کی فرمائش پر مکتوبات امام ربانی کی جلد دوم مرتب کی، "نور الخلائق" اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۰۲۸ء برآمد ہوتا ہے جس میں ۹۹ مکتوبات ہیں، آپ کو خلافت دے کر صوبہ بہار کے شہر پٹنہ بھیجا گیا، جہاں حضرت مجدد الف ثانی کے ایک خلیفہ شیخ نور محمد پہلے ہی مصروف کار تھے، انہیں ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا حکم ہوا تو یہ قران السعدین کا منظر بن گیا، حضرت نے اپنے مکاتیب بنام شیخ نور محمد میں ان کے مناقب بیان فرمائے ہیں[2]، شیخ عبدالحی حصاری نے ایک ہی سفر میں دو مرتبہ حج کیا، اس وقت ان کی عمر مبارک ساٹھ سال کی تھی[3] ان کا وصال ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء کو ہوا۔[4]

۷۱۔ عبدالرحمٰن کابلی، مفتی ۱/۱۴۵، ۱۸۶

خواجہ شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز خان نقشبندی، خواجگان نقشبندیہ وسطی ایشیاء

---

[1] ظرائف وطرائف ۲۵۳ [2] زبدۃ المقامات ۳۷۶

[3]۔ حضرات القدس ۲/۳۶۸ [4] خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۳۷۔۶۳۸، نزہۃ الخواطر ۵/۲۱۲۔۲۱۳

کی اولاد میں سے تھے ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء کو ان کی دختر کا نکاح شہزادہ سلیمان شکوہ سے شاہ جہان کی اجازت سے ہوا، اس کے بعد انہیں ہشت صدی و دو صد سوار کا منصب ملا[1] اس سے قبل ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء کو شاہ جہان نے اپنے قیام کابل کے دوران خواجہ عبدالرحمٰن کو بدخشاں کی بخشی گری پر مقرر کیا[2] جہانگیر نے جب حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے مصاحبوں کے اکسانے پر دربار میں طلب کیا تو جو معتقدین اس سے متاثر ہوئے ان میں شہزادہ شاہ جہان بھی تھا، اس نے علامی افضل خان اور مفتی عبدالرحمٰن کو فقہ کی کتابیں دے کر بھیجا کہ کتب فقہ میں سلاطین ک لئے سجدۂ تحیت کو جائز قرار دیا گیا ہے، اگر آپ جہانگیر کو سجدہ کر دیں تو آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا، میں خود بھی اس کا ضامن ہوں، جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ تو محض رخصت ہے، عزیمت یہی ہے کہ غیر حق کو سجدہ نہیں کیا جاتا۔[3]

۷۲۔ عبدالرحمٰن، میر بن میر محمد نعمان ۳/۴۴

حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفۂ نامدار میر محمد نعمان بدخشی کے فرزند ارجمند تھے، ان کے بھائی میر عبدالفتاح لکھتے ہیں:

> علامۂ محقق، فہامۂ مدقق بودند و تمام عمر در توکل گذراند و مرید حضرت شیخ احمد سرہندی اند، صاحب حال باعمل بودند و بعد از تحصیل علوم ظاہری بدرس مشغول گشتند و بخدمت طبع درس می

---

[1] عمل صالح ۳/۹۹، ۳۷۱) [2] تاریخ افغانستان در عصر گورگانی ہند ص ۱۱۰

[3] حضرات القدس ۲/۱۱۶

فرمودند و در زمانِ خود پیش رو خلق بودند و خوش گو و خوش خوی بودند و
معمور الاوقات و دائم العبادات و در طریقہ پدران خود بی نظیر
بودند، با اہل دل نزدیک و از اہل دول دور بودند، در شب برأت
از نماز مغرب بلکہ رکعت کردہ بودند کہ برحمت حق پیوستند و در سنہ
ہزار و ہفتاد و شش و عمر شریف ہشتاد و سہ بود و درون گنبد والد ماجد
خود مدفون گشتند [1]

یعنی ۱۰۸۶ء کو بعمر ۸۳ سال وصال ہوا

۷۳۔ عبد الصمد سلطان پوری، شیخ ۱۶۹/۱، ان کے حالات سے ہم ناواقف ہیں

۷۴۔ عبد العزیز جونپوری، شیخ ۱/۲

شیخ عبد العزیز بن شیخ فخر الدین بن کبیر الدین جونپوری، اکابر مشائخ میں سے
تھے ۲۹ر رجب ۱۰۴۴ھ/۱۷ر جنوری ۱۶۳۵ء کو فوت ہوئے، ان کی عمر ۸۰ سال سے
متجاوز تھی۔[2]

ان کی ولادت جونپور میں ہوئی، انہوں نے بعض درسی کتب اپنے والد گرامی
سے پڑھیں، اور اکثر کتب جونپور کے دیگر اساتذہ کی خدمت میں بھی پڑھیں، پھر انہوں
نے اپنے والد سے طریقت کی تعلیم حاصل کی، ان کی وفات کے بعد ان کے
سجادہ نشین ہوئے، مشائخ کے حالات پر ان کی ایک کتاب سیرۃ الاولیاء بھی ہے۔[3]

---

[1] مفتاح العارفین، خطی برگ ۲۵۴ب [2] تاریخ محمدی ۲/۵/۲۲۳) [3] نزہۃ الخواطر ۲۲۸/۵

جو چشتی مشائخ کا تذکرہ ہے (اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں ۱۳۹)

۷۵۔عبدالغفور سمرقندی، ملا ۱/۱۴۲، ۲۰۶، ۲۳۵

ملا عبدالغفور سمرقندی حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے (زبدۃ المقامات ۳۸۹)، انہوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی تعلیم حاصل کی (روضۃ القیومیہ ۱/۳۴۰) موخر الذکر مکتوب ملا عبدالغفور سمرقندی، حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کے نام مشترکہ طور پر صادر ہوا ہے جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ اصحاب باہم مصروف مشق تھے، خواجہ عبدالغفور سمرقندی کے نام حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا بھی ایک مکتوب (۱/۱۵۷/۳۱۶۔۳۱۸) ہے، مولانا عبدالغفور اور مولانا حاجی محمد کی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے عبدالرحیم خان خانان سے سفارش کی ہے کہ یہ حضرات جو میرے اصحاب خاص میں سے ہیں کی امداد کریں (۲/۸) گویا مولانا سمرقندی خانِ خانان سے بھی متوسل تھے، مقامات معصومی کے مؤلف میر صفر احمد معصومی نے مولانا سمرقندی کے پوتے خواجہ محمد عزیز بن خواجہ محمد صدیق پشاوری سے روایت کی ہے کہ ہمارے دادا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایام حبس (قلعہ گوالیار) کے دوران خدمت کے لئے ساتھ تھے (۳/۴۳۲) یہ اطلاع بہت اہم ہے جس سے حضرت مجدد الف ثانی کے معاصر سوانح عمریاں خالی ہیں، اسی مولف کا بیان ہے کہ مولانا سمرقندی کے فرزند خواجہ محمد صدیق کی ولادت پشاور میں ہوئی تھی (۳/۴۳۲) جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ شیخ مولانا عبدالغفور سمرقندی پشاور میں رہتے تھے (مقامات معصومی ۴/۳۲۱) مولانا سمرقندی کے ایک صاحبزادے خواجہ محمد صدیق پشاوری (ف ۱۰۹۲ء/۱۶۸۱ء)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے، مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں میں خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام حضرت خواجہ کے مکاتیب ہیں[1] خواجہ پشاوری کے پانچ چھ فرزند تھے جن میں سے خواجہ محمد حسین ممتاز تھے[2] خواجہ پشاوری اور ان کے فرزندوں کے مزارات ان دنوں پشاور شہر کے وسط میں ریلوے لائن کے ساتھ پل کے نیچے ہیں[3]۔

۷۶۔ عبدالقادر، حکیم ۱/۱۰۵

ان کے حالات سے ہم ناواقف ہیں

۷۷۔ عبدالقادر انبالی، مولانا ۱/۲۸۴، ۲/۵۶، ۹۴، ۳/۱۱۸

ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے

۷۸۔ عبدالقادر بن شیخ زکریا ۱/۹۸

ان کے والد کروڑی گر تھے، موصوف اس ملازمت سے پریشاں رہتے تھے، حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو اس سے نجات دلانے کے لئے سفارش کی تھی (۱/۴۳) دوسرے مکتوب (۱/۵۰) میں آپ نے نواب کو لکھا ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا بڑھاپے کے باوجود کروڑی گری میں گرفتار ہیں ان کے معاملہ پر توجہ کریں، ایک مکتوب (۱/۷۲) میں آپ نے خواجہ جہان خان کو بھی لکھا ہے کہ شیخ زکریا جو پہلے کروڑی تھے ان دنوں گرفتار زندان ہیں وہ ایک عالم فاضل ہیں جو اپنے اعمال کے

---

[1] ایضاً ۴/۳۲۲ [2] ایضاً ۳/۴۳۷ [3] ایضاً ۴/۳۲۲۔۳۲۳

باعث گرفتار ہیں، آپ لشکر میں آکر انہیں نجات دلائیں، شیخ عبدالقادر انہی شیخ زکریا کروڑی کے فرزند تھے جن کے حالات نہیں ملتے۔

۷۹۔ عبدالکریم سنامی، ملا ۲۷۸/۱

ان کے حالات نہیں ملتے اسی مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محمد شریف، شیخ محمد حبیب اور شیخ احمدی ایک ہی علاقہ میں رہتے اور مصروف کار تھے

۸۰۔ عبداللہ، پیرزادہ، خواجہ ۲۶۶/۱، ۳۲/۲، ۳۵، ۵۹، ۵۶/۳، ۶۰، ۷۱

شیخ عبداللہ معروف بہ خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی ابتدائی تعلیم و تربیت حضرت خواجہ کے خلیفہ باصفا خواجہ حسام الدین احمد نے کی اور جوان ہونے پر آپ کے حکم کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی تکمیل کر کے خلافت یاب ہوئے اور حضرت کی خانقاہ (قلعہ فیروزی، دہلی) میں آکر آپ کے خلیفہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، بہت سی کتابوں اور رسائل کے مولف تھے (زادالمعاد ۱۳۸/۱۔۱۷۷) ۲۵/ جمادی الاوّل ۱۰۷۴/ ۱۶۶۳ء کو خواجہ خرد کا وصال ہوا، ان کی ولادت ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء کو ہوئی (ایضاً)

۸۱۔ عبداللہ، شیخ، صوفی ۱۰۱/۳

ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں، حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب (۸۶/۱) میں حاکم پرگنہ چرک (جرک سہو کتابت) من مضافات سرہند و سلطان

پور (پنجاب) کو لکھا ہے کہ "شیخ عبداللہ صوفی از نیکان است بواسطہ بعضی حوائج قرضدار گشتہ است، امید است کہ مددی در تخلیص ذمہ او خواہند فرمود"

۸۲۔ عبداللہ، میر بن میر محمد نعمان ۱/۱۷۹

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ میر محمد نعمان بدخشی (ف ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء) کے فرزند تھے، حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

۸۳۔ عبداللطیف خوازمی، حاجی ۳/۹۸

ان کے حالات نہیں ملتے

۸۴۔ عبدالمجید، شیخ ۱/۲۲

شیخ عبدالمجید بن شیخ محمد مفتی لاہوری، شیخ عبدالمجید کے حالات نہیں ملتے مولف نزہۃ الخواطر (۵/۲۵۹) نے ان کے نام کا عنوان قائم کر کے جو کچھ لکھا ہے اس سے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی، ان کے والد مولانا شیخ العالم حاجی محمد لاہوری بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب الیہ (۱/۲۶، ۳۳ تا ۳۶) تھے۔

۸۵۔ عبدالواحد لاہوری، مولانا ۱/۱۱۶، ۳۰۷، ۲/۷۰

مولانا ان اصحاب میں سے تھے جن کی ابتداء میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے تربیت فرمائی تھی اور بعد میں خود گوشہ نشینی اختیار کر کے ان کو حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے کر دیے تھے، موصوف کثیر المراقبہ وریاضت تھے، اپنے ایک عریضہ بنام حضرت مجدد الف ثانی میں لکھا ہے کہ بعض اوقات نماز کے دوران ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے

کہ سجدے سے سر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا، موصوف تجارت کرتے تھے اور تجارتی مال لے کر بخارا تک جاتے تھے۔[1]

۸۶۔ عبدالوہاب، حکیم ۱۵۷/۱

ان کے حالات نہیں مل سکے

۸۷۔ عبدالوہاب بخاری، شیخ، سیادت پناہ ۵۶،۵۵/۱

حاجی عبدالوہاب دہلوی بخاری اول (۸۶۹۔۹۳۲ھ/۱۴۶۴۔۱۵۳۵ء) کے ایک فرزند شیخ محمد یوسف بخاری (ف ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) تھے جن کے بیٹے و جانشین شیخ عبدالوہاب تھے جو حدود ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء کو مریدین کی کثیر تعداد کے ساتھ حج کے لئے گئے، زادلمعاد میں انہیں اپنے والد شیخ محمد یوسف بخاری کا سجادہ نشین بتایا گیا ہے، انہیں خواجہ حسام الدین احمد خلیفہ و خادم درگاہ خواجہ باقی باللہؒ سے بڑی عقیدت تھی[2] مآثر الامراء (۴۰۴/۲) میں جس عبدالوہاب بخاری کے حاکم دہلی کا ذکر ہے وہ ان سے مختلف شخصیت ہیں۔

۸۸۔ عبدالہادی بدایونی، شیخ ۲۶۵/۱

شیخ عبدالہادی بدایونی نے سلوک کی تعلیم کا آغاز حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی

---

[1] زبدۃ المقامات ۳۸۸، روضۃ القیومیہ ۳۲۷/۱۔۳۲۸، نزہۃ الخواطر ۲۶۵/۵

[2] زادلمعاد ۲۲۰/۴

خدمت میں کیا، آپ نے تربیت و تکمیل کے لئے انہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سپرد کر دیا، حضرت نے خود اپنے ایک عریضہ بنام حضرت خواجہ میں ان کی ترقی سلوک کا ذکر کیا ہے، (مکتوبات ۱/۱۴/۳۵) وہ تعلیم سلوک کے دوران مولانا یار محمد قدیم کے ساتھ ایک ہی حجرہ میں رہتے تھے، آپ نے شیخ عبدالہادی کو خلافت دے کر بدایوں بھیجا[1] آپ بدایوں کے منکن فاروقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ۹ رشعبان ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۲ء کو فوت ہوئے۔[2]

۸۹۔ عبداللہ، خواجہ پیرزادہ ۱/۲۶۶

شیخ عبداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ باقی باللہ، کی ولادت یکم ربیع الاوّل ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء کو ہوئی، جب حضرت مجدد الف ثانی تیسری اور آخری مرتبہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے دونوں کم سن بچوں کو بلا کر ان پر توجہ کرنے کا امر فرمایا، اس کے اثرات ظاہر ہوئے پھر آپ نے ان کی ماؤں پر بھی غائبانہ توجہ کا حکم دیا (مکتوبات ۱/۲۶۶)

آپ نے اپنے بچوں کی تربیت کے لیے بھی فرمایا، لیکن حضرت خواجہ کی خانقاہ دہلی کے حالات کچھ ایسے ہوئے کہ آپ اس کارخیر کے لیے وہاں نہ جا سکے، یہ فریضہ

---

[1] زبدۃ المقامات ۳۸۸، حضرات القدس ۲/۳۴۴۔۳۴۵، روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۶

[2] نسیم احمدی فریدی: تذکرہ خلفائے حضرات مجدد، مقالہ مشمولہ تذکرۂ امام ربانی مجدد الف ثانی مرتبہ منظور احمد نعمانی ۳۴۳

حضرت خواجہ کے مرید خاص خواجہ حسام الدین احمد نے انجام دیا۔ جب صاحبزادگان جوان ہوئے تو انہیں ابتدائی سلوک کی تعلیم کے بعد حضرت کی خدمت میں سرہند بھیجا جہاں سے تکمیل اور حصول خلافت کے بعد دہلی واپس آکر اپنے والد گرامی کے سجادہ نشین ہوئے، خواجہ کلاں کئی کتابوں کے مؤلف تھے جن میں زادلمعاد، مبلغ الرجال، طبقات حسامیہ، احوال حضرت ابوزر غفاری اور کلیات خاص طور پر قابل ذکر ہیں، خواجہ کلاں اور خواجہ خرد دونوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمت میں تحصیل کی تھی، خواجہ کلاں کا دہلی میں ۱۸ رجمادی الاوّل ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۳ء کو انتقال ہوا۔[۱]

۹۰۔ عرب خان، مرزا ۹۰/۲

نور محمد مخاطب بہ عرب خان، شاہ جہاں کے زمانہ میں منصب دار اور فوجی مہمات میں شامل رہا، خان جہاں لودی کے خلاف شاہ جہان نے دکن کے لئے مہم روانہ کی تو اعظم خان کی ہمراہی میں عرب خان کو ہمراہ بھیجا، دسویں سال جلوس میں اُسے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار پانچ سو سوار کا منصب ملا، پھر پانچ سو سوار کا مزید اضافہ ہوا، ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۳ء کو فوت ہوا۔[۲] عرب خان کا ایک فرزند مرزا علی عرب مخاطب بہ قلعہ دار خان بھی منصب دار تھا۔[۳]

۹۱۔ علی جان، مرزا ۸۹/۱

ان کے حالات نہیں ملتے

۱۔ زادلمعاد ۱۱۳/۱۔۱۲۷ ۲۔ مآثر الامراء ۷۸۸/۲۔۷۸۹ ۳۔ مآثر الامراء ۱۰۱/۳۔۱۰۵

۹۲۔علی کشمی، ملا ۲۷/۳

ان کے حالات بھی نہیں مل سکے

۹۳۔عمک، خواجہ ۲۸،۲۷/۱

ان کے احوال بھی دستیاب نہیں ہوئے

۹۴۔غازی نائب، ملا ۵۷/۲

مولانا غازی گجراتی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے اجازت یافتہ تھے، شریعت وطریقت کے بہت پابند تھے۔[1]

۹۵۔غلام محمد، شیخ، مولانا ۱۱۷/۳

ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں

۹۶۔غلام محمد، میاں، برادر حقیقی حضرت مجدد الف ثانی ۲۸،۲۷/۱، ۱۲/۲

میاں شیخ غلام محمد بن حضرت مخدوم عبدالاحد، حضرت مجدد الف ثانی کے چھوٹے بھائی تھے، اللہ تعالیٰ نے مخدوم صاحب کو آپ کے مرشد، شیخ عبدالقدوس گنگوھی کی طرح سات فرزند عطا فرمائے تھے، حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کے چوتھے صاحبزادہ تھے، آپ سے چھوٹے میاں شیخ غلام محمد تھے[2] آپ کے سارے بھائی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے فیض یافتہ تھے، حضرت خواجہ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

[1] روضۃ القیومیہ ۳۳۹/۱ [2] زبدۃ المقامات ۱۲۵،۱۲۳

"شیخ مشار الیہ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) برادران واقربا دارد،

ہمہ مردم صالح واز طبقہ علماء، چندی را دعا گو ملازمت کردہ از

جواہر عالیہ دانستہ استعدادہای عجب دارند۔[۱]

۹۷۔ فتح اللہ، حکیم، میرزا ۱/۸۰،۸۵۔۲۰۲

حکیم میر فتح اللہ شیرازی، اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے تھے، پہلے دکن کے فرمانروا علی عادل شاہ سے متوسل ہوئے، اس کے قتل (۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء) کے بعد اکبر بادشاہ نے فرمان بھیج کر اپنے ہاں طلب کرلیا، انہیں امین الملکی کا منصب ملا اور عضد الدولہ کا خطاب بھی دیا گیا، ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء کو ہندوستان کی صدارت پر فائز ہوئے، ۹۹۷ء/۱۵۷۷ء کو کشمیر میں انتقال کیا[۲] اس وقت حضرت مجدد الف ثانی کی عمر صرف ۲۶ سال تھی گویا جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے ساتھ اتصال سے پہلے ان سے آپ کی مراسلت ہوئی تھی۔

۹۸۔ فتح خان افغان ۲/۸۷

فتح خان ملک عنبر حبشی (ف ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء) کا بیٹا تھا، باپ کی زندگی میں ہی اس نے مردانگی وشجاعت کے خوب جوہر دکھائے، ملک عنبر کی وفات کے بعد وہ نظام شاہی حکومت کا ناظم ومختار بن گیا، بغاوت کی، قید ہوا، رہائی ملی پھر اقتدار میں آ گیا۔[۳]

---

[۱] مکتوبات حضرت خواجہ ۱۳۰/۶۵ مشمولہ کلیات [۲] کاروان ہند ۲/۹۹۲۔۹۹۳ ملخصا

[۳] مآثر الامراء ۳/۳/۳۔۸

۹۹۔فرخ حسین، مولانا ۲/۷۶

ان کا تعلق افغانستان کے علاقہ بدخشاں سے تھا، بعض بشارات کی بنا پر موصوف ہندوستان آئے اور ۱۰۱۲ھ/۱۲۰۳ء کو لاہور میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملاقات ہوئی، آپ سے بیعت ہوئے، پھر خلافت یاب بھی ہوئے، صاحب نزہتہ الخواطر (۳۰۵/۵) نے ایک ملا فرخ حسین ہروی (ف ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء) کا ذکر کیا ہے جو فنونِ حکمیہ، انشاء اور شاعری میں ماہر تھے، وہ شہزادہ شجاع بن شاہ جہان کے مقرب تھے، ڈھاکہ میں اس کے ساتھ رہتے تھے۔ وہیں مذکورہ سنہ میں انتقال ہوا، جو ان سے مختلف ہیں۔

۱۰۰۔فرید بخاری، شیخ، سیادت پناہ، نقابت دستگاہ ۱/۴۳ تا ۵۴، ۶۳، ۶۴، ۱۰۳، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۹۳، ۲۱۳، ۲۳۳، ۶۲۹

نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید خاص تھے، حضرت خواجہ تلاش شیخ میں جب وسطی ایشیاء سے ہندوستان آئے تو نواب صاحب ان سے متاثر ہوئے، وہ آپ کے ساتھ بابا علی والی (ف ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء) کی خدمت میں کشمیر بھی گئے، حضرت خواجہ حصول خلافت کے لئے لاہور سے امکنہ (من مضافات سمرقند) گئے تو آپ اپنے وابستگان کو یہاں چھوڑ گئے جن کی کفالت کی ذمہ داری نواب شیخ فرید نے قبول کر لی، نواب صاحب حضرت خواجہ سے بیعت ہونے کے بعد آپ کے خلفاء خصوصاً شیخ تاج الدین سنبھلی اور حضرت مجدد الف کی خدمت میں زیر تربیت رہے،

---

[۱] روضتہ القیومیہ ۱/۱۱۸۔۱۱۹، ۳۳۹

یہاں تک کہ انہوں نے حضرت خواجہ کے حین حیات سلوک کی تکمیل کرلی، اسی لئے آپ اپنے مکاتیب میں انہیں ''قبلہ گاہی'' لکھا کرتے تھے[1]، حضرت مجدد الف ثانی نے نواب صاحب کی اس امداد کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ان کی اس معاونت کو خانقاہ کے درویشوں کی کشائش باطنی کا سبب سمجھتے تھے[2] نواب صاحب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کی اولاد میں سے تھے، وہ جہاں جہاں بھی رہے کئی محلے آباد کیے، دہلی کے مضافات میں انہوں نے جو بستی بسائی وہ ان کے نام سے فرید آباد آج بھی موجود ہے جہاں انہوں نے بہت سے صلحاء و علماء کو وظائف دے کر بسایا، مسجد اور سرائے بھی تعمیر کروائیں، نواب صاحب ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کو فوت ہو کر دہلی میں دفن ہوئے۔[3]

۱۰۱۔ فرید تھانیسری، شیخ ۴۱/۲

ان کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے

۱۰۲۔ فرید رانہونی، شیخ ۲۹۹/۱

ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں

۱۰۳۔ فیض اللہ پانی پتی، مولانا ۸۰۳/۱

ان کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے

---

[1] اسراریہ ۲۹۱ [2] مکتوبات ۵۴/۱ [3] زاد المعاد ۱۰۷۔۱۱۱

۱۰۴۔ قاسم، خواجہ ۹۰/۱

خواجہ قاسم، مخاطب بہ عقیدت خان (ف ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء) جہانگیر و شاہ جہان کے امراء میں سے تھا۔ ہزاری و پانچ صد سوار کے منصب پر فائز رہا[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کرامات کے سلسلہ میں ایک کرامت نمبر ۴۰ کا راوی بھی ہے جہاں اسے خواجہ قاسم قلیج خانی ملقب بہ عقیدت خان لکھا گیا ہے، اس نے حضرت کی خدمت میں آکر دولت مند ہونے کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے اپنے کشف سے فرمایا کہ تو ہزاری منصب پر معمور ہوگا۔[2]

۱۰۵۔ قاسم علی بدخشی، ملا ۱۱۸/۱

ملا قاسم علی بدخشی نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں سلوک کا آغاز کیا، پھر آپ نے انہیں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھیجا، جہاں آپ سالہا سال رہے، آپ نے خود اپنے ایک عریضے میں حضرت خواجہ کو ان کے بارے میں لکھا ہے:

حال ملا قاسم علی بہتر است، غلبۂ استہلاک و استغراق است واز
جمیع مقامات جذبہ بفوق قدم نہادہ و........[3]
مولانا قاسم علی را از مقام تکمیل نصیبی ہست...[4]

مولانا قاسم علی حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بعد واپس دہلی آکر خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں رہنے لگے تھے اور تاحیات

---

[1] تاریخ محمدی ۲۰۱/۵/۲ [2] حضرات القدس ۱۸۲/۲ [3] مکتوبات ۸/۱/۱

[4] ایضاً ۳۰/۱۱/۱، ۳۴/۱۴/۱

وابستہ رہے، انہوں نے آپ کے حکم پر خواجہ کلاں، خواجہ خرد اور خواجہ جمال الدین حسین بن خواجہ حسام الدین احمد اور آپ کی دختر کی تعلیم و تربیت بھی کی تھی، ملا قاسم علی کا وصال اکبر آباد میں حدود ۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء کو ہوا، وہیں دفن ہوئے۔[1]

۱۰۶۔ قربان بیگ، صوفی ۱/۱۱۴، ۲۸۳

صوفی قربان قدیم، آپ کے خلیفہ اور صاحب حال و ذوق تھے۔ سنت نبوی ﷺ کے بہت پابند تھے[2]، اس نام کے دو حضرات آپ کے خلافت یافتہ تھے، زبدۃ المقامات میں آپ کے خلفاء کی فہرست میں ایک کو صوفی قربان قدیم اور دوسرے کو جدید لکھ کر فرق بتایا گیا ہے[3] ان میں سے مکتوبات میں موخر الذکر کے نام کے ساتھ بھی جدید لکھا گیا ہے لہٰذا اول الذکر قدیم ہوئے، مولانا نور احمد امرتسری محشی مکتوبات نے پہلے صوفی قربان کے حاشیہ میں لکھا ہے "صوفی کہ بنام قربان بود او بہ ارگنج یزداں بود"[4] یقیناً یہ مکتوبات کے کسی قلمی نسخہ کے حاشیہ پر کسی مالک نے لکھا ہوگا گویا صوفی قربان قدیم کا تعلق علاقہ ارگنج یزداں سے تھا۔

۱۰۷۔ قربان جدید، صوفی ۳/۹۷

یہ بھی حضرت مجدد الف ثانی" کے خلفاء مخصوص میں سے تھے[5] تفصیلی حالات معلوم نہیں ہیں ہوئے۔

---

۱ زاد المعاد ۲/۲۰۸۔۲۰۹ ۲ روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۹ ۳ ص ۳۸۹ ۴ ۱/۱۱۴
۵ روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۹، زبدۃ المقامات ۳۸۹

۱۰۸۔ قلیج خان، ۱/۲۴، ۷۶، ۱۴۱

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے فیض یافتہ اور برادر نسبتی تھے، حضرت خواجہ کے ساتھ "ہم قومی وہم الوسی" کی نسبت بھی رکھتے تھے، یعنی حضرت خواجہ کی طرح خلجی ترک افغان تھے، ان کے والد میر محمد جان مدعوبہ خلیج بہادر بنگال کے حاکم اعلیٰ حضرت سلیمان کررانی کے داماد تھے، قلیج خان اکبر کے زمانہ میں لاہور کے گورنر بھی رہے اور اس کے حوزہ ملحدین کا ان پر کوئی اثر نہیں تھا۔ متصلب سنی تھے اور روزانہ قرآن مجید اور حدیث شریف کا درس بھی دیتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تسلیم کیا ہے کہ لاہور میں ان کا وجود غنیمت ہے اور ان کی کوشش سے یہاں احکام شرعیہ کو بہت رواج ہوا ہے[1] نواب قلیج خان کا ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء کو پشاور میں انتقال ہوا،[2] نواب قلیج خان کے سارے فرزند بڑے بڑے منصبوں پر فائز رہے، شجرہ اور ان کے خاندان کے بعض حضرات کے حالات زادالمعاد (۴/۱۹۰) میں ملاحظہ کریں۔

۱۰۹۔ قلیج اللہ بن قلیج خان ۱/۷۳، ۱۸۴، ۲/۳۲

نواب قلیج خان کے کئی فرزند تھے، ان میں سے قلیج اللہ اپنے والد کی طرح متقی اور کئی رسائل کے مولف تھے، انہوں نے ایک رسالہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں بھیجا تھا، جس کے مطالب پڑھ کر آپؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔[3]

نواب قلیج اللہ نے اپنے خانوادہ کے احوال پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا جو تاریخ محمدی

---

[1] مکتوبات ۱/۷۶ [2] زادلمعاد ۴/۱۷۵۔۱۸۸ [3] مکتوب ۱/۱۸۴

کی تالیف ۱۱۶۱ھ/۴۸-۱۷۴۷ء تک موجود اور اس کے مولف کے پیش نظر تھا (۲/۵/۲۰۷ وبہ بعد)، قلیچ اللہ کے ایک فرزند شہاب الدین قلی (ف ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء) بھی تھا۔[1]

۱۱۰۔ کبیر، شیخ ۹۲،۹۱/۱

شیخ کبیر بن شیخ منور لاہوری

شیخ کبیر نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد اور خسر میاں شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل کی خدمت میں کی، ملک الشعراء ابوالفیض فیضی کا تقرب حاصل تھا، بدایونی نے لکھا ہے کہ وہ بادشاہ شناس بھی ہیں، اسی کی صحبت میں شیخ کبیر افیون خور ہو گئے تھے، بدایونی نے انہیں افیون کے ارتکاب، رعونت، دروغ ولاف سے توبہ کی توفیق کے لئے دعا کی ہے، انہوں نے بدایونی کو جو خط لکھا تھا وہ بھی انہوں نے نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے۔[2]

ان کے والد شیخ منور لاہوری تھے، شیخ منور لاہوری (ف ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء) اکابر علماء میں سے تھے، اکبر بادشاہ نے انہیں جبراً مالوہ بھیج کر وہاں کی صدارت ان کے سپرد کر دی، جہاں وہ دس سال تک مقیم رہے، پھر بادشاہ نے انہیں معزول کر کے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا، جہاں وہ پانچ سال تک قید رہے، سلطان نے انہیں دربار میں طلب کیا، ان پر بڑے اشتعال سے غضب کیا جس سے وہیں فوت ہو گئے، غوثی مانڈوی اور بختاور خان نے ان کی بہت سی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔[3] ان کی نعش لاہور لا کر دفن کی گئی۔[4]

۱۔ تاریخ محمدی ۳/۱۶/۲ ۲۔ منتخب التواریخ ۷۲/۳

۳۔ گلزار ابرار ۳۳۲۔۳۳۵، مراۃ العالم ۴۳۶/۲ ۴۔ گلزار ۳۳۲۔۳۳۵

ان کے فرزند اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب الیہ شیخ کبیر کا ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء کو احمد آباد (گجرات) میں انتقال ہوا، ان کا مدفن بھی وہیں ہے۔[1]

۱۱۱۔کوچک بیگ حصاری ۲۰۱/۱

ان کے حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

۱۱۲۔گدا، خواجہ ۴۹/۲

حاجی خواجہ گدا، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ میر محمد نعمان بدخشی کے مرید تھے، جہاں آباد میں رہتے تھے اور ان کی عمر تقریباً سو سال ہوئی تھی شوال ۱۰۹۵ھ/۱۶۸۴ء کو انتقال ہوا، میر صاحب کے فرزند میر عبدالفتاح لکھتے ہیں:

حاجی گدا از مریدان حضرت میر محمد نعمان در شہر جہاں آبادی بود عمرش نزدیک بصد سال رسید ششم ماہ شوال سنہ ہزار و نود و پنج رحلت کردہ۔[2]

۱۱۳۔لالہ بیگ ۸۱/۱

لالہ بیگ متخلص بہ لعلی مخاطب بہ باز بہادر و جہانگیر قلی خان نے جہانگیر کے عہد میں خوب ترقی کی، بڑے بڑے منصبوں پر فائز ہوا[3] اس کے والد کا نام شاہ قلی بدخشی تھا، لالہ بیگ شہزادہ سلطان مراد سے متوسل تھا، بدایونی نے لکھا ہے کہ اُسے علم تاریخ و سیر پر

---

[1] امراۃ العالم ۴۳۶/۲ [2] مفتاح العارفین ۲۵۹ب

[3] جہانگیر نامہ باِمداد اشاریہ و مآثر جہانگیری بامداد اشاریہ (جہانگیر قلی خان)

وقوف کامل حاصل ہے، وہ شاعر بھی تھا، انہوں نے لالہ بیگ لعلی کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے [1]
لعل بیگ لعلی صوفیہ کے ایک تذکرہ ثمرات القدس کا بھی مولف ہے [2] اس تذکرے کا پورا نام ثمرات القدس من شجرات الانس ہے، اس کا ایک خطی نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں تھا جو مخطوطات کی نمائش کے لئے ڈھاکہ بھیجا گیا تو پاکستان کا وہ مشرقی حصہ پاکستان سے الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا جس سے وہ تمام مخطوطات وہیں رہ گئے، ثمرات القدس حاج جوادی کی تصحیح سے تہران سے شائع ہو چکا ہے، جس کے مقدمہ میں مرتب نے لالہ بیگ کے مفصل حالات لکھے ہیں، لالہ بیگ لعلی کا انتقال ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۷ء کو ہوا [3]

۱۱۴۔ ماہ محمود، میر ۸۳/۳ = میر ماہ محمود

۱۱۵۔ محب اللہ مانکپوری، میر سید ۲۷۲/۱، ۲۸۵، ۲۹۸، ۳۰۵، ۱۹/۲، ۸۹، ۳/۳، ۷، ۱۳، ۲۹

میر محب اللہ مانکپوری، علوم دینیہ سے بہرہ ور تھے پہلے شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری (ف ۱۰۲۹ھ/۱۶۳۰ء) کی خدمت میں پہنچے، وہاں ایک مدت تک قیام کر کے خلافت حاصل کی، اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے خلفیہ میر محمد نعمان بدخشی کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں حضرت کا نام اور مکتوبات کا اکثر ذکر ہوتا رہتا تھا جس سے ان کو حضرت کی زیارت کا اشتیاق ہوا، موصوف مدت دراز تک سرہند شریف میں رہے، حضرت نے اپنے ایک مکتوب بنام میر محمد نعمان میں لکھا ہے کہ میر سید محب اللہ

---

[1] منتخب التواریخ ۲۱۹/۳ [2] مآثر الامراء ۳۸۶/۲ [3] تاریخ محمدی ۹۴/۱۵/۲

درجات فنا پر پہنچ کر اجازت حاصل کر کے مانکپور کے لئے مرخص ہو چکے ہیں لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے خطوط بنام حضرت مجدد الف ثانیؒ میں اپنے اہل وطن کی ایذارسانی کی شکایت کی جس پر آپ نے انہیں صبر کرنے کی تلقین فرمائی، پھر بار بار اصرار کرنے پر انہیں الہ آباد جانے کا حکم ہوا، تو وہیں گوشہ نشینی اور ذکر الٰہی میں زندگی گذارنے لگے۔[1] ان کا مزار بھی الہ آباد میں ہے[2]

۱۱۶۔ محبّ علی، مولانا ۱/۲۶۲

مولانا محبّ علی سندھی، اکابر علماء میں سے تھے ان کا تعلق قوم اویماق چغتا سے تھا، ان کے والد اخوند صدر الدین ہمایوں بادشاہ کے ساتھ آئے اور ٹھٹھہ میں مقیم ہو گئے، مولانا محبّ علی کی ولادت وہیں ہوئی، عبد الرحیم خان خاناں نے ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء کو جب سندھ فتح کیا تو مولانا ان کے ہمراہ آئے، حج پر جاتے ہوئے شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری کی خدمت میں گئے اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، انہوں نے مولانا کو اجازت ارشاد بھی دے دی، حج کے بعد مولانا واپس آئے تو برہانپور میں قیام کر لیا اور پھر اپنے شیخ مذکور سے وابستہ ہو گئے، مولانا فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔

محمد صالح کنبوہ نے ان کے اشعار و مثنوی بھی نقل کی ہے[3] مذکورہ مولف نے مولانا کا سال وفات ہزار لکھ کر باقی بیاض رہنے دی ہے۔[4] مولانا عبد الحی حسنی نے

---

[1] زبدۃ المقامات ۳۸۲۔۳۸۳ [2] روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۲ [3] عمل صالح ۳/۲۸۱۔۲۸۴
[4] ایضاً ۳/۲۸۲

سال وفات حدود ۱۰۴۰ھ قیاس کیا ہے[1]۔ حسام الدین راشدی نے مولانا محبؒ علی سندھی پر رسالہ اردو میں ایک مفصل مقالہ لکھا تھا، شیخ تاج الدین سنبھلی سے بھی صحبت رہتی تھی[2] درویش نہاد و فانی مشرب واقع شدہ و درطرز تصوف تذکیر و تحقیق جنید و بایزید وقت و زمان خود است[3] نہاوندی نے مولانا کے بہت سے اشعار بھی نقل کئے ہیں[4]۔

۱۱۷۔ محمد لاہوری، حاجی، مولانا شیخ العالم ۲۶/۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶

مولانا حاجی محمد لاہوری بن قاضی صدر الدین لاہوری، اکابر علماء و مشائخ میں سے تھے، ان کے والد مولانا قاضی صدر الدین لاہوری کو جو لاہور کے قاضی تھے اکبر نے ان کو معزول کر کے گجرات کے شہر بھڑوچ کا قاضی بنا دیا[5]۔ ان کے فرزند شیخ محمد ایک قابل عالم تھے وہ وہیں اپنے باپ کے قائم مقام ہوئے (ایضاً) غوثی ماںڈوی نے ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

> قاضی محمد نام کہ در جمیع علوم و فنون و در ابواب فقر و فنا و در روش سلوک و تصوف فرد کامل است.....[6]

لاہور میں ان کے ایک ہم نامی مفتی محمد لاہوری تھے جو بڑے مدرس تھے لیکن وہ قاضی محمد لاہوری سے مختلف تھے، ان کے حالات بدایونی نے دیے ہیں۔[7]

---

[1] نزہتہ الخواطر ۳۲۲/۵ [2] اسراریہ ۳۲۷ [3] مآثر رحیمی ۴۹۰/۳ [4] مآثر رحیمی ۴۹۴/۳۔۵۱۶
[5] منتخب التواریخ ۵۸/۳ [6] گلزار ابرار ۳۷۸ [7] منتخب التواریخ ۱۰۴/۳

۱۱۸۔ محمد اشرف کابلی، خواجہ ۱/۱۳۱، ۱۴۷، ۱۷۴، ۱۸۷، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۳۵، ۲۵۱، ۲/۳۰، ۳/۱۰۷

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خاص اصحاب میں سے تھے، آپ نے انہیں "فنائے اتم کی خوشخبری دی تھی، انہوں نے سلوک کی مکمل تعلیم حاصل کی تھی۔[۱]

۱۱۹۔ محمد افضل، مولانا ۲/۴۳

مولانا خواجہ محمد افضل بدخشی کی خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ رشتہ داری تھی اور آپ نے اپنے فرزندوں کے ساتھ ان کی پرورش کی تھی، وہ بہت جلد فارغ ہو کر مرتبہ مولویت پر فائز ہو گئے تھے، موصوف حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی درگاہ میں درس دیتے تھے، آپ نے انہیں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں تکمیل سلوک کے لئے بھیجا تھا، پھر شاہ جہاں نے انہیں آگرہ بلا کر وہاں کی قضا کا منصب ان کے حوالہ کیا، وہ بادشاہ کے ہمراہ کشمیر کے سفر پر بھی گئے تھے، حضرت خواجہ محمد افضل کو حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی سے بھی عقیدت تھی[۲] انہیں حضرت خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت بن خواجہ محمد معصوم کی طرف سے خلافت "بطریق سفارت" بھی حاصل تھی[۳] موصوف نے حضرات صاحبزادگان کے ہمراہ حج کے لئے ۱۰۶۷ھ/۱۰۵۶ء سفر کیا تھا۔[۴]

---

[۱] روضۃ القیومیہ ۱/۳۴۰، زبدۃ المقامات ۳۸۹ [۲] مکتوبات معصومیہ ۲/۱۱۸
[۳] خزینۃ المعارف ۵۲ [۴] زاد المعاد ۳/۳۳۳۔۳۳۵، ۴/۲۳۲۔۲۳۵

۱۲۰۔ محمد امین کابلی، ملا ۱/۱۶۶، ۱۹۹

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے معتمد علیہ تھے، آپ نے اپنے ایک مکتوب (۱/۲۴۶) بنام میر محمد نعمان بدخشی میں میر صاحب کو اطلاع دی ہے کہ ان دنوں مجھ پر بلند علوم و معارف کا ورود ہوا ہے میں نے مولانا محمد امین کے ہاتھ اپنے دو مسودات آپ کو بھیجے ہیں ایک میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی بعض رباعیات کی شرح ہے جو وحدت الوجود سے متعلق ہیں، دوسرے اپنے دو مکاتیب بنام فرزندی ارشدی ہیں، ایک اور مکتوب (۳/۱۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا محمد امین کی والدہ بھی حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت تھیں اور وہ بھی اپنے مکاشفات اصلاح احوال کے لئے لکھ کر بھیجتی تھیں

۱۲۱۔ محمد تقی، خواجہ ۲/۳۶، ۵۸، ۶۰

ان کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے

۱۲۲۔ محمد چتری، شیخ ۱/۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۲۹۲

موصوف اپنے علاقہ چترال[۱] کے مشہور مشائخ میں سے تھے، مشیخت ترک کر کے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی خدمت میں آ گئے تھے، بہرہ ور ہو کر خلافت یاب ہوئے[۲]، ہزار ہا لوگ آپ کے مرید ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی نے جس شخص کو سب سے پہلے

---

[۱] موضع ہے جو کوچین سٹیٹ مدراس میں واقع ہے، امپریل گزیٹیر آف انڈیا ۱۰/۳۲۵

[۲] زبدۃ المقامات ۲۸۹

خلافت دی وہ بھی شیخ محمد چتری تھے۔[۳]

۱۲۳۔ محمد سعید، مخدوم زادگی ۲۵۹/۱، ۲۹۶، ۳۱۱، ۲/ ۳، ۵۵، ۷۱، ۹۸، ۲/ ۳، ۴۳، ۴۶، ۴۸، ۶۱، ۶۴، ۷۳، ۷۷، ۷۸، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۸، ۹۳، ۱۰۴، ۱۰۶

خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ، ولادت ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء وصال ۲۷/ جمادی الآخر ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء کو ہوا، آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ، اپنے بھائی خواجہ محمد صادق اور شیخ محمد طاہر لاہوری کی خدمت میں تحصیل کی، مشکوٰۃ شریف کی فقہ حنفی کے مطابق شرح لکھی، حاشیہ خیالی، رسالہ درعدم رفع سبابہ درتشہد بھی تحریر کیا، روحانی ترقیات میں آپ حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ تھے، آپ کے آٹھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں جن میں سے علامہ محمد فرخ اور شیخ عبدالاحد وحدت بہت مشہور تھے، موخرالذکر نے آپؒ کے حین حیات قیام مدینہ منورہ کے دوران آپ کے مبارک احوال پر ایک کتاب عربی میں لطائف المدینہ کے نام سے لکھی تھی جو راقم عاجز کے مفصل مقدمہ، ملخص اردو ترجمہ اور حواشی کے ساتھ حوزہ نقشبندیہ، لاہور سے ۲۰۰۴ء کو طبع ہوئی، آپ کے مکتوبات بھی شائع ہو چکے ہیں۔

۱۲۴۔ محمد شریف خان ۹۶/۱، ۲۵۸

صاحب ذوق وسخن تھے، شیخ محمد فضل اللہ اور شیخ عیسی سندھی کی صحبت میں رہتے تھے ان کے اجازت یافتہ بھی تھے، میر محمد مومن نے ان کے لئے ولایت سے خلافت نامہ

---

[۳] روضۃ القیومیہ ۳۳۸/۱۔۳۳۹

بھیجا تھا، اوائل حال میں لشکر میں ملازم رہے، میر معصوم خان کابلی کے مقرب تھے، آخر میں ملازمت ترک کر کے خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت اختیار کر لی تھی، شیخ محمد شریف خان کا انتقال ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰ء کو ہوا، ان کی قبر قدم علی مرتضیٰ کے پاس ہے، اس وقت ان کا ایک فرزند نیک و شاعر ہے وہ بھی امراء سے وابستہ ہے [1] محمد شریف خان امیر الامراء (ف ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء) جن کا ذکر توزک جہانگیری (ص ۱۱۳) میں ہے ان سے مختلف شخصیت ہیں۔

۱۲۵۔ محمد صادق، میاں، مخدوم زادہ ۱/۱۸۱، ۲۰۸، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۶۰

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پہلے اور بڑے فرزند گرامی تھے، ولادت ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کو طاعون کی وباء کے دوران ہوئی گویا ۲۵ سال کی عمر میں یہ صاحبزادے مروجہ دینی علوم کے ماہر استاد تھے اور اس عہد کے درجۂ مولویت کو پہنچ کر سلوک کی تکمیل بھی کر چکے تھے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے منظور نظر تھے، خود حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں ان کی وفات کی اپنے اصحاب کو اطلاع دیتے ہوئے ان کے بلند مرتبہ کی متعدد مرتبہ تعریف کی ہے، رک:

i۔ زبدۃ المقامات ۳۰۰۔۳۰۸ ii۔ حضرات القدس ۲۲۰۲۔۲۳۳

iii۔ عوارف المعارف، نسخۂ عکسی بخط خواجہ محمد صادق، مقدمۂ مفصل نوشتہ محمد اقبال مجددی (زیر طبع)

---

[1] اسراریہ ۱۴۹

۱۲۵۔ محمد صادق کشمیری، مولانا ۱/۱۰۶، ۱۰۷، ۲/۲۲، ۲۸، ۳/۳۹

مولانا محمد صادق ہمدانی کشمیری کی ولادت حدود ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء کو ہوئی اور ان کی وفات رمضان ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء کو دہلی میں ہوئی، حضرت خواجہ باقی باللہ کی دوسری زوجہ محترمہ انہی کی بہن تھیں، ۱۵ سال کی عمر میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابتدائی تربیت آپ ہی نے کی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ فرید دہلوی (ف ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء) سے تحصیل علم کی، کئی کتابوں کے مولف تھے، جن میں سے مندرجہ ذیل کتب کا علم ہے۔ کلمات الصادقین، طبقات شاہ جہانی، آثار شاہ جہانی کے خطی نسخے معلوم و متعارف ہیں، ان کے علاوہ سلسلۃ الصادقین، اسماء الرجال مشکوٰۃ اور حکایات الراشدین، مآثر جہانگیری اور مناقب انبیاء کے نام ملتے ہیں، مولانا محمد صادق ہمدانی کشمیری فارسی کے شاعر اور تاریخ گو بھی تھے۔[1]

۱۲۶۔ محمد صادق ولد حاجی محمد مومن ۲/۴۴

شیخ محمد صادق کے حالات معلوم نہیں ہو سکے، ان کے والد شیخ محمد مومن بن مرحوم خواجہ علی خان بھی حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ تھے۔[2]

۱۲۷۔ محمد صدیق، خواجہ، ملقب بہ ہدایت ۱/۱۳۲ تا ۱۳۶، ۱۶۲، ۱۷۶، ۱۸۸، ۲۱۲، ۲/۲۱، ۵۱، ۳/۸

خواجہ محمد صدیق کشمی متخلص بہ ہدایت بدخشاں کے مشہور شہر کشم سے

---

[1] زاد المعاد/۳/۲۷۷۔۲۸۲/۴/۱۹۱۔۲۰۲ [2] مکتوبات ۲/۶۴

ہندوستان آئے، جوانی سے ہی شعر وادب کا ذوق رکھتے تھے، یہاں آکر عبد الرحیم خانِ خاناں سے متوسل ہو گئے، اسی دوران حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا، حضرت خواجہ ان کی روحانی استعداد کے قائل تھے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد موصوف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حضور حاضر ہوئے، آپ بھی ان کی روحانی استعداد کے معترف رہے، ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء کو اپنے متعلقین سمیت حج کے لئے گئے، انہیں حضرت خواجہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے معارف سے کامل آگہی حاصل تھی، شعر خوب کہتے تھے، انہوں نے حکایت شیشہ گر ماچین مثنوی مولانا روم کے وزن پر لکھی، مثنوی خسرو وشیریں کے وزن پر بھی ایک مثنوی ان کی یادگار ہے، خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں [1]۔

بدخشاں وماوراء النہر کی سیر کے لئے بھی گئے تھے، انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا رسالہ مبدا ومعاد آپ کی بیاض خاصہ میں سے الگ کر کے ایک رسالہ کی شکل دی تھی یہ رسالہ انہوں نے ۱۰۱۹ھ کو مرتب کیا جو متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے، خواجہ محمد صدیق کا وصال ۱۰۵۰ء کو ہوا [2] شیخ کمال محمد سنبھلی نے جو ان سے واقف بھی تھے ان کا سال انتقال ۱۰۵۱ھ لکھا ہے [3] ان کی زوجہ محترمہ حضرت خواجہ کے مطبخ میں آپ کی والدہ کے ساتھ معاون تھیں، حضرت خواجہ کی اجازت یافتہ اور خواتین کی تربیت بھی کرتی تھیں [4]، شیخ محمد صدیق کے دو فرزند تھے، خواجہ عطاء اللہ اور خواجہ محمد فاروق جو شاعر بھی تھے [5]

---

[1] زبدۃ المقامات ۱۸۲، ۱۸۲ب ۲۷۴ [2] حضرات القدس ۲/۳۴۳ [3] اسراریہ ۱۳۶ [4] حضرات ۲/۳۴۳
[5] مفتاح العارفین ۲۲۱ب

خواجہ محمد فاروق لطافت شعر وظرافت میں یگانہ آفاق تھے، علامی افضل سے وابستہ تھے، علامی نے انہیں شاہ جہان سے متعارف کروایا، تو انہیں صوبہ کابل میں متعین کیا گیا، خواجہ محمد صادق نے ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں، کابل کے صوبہ دار نواب سعید خان نے محمد فاروق کی ترقی میں خوب مدد کی، اشعار کا نمونہ طبقات شاہ جہانی میں ہے [۱]
خواجہ محمد فاروق کتابوں کے بہت شائق تھے، مجھے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں ان کی ملکیت میں رہنے والے کئی مخطوطات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جن پر ان کے مواہیر بھی ثبت ہیں، خواجہ محمد صدیق کا تخلص ہدایت تھا [۲] محشی مکتوبات مولانا نور احمد امرتسری نے سہواً (مکتوب ۲/۲۱) میں ان کے لقب ہدایۃ کو ہدایہ پڑھ کر حاشیہ میں لکھ دیا ہے کہ موصوف فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں زیادہ غلو کرتے تھے اس لئے ان کو یہ لقب ملا۔

۱۲۸۔ محمد طالب بدخشی، خواجہ ۲/۴۸

ان کے احوال نہیں مل سکے

۱۲۹۔ محمد عارف ختنی، ملا ۲/۹

ختن کے رہنے والے تھے، جو کاشغر کے نیچے اور یورکند کی پشت پر ترکستان میں واقع ایک قدیم بستی ہے [۳]، ملا محمد عارف ختنی کے احوال نہیں ملتے۔

۱۳۰۔ محمد فرکتی، حاجی، مولانا ۱/۳۰۹، ۲۳۵، ۲/۲۴، ۳۰

موصوف بظاہر اہل سپاہ میں سے تھے لیکن حقیقت میں ان کا اجلہ اصحاب خانقاہ

---

[۱] طبقات شاہ جہانی ۱۰/۶۰۔۶۱ [۲] حضرات القدس ۲/۳۲۷ [۳] ظرائف وطرائف ۲۶۹

میں شمار ہوتا تھا۔[1]

مکتوب (۲۳۵/۱) ملا عبدالغفور سمرقندی، حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کے نام مشترکہ طور پر صادر ہوا ہے جس سے قیاس ہے کہ یہ اصحاب باہم مصروف کار ہوں گے۔

ملا عبدالغفور کے حال میں تو ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ پشاور میں رہتے اور وہیں دفن ہیں۔

۱۳۱۔ محمد مراد کشمی بدخشی ۲/۶۹، ۲۴/۳

میر محمد مراد بدخشی، سیدزادہ اور خواجہ خاوند محمود کے مرید تھے، ان پر خاکساری اور گم نامی کا غلبہ تھا، ان پر آغاز میں ہی بڑا قوی جذبہ طاری ہوا، ہندوستان چلے آئے، جہاں ان کا خواہر زادہ سہ ہزار منصب پر تھا، اس نے بادشاہ سے ملوایا، ان کو بھی منصب دیا گیا لیکن جلد ہی ترک دنیا کر کے جنگل میں چلے گئے، بہت سے علاقوں کا سفر بھی کیا اور سنبھل میں آکر مقیم ہو گئے، قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا اور وظائف میں مصروف رہنا ان کا شیوہ زندگی بن گیا۔ سو سال کی عمر میں ۸/ جمادی الاول ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۸ء کو انتقال ہوا[2] سنبھل میں ہی دفن ہیں، مکتوبات کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ان کے نام کے ساتھ از خادمان میر محمد نعمان لکھا ہے[3] سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے میر محمد نعمان بدخشی سے بھی باطنی فیض پایا تھا۔

۱۳۲۔ محمد مراد قوربیگی ۲/۸۱ ان کے حالات نہیں مل سکے

۱۔ زبدۃ المقامات ۳۸۹ ۲۔ مفتاح العارفین ۲۴۹ب، اسراریہ ۲۳۳ ۳۔ مکتوبات ۲۴/۳

۱۳۳۔ محمد معصوم، خواجہ، مخدوم زادہ مجد الدین ۱/۱۹۴، ۳۰۰، ۳۰۲، ۲/۶، ۱۱، ۵۵، ۲/۷، ۳/۷، ۹۸، ۳/۲، ۴۳، ۵۳، ۶۲، ۶۴، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۹۴، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے اور جانشین تھے، حضرت کے بعد احیاءِ دین کی تحریک آپؒ نے جاری رکھی جس کے نتیجے میں اورنگزیب عالمگیر محی الدین بن کر مسلمانانِ ہند کے لئے دینی و سیاسی تفوق باعث بنا، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرح آپ کے مکتوبات بھی تین جلدوں میں آپ کے حین حیات مرتب ہو کر اطراف عالم میں پھیل گئے تھے، خواجہ محمد معصوم کی ولادت ۱۰۰۷ھ /۱۵۹۸ء اور وصال ۱۰۷۹ھ /۱۶۶۸ء کو ہوا، تفصیل کے لئے آپ کے نواسے کی تالیف مقامات معصومی کی چار جلدیں ملاحظہ کریں۔

۱۳۴۔ محمد معصوم کابلی، ملا ۱/۱۴۰، ۱۸۳

ملا محمد معصوم کابلی، اکابر علماء میں سے تھے، خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے علوم حکمت مولانا کابلی کی خدمت میں پڑھے تھے [۱]۔ مولانا فقہ حنفی کے جید عالم تھے، خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ان کی وفات پر قطعہ تاریخ لکھا تھا یعنی "مُروِّج شریعت نماند" مادۂ تاریخ ہے، جس سے ۱۰۲۶ھ برآمد ہوتا ہے [۲]۔

---

[۱] حضرات القدس ۲/۲۲۳ [۲] تاریخ محمدی ۲/۵/۱۳۸

۱۳۵۔ محمد مقیم قصوری ۱/۱۲۸، ۳/۶۶

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ خواجہ محمد معصوم سرہندی کا بھی ایک مکتوب انہی شیخ محمد مقیم قصوری کے نام ہے[1]۔ اسراریہ کے مؤلف نے شیخ محمد مقیم لاہوری کے نام سے جس فرد کا ذکر کیا ہے، وہ یہی محمد مقیم قصوری ہوں گے، انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے انہیں لاہور میں لشکر کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا، میں بھی اسی لشکر میں تھا، ہم نے ایک دوسرے سے اپنے مشائخ کے بارے میں پوچھا (ص ۲۲۹)

۱۳۶۔ محمد مکی، شیخ پسر حاجی قاری موسیٰ لاہوری ۱/۲۱

ان کے حالات نہیں ملتے

۱۳۷۔ محمد مودود، شیخ، میاں ۱/۲۲۶، ۲/۱۰، ۳/۱۱۹

میاں شیخ مودود حضرت مجدد الف ثانیؒ کے برادر حقیقی تھے جو حضرت سے چھوٹے تھے[2]، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، تفصیلی حالات نہیں ملتے۔

۱۳۸۔ محمد مومن بن مرحوم خواجہ علی خان ۲/۶۴

ان کے حالات نہیں ملتے، ان کے ایک اور بھائی شیخ محمد صادق بھی حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب (۲/۴۴) الیہ ہیں۔

---

[1] مکتوبات معصومیہ ۱/۱۵۱/۱۶۷ [2] زبدۃ المقامات ۱۲۵

۱۳۹۔ محمد نعمان بدخشی، میر ۱/۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۲۴، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۵۷، ۲۶۱، ۲۸۱، ۳۱۲، ۲/ ۴، ۹۲، ۹۹، ۳/ ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۶، ۳۰، ۳۶، ۴۹، ۱۰۲

حضرت میر محمد نعمان بدخشی (۹۷۷ـ۱۷/صفر ۱۰۵۹ھ/۱۵۶۹ـ۱۶۴۹ء) بن شمس الدین ملقب بہ میر بزرگ بن میر جلال الدین حسن بن میر عبدالحمید، کے اجداد میں سے میر عبدالحمید بدخشاں سے مکہ مکرمہ گئے پھر وہاں سے کشمیر آئے اور شیخ شرف الدین ملقب بہ میر بُلبل شاہ کی خدمت میں رہے، ان کی صاحبزادی سے نکاح ہوا، ان کے ایک فرزند امیر جلال الدین تھے جن کے خلف الرشید شمس الدین ملقب بہ میر بزرگ (ف ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء) میر محمد نعمان بدخشی کے والد گرامی تھے، میر محمد نعمان شیخ کی تلاش میں ہندوستان آئے۔ ابتداء میں ملازمت کی پھر روحانیت کی طرف راغب ہوئے، کئی مشائخ سے ملے آخر میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بیعت ہو کر سلوک کا آغاز کیا لیکن تکمیل حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے بعد سرہند حاضر ہو کر کی، ان کے بہت سے مریدین تھے، ان کے چھ فرزند بھی صاحب علم وتقویٰ تھے[۱]، میر محمد نعمان کا ایک رسالہ سلوک ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے حیدرآباد سے شائع کیا تھا۔

میر محمد نعمان بدخشی پر ہمارا ایک مفصل مقالہ (رسالہ) الاحسان، شمارہ ۳ (جنوری تا جون ۲۰۱۵ء) شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد میں شائع ہوا تھا۔

---

[۱] مفتاح العارفین برگ ۲۲۷ ب، ۲۴۴۔(وبہ بعد)

۱۴۰۔ محمد ہاشم کشمی بدخشی ۱/۲۹۰، ۳۱۰، ۳۱۳، ۲/۷۴، ۹۳، ۹۷، ۳/۴۲، ۵۲، ۶۸، ۷۵، ۹۰، ۹۲، ۹۶

خواجہ محمد ہاشم کشمی، بدخشان کے خطۂ کشم میں ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء کو متولد ہوئے ان کے والد گرامی خواجہ محمد قاسم (ف ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳) بھی عالم و عارف تھے، خواجہ محمد ہاشم کشمی تلاش شیخ میں ہندوستان آئے اور اپنے ہم وطن میر محمد نعمان بدخشی کی خدمت میں برہانپور گئے، ان سے روحانی فیض پایا ان کی نسبت نعمانی انہی کے نام سے ہے، انہی کی اجازت وتشویق سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء کو سرہند حاضر ہوئے، پھر سفر وحضر میں آپ کے ساتھ ہی رہے، میر محمد نعمان بدخشی کی ایک صاحبزادی جو خواجہ باقی باللہؒ کی تربیت یافتہ تھیں آپ کے عقد میں تھیں، قلعہ گوالیار سے رہائی کے بعد جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کو جہانگیر کے ساتھ لشکر میں رہنا پڑا تو خواجہ محمد ہاشم بھی آپ کے ہمراہ تھے، ڈھاکہ یونیورسٹی کے مخطوطہ دیوان خواجہ محمد ہاشم کے ایک زاید ورق پر ان کا سال وفات ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء درج ہے جو قرائن کے قریب معلوم ہوتا ہے (نقد عمر ۵۳)، خواجہ کشمی کے ایک ہی فرزند تھے خواجہ محمد قاسم، خواجہ کشمی کئی کتابوں کے مولف تھے، جن میں سے زبدۃ المقامات (مطبوعہ) مجموعہ رسائل کشمی اس میں آٹھ رسائل ہیں، تفصیل کے لیے دیکھئے عارف نوشاہی: نقد عمر ۴۲۔۵۱، دیگر رسائل و دیوان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند (۲/۸۲۵۔۸۲۹)

۱۴۱۔ محمد ہاشم، خادم، مولانا ۶۵/۲

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء کی فہرست میں ایک نام مولانا محمد ہاشم خادم بھی لکھا ہے[1] لیکن حالات نہیں لکھے، موصوف چونکہ آپ کی خدمت میں ہر وقت رہتے تھے اس لئے آپ کے نام کے ساتھ لفظ خادم لکھا گیا، حضرت کے وصال کے ایام (۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) میں یہی خادم آپ کے استنجا کے لئے بغیر ریت کے طشت لائے تو فرمایا کہ اس میں ریت ڈال کر لاؤ کہ قطرات نہ اڑیں[2]، حضرت ان پر بہت مہربان تھے، سلوک باطنی کی تکمیل کے بعد خلافت یاب ہوئے تھے[3]

۱۴۲۔ محمد یوسف، شیخ = یوسف برتی، شیخ

۱۴۳۔ محمود لاہوری، حافظ ۱۴۴/۱

ان کے احوال نہیں ملتے

۱۴۴۔ محمود، حافظ ۱۷۵/۱، ۲۸۰

حضرت کے ایک اور مکتوب الیہ حافظ محمود ہیں جن کے نام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں لکھی گئی، البتہ زبدۃ المقامات (۳۸۹) میں ایک حافظ محمود گجراتی ہیں جو اہل سپاہ میں سے تھے، ان کے بارے میں روضۃ القیومیہ (۳۴۰/۱) میں ہے کہ وہ آپ کے معتبر یاروں میں سے ہیں، ان کو آپ نے مقام ولایت کے انتہائی درجہ کی خوشخبری دی

---

[1] زبدۃ المقامات ۳۸۹ [2] وصال احمدی ۲۲ [3] روضۃ القیومیہ ۳۳۹/۱

تھی، یہاں بھی ان کے نام کی نسبت گجراتی درج ہے۔

۱۴۵۔ محمود، سید، سیادت مآب ۵۸/۱، ۵۹، ۶۰، ۶۱

سید محمود بن سید اشرف امروہوی، ہمیں عرصے سے تامل تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے یہ مکتوب الیہ کون ہیں، لیکن جب مکتوب (۶۱/۱) در ترغیب بر صحبت شیخ کامل......... دیکھا تو یہ قیاس یقین میں بدل گیا کہ یہاں محمود امروہوی ہی مراد ہیں کیوں کہ مذکورہ مکتوب میں حضرت نے ان سے میاں شیخ تاج سنبھلی کے وجود کو ان کے صوبہ میں غنیمت قرار دیا، یہی میاں شیخ تاج الدین حضرت خواجہ باقی باللہ کے اولین خلیفہ تھے، بعد میں یہی سید محمود میاں شیخ تاج الدین کے مرید و داماد بنے، انہیں علوم صوفیہ میں بہرہ کامل نصیب ہوا، انہیں خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ کے ساتھ بڑی موانست تھی، ان میں باہم مکاتبت بھی تھی، ان کے والد سید اشرف امروہوی (ف ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء) بھی عالم و فقیہ تھے[۱]

سید محمود امروہوی نے اپنے شیخ و خسر حضرت میاں شیخ تاج الدین سنبھلی کے مناقب میں عربی میں ایک رسالہ تحفۃ السالکین فی ذکر الشیخ تاج العارفین کے نام لکھا تھا، یہ بیش قیمت رسالہ شیخ تاج الدین کے حین حیات لکھا گیا تھا، ہم نے یہ رسالہ اور شیخ تاج الدین کے تمام دستیاب شدہ رسائل ایک مجموعہ میں جمع کر دیے ہیں جو طباعت کے منتظر ہیں، سید محمود امروہوی کا ۱۰۳۲ھ/ ۱۶۲۲ء کو انتقال ہوا[۲]

---

[۱] اسراریہ ۲۰۴۔۲۰۵ [۲] ایضاً ۲۰۴، مفتاح العارفین ۲۳۲ ب

ان کے ایک فرزند عصمت اللہ امروہوی بھی روحانیت سے سرفراز تھے۔[1]

۱۴۶۔ محمود پہلوان ۳/۸۷، ۸۸، ۱۹۷، ان کے احوال نہیں مل سکے

۱۴۷۔ مزمل، میاں، شیخ ۱/۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قدیم اصحاب میں سے تھے، سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے تھے، حضرت نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نام ایک عریضہ میں میاں شیخ مزمل کی روحانی ترقی کا ذکر بھی کیا ہے۔[2] خواجہ محمد معصوم نے حضرت کو خود اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے:

امشب کہ شب شنبہ بیست و ششم ربیع الثانی است میاں شیخ مزمل ازیں دار رحلت نمودند، خوب رفتند در وقت دفن کلاہِ تبرکی آنحضرت را کہ پیش بندہ بود و رای کلاہی کہ آنحضرت بندہ را بہ تخصیص عنایت فرمودہ بودند بر سر ایشاں پوشانیدیم[3]

یہاں حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے صرف تاریخ وفات ۲۶ / ربیع الثانی لکھی ہے سنہ نہیں لکھا لیکن زبدۃ المقامات (ص ۳۶۴) میں سنہ ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء تحریر ہے، میر عبدالفتاح نے ان کا سال وفات ۱۰۳۰ھ دیا ہے۔[4] یہی سنہ تاریخ محمدی ۲/۵/۱۵۷ میں بھی درج ہے، جو زبدۃ المقامات جیسے معاصر ماخذ کی روشنی میں اہمیت نہیں رکھتا۔

---

[1] اسراریہ ۲۵۷ [2] مکتوبات ۱/۱۱ [3] مکتوبات معصومیہ ۱/۳/۵۹
[4] مفتاح العارفین ۲۳۲ ب

۱۴۸۔ مظفر، ملا ۱/۱۰۲

ان کے احوال سے ہم ناواقف ہیں

۱۴۹۔ مظفر خان، مرزا ۱/۱۷۸، ۲/۷۵

مرزا مظفر خان سرہند کا فوجدار تھا، اس نے جب وہ قصبہ جیت پور میں تھا تو ارادہ کیا کہ پہاڑوں کے سرکش لوگوں کے خلاف کاروائی کرے، اس نے وہاں کے کسی بزرگ سے فتح کی بشارت مانگی تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا، لیکن جب اس نے خط کے ذریعہ اپنے اس ارادے کی حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اطلاع دی تو آپؒ نے فرمایا کہ ایسا نظر نہیں آتا، واقعی اسے پہاڑیوں سے شکست ہوئی، اس کا علم ونقارہ بھی چھن گیا۔[1]

مرزا مظفر خان کا ذکر کتب تاریخ میں نہیں ملتا اور نہ ہی اس کی اس مہم کی تفصیلات ملتی ہیں، پروفیسر سبھاش پریہار نے بھی اپنی کتاب سرہند کی تاریخ میں اس کا صرف یہی حوالہ دیا ہے، رک: History and Architectural Remains of Sirhind, Delhi, 2006,p.12

۱۵۰۔ مقصود علی تبریزی ۲/۹۵، ۳/۲۲، ۳۲

ان کے حالات نہیں مل سکے

---

[1] حضرات القدس ۲/۱۹۱۔۱۹۲

۱۵۱۔ مقیم، خواجہ = محمد مقیم قصوری ۱۲۸/۱

۱۵۲۔ مریز خان افغان ۵۵/۳

آپ کے مکتوب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریز خان پہلے طبقۂ فقراء سے تعلق رکھتا تھا پھر دنیا کی خاطر اس سے الگ ہو کر منصب داروں سے مل گیا، توزک جہانگیری میں ۹ر محرم ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء کے واقعات کے تحت ایک افغان بغاوت کو فرو کرنے کے سلسلے میں مہم بھیجے جانے کا ذکر ہے کہ افغان باغیوں کو شکست ہوئی، ان باغیوں میں مریز خان بن عثمان خان بھی شامل تھا۔[1]

۱۵۳۔ منصور عرب ۱۸۵/۱، ۱۹۶۔

یہ کوئی منصب دار تھے، کتب تاریخ میں تفصیل نہیں مل سکی، ایک مکتوب (۱۸۵/۱) میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مولانا فاضل سرہندی جو منصور عرب سے متوسل تھے، کی سفارش کی ہے کہ ان کے والد معمر اور سرہند میں ہیں، انہیں والد سے ملنے کے لئے رخصت دیں۔

۱۵۴۔ منصور بیگ، میر ۶۳/۳، ۶۷، ۱۲۰

میر سلطان منصور بیگ کے اجداد ختلان و بدخشاں کے حکمران تھے۔ ان کے والد میر مہدی اکبر کے زمانہ میں وہاں کے حالات کی خرابی کے باعث ہندوستان چلے

---

[1] توزک، وقائع (۱۰۲۱ھ........) ص ۱۲۱ طبع تہران

آئے وہ امیر تیمور کی اولاد میں سے تھے، ان میں سے مرزا سلیمان بن خان مرزا ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء کو لاہور میں فوت ہوا، باقی افراد معزز عہدوں پر فائز رہے، میر منصور بھی سلطنت سے وابستہ رہے پھر اکبری و جہانگیری عہد کے فتورات سے دلبرداشتہ ہو کر ان سے الگ ہو گئے اور خواجہ حسام الدین احمد سے روحانی وابستگی اختیار کر لی، انہوں نے آپ سے تعلیم طریقہ کی درخواست کی جس پر انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعریف کرتے ہوئے انہیں سرہند جانے کی تشویق دلائی، آپ نے اپنے ایک مکتوب (۱۲۰/۳) میں انہیں ملازمت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مبارک باد دی ہے، میر منصور ان افراد میں بھی شامل تھے جو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے کے منتظر تھے لیکن ترک ملازمت کے باوجود میر منصور جہانگیر کو یاد آئے تو انہیں اعزازات سے نوازا، خواجہ حسام الدین احمد اپنی مجالس میں کہا کرتے تھے کہ جہانگیر کے زمانہ میں دین اسلام کو جو تقویت میر منصور بیگ سے حاصل ہوئی وہ کسی طرح بھی قاضی اسلم ہروی اور مولانا میر محمد فاضل لاہوری سے کم نہیں تھی، حقیقت میں اس عہد کے شیخ الاسلام یہی ہیں[1]۔

۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء کے واقعات کے تحت تو زک جہانگیری میں مہابت خان کی بغاوت کے دوران جہانگیر کی منصور بدخشی کے ساتھ ترکی میں گفتگو کرنے کا ذکر ملتا ہے[2] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ سن تک بقید حیات تھے۔

---

[1] زاد المعاد ۳۳۰/۳۔۳۳۱، ۲۲۸/۴۔۲۳۳ [2] توزک ۴۸۷

۱۵۵۔ منوچہر، میرزا ۳/۳۵

مرزا خان منوچہر بن میرزا ایرج شاہنواز خان بن عبدالرحیم خانِ خانان جہانگیر کے عہد میں اُسے مرزا خان کا خطاب ملا، تین ہزار ذات اور ہزار سوار کا منصب بھی دیا گیا، بہت ہی مہمات میں شریک رہا، شاہ جہان نے بھی نوازشات کیں، اورنگ زیب کے زمانہ میں بھی نوازا گیا، برہانپور کے مشہور صوفی بزرگ شیخ عبداللطیف برہانپوری (ف ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء) کا عقیدت مند تھا، ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء کو فوت ہوا[۱]، اس کی عمر تقریباً ستر سال تھی۔[۲]

۱۵۶۔ مودود محمد = محمد مودود

۱۵۷۔ موسیٰ شوجین، قاضی ۳/۶۹

شیخ اسحٰق انہی کے فرزند اور آپ کے مکتوب الیہ (۳/۷۰) تھے، قاضی موسیٰ کے مختصر حالات کے لئے دیکھئے، اسحٰق، مولانا قاضی موسیٰ

۱۵۸۔ مومن بلخی، میر ۱/۱۵۱، ۳/۹۹

ان کا سال وفات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے ۱۰۲۷ھ لکھا ہے (اشاریہ مکتوبات)

۱۵۹۔ مہدی علی کشمیری، خواجہ ۲/۵۲

خواجہ شیخ مہدی علی کشمیری، اپنے عہد کے برگزیدہ افراد میں سے تھے، انہوں

---

[۱] مآثر الامراء ۳/۴۸۷۔۴۸۹ [۲] تاریخ محمدی ۲/۵/۳۶۱

نے اہل تقویٰ سے ملاقات کے لئے کئی سفر کیے، حضرت مجدد الف ثانیؒ کی صحبت میں بھی رہ کر، بہرہ ور ہوئے۔ جب واپس کشمیر آئے تو سوپور میں قیام کرلیا....... ان کا مقبرہ بھی وہاں مشہور ہے[1] مولانا حسن کشمیری اور حافظ محمود کے ساتھ ان کے روحانی مراسم تھے[2]

ایک مہدی علی کشمیری فارسی شاعر تھے جن کا لذتی تخلص تھا ان کا انتقال ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء کو ہوا[3] اس لیے ان کا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرید شیخ مہدی علی سوپوری سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔

۱۶۰۔ میر ماہ محمود، خواجہ ۵۲/۲

میر ماہ بن میر شمس الدین، از امرائے شاہ جہانی دریں سال ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۴ء یا سال آیندہ فوت شد، والد کی زندگی میں ہی پانصدی ۵۰۰ سوار کا منصب تھا۔[4]

۱۶۱۔ نصر اللہ، قاضی ۵۰/۳

ان کے حالات نہیں ملتے، ایک حافظ نصر اللہ بن قاضی برہان الدین بنبانی گجراتی، وکیل و صاحبِ مدار خانہ عبد الرحیم خان خاناں تھے، جو ۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰ء کو قتل

---

[1] تاریخ کشمیر اعظمی ۱۳۱۔۱۳۲ ان کا سال وفات معلوم نہیں ہے (واقعات کشمیر=ترجمہ تاریخ کشمیر اعظمی، تعلیقات ڈاکٹر شمس الدین احمد ص ۷۸۰) [2] مکتوبات ۲۷۹/۱، ۲۸۰

[3] تاریخ محمدی ۲۷/۵/۲، راشدی، حسام الدین: تذکرہ شعرای کشمیر ۱۴۲۷/۳۔۱۴۲۸

[4] تاریخ محمدی ۳۰۳/۵/۲ عمل صالح ۳۷۸/۳

کر دیئے گئے[1] ممکن ہے یہ ان سے مختلف ہوں یا خانِ خاناں کے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ تعلقات کی بنا پر حضرت کو یہ مکتوب لکھا ہو۔

۱۶۲۔ نظام تھانیسری، شیخ ۱/۲۹، ۳۰

شیخ نظام الدین بن شیخ ابوشکور فاروقی تھانیسری، شیخ جلال الدین تھانیسری (ف ۹۸۹ھ/۱۶۸۱ء) جو شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری کے خلیفہ تھے، شیخ نظام تھانیسری، انہی شیخ جلال کے خلیفہ و داماد تھے، شہزادہ خسرو بن جہانگیر نے ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء کو بغاوت کی تو وہ اس دوران شیخ سے ملنے کے لئے تھانیسر گیا، شیخ نے اُسے دعا دی، لیکن ان کے مخالفین نے جہانگیر کے کان بھرے کہ شیخ نے شہزادہ کو سلطنت کی بشارت دی ہے، جہانگیر نے ان کے لئے نازیبا الفاظ لکھے ہیں[2] انہیں سفر خرچ دے کر حج کے لئے جانے کا حکم دیا، موصوف وہاں سے بلخ چلے گئے جہاں انہوں نے آخر عمر تک قیام کیا، وہیں ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء کو وصال ہوا[3]، شیخ نے ظاہری علم کی تحصیل نہیں کی تھی صرف کشفی علم رکھتے تھے اسی کی بنیاد پر کئی کتابیں بھی لکھیں، جن میں لمعات کی دو شروح، رسالہ در بیان ہفت بطن وجود اور تفسیر ریاض القدس وغیرہ، انہوں نے سماع پر علمائے بلخ کے جوابات پر بھی ایک رسالہ لکھا تھا، ایک مکتوب (۱/۳۱) میں حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ نظام تھانیسری کی مجلس میں کہا کہ میں وحدت الوجود کا انکار کرتا ہوں، جس کے جواب میں آپ نے کہا کہ میں تو خود ابتداء میں اس

---

[1] تاریخ محمدی ۲/۵/۱۴۹-۱۵۰ [2] توزک جہانگیری ۳۵ [3] خزینۃ الاصفیاء ۱/۴۶۳-۴۶۶

نظریہ کے مطابق سلوک کی مشق کرتا تھا پھر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مجھے ترقی ہوگئی ہے[1]

۱۶۳۔ نظام، سید ۱/۱۲۹

سید نظام، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرید تھے، اور خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وصال ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۲ء سے پہلے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے، آپ نے اپنے ایک مکتوب (۱/ ۲۴۴) میں انہیں اپنے اس فرزند سمیت دعا خیر دی ہے۔

۱۶۴۔ نور الحق، شیخ ۳/ ۱۰۰

شیخ نور الحق مشرقی بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اپنے عہد کے نامور عالم و صوفی تھے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے فیض یافتہ تھے، خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی سے بھی گہری عقیدت تھی، اپنے والد گرامی کے قائم مقام کی حیثیت سے بھی ان کا بلند مرتبہ ہے، شاہ جہان کے ساتھ شہزادگی کے زمانہ سے تعلقات تھے، جب وہ تخت نشین ہوا تو آگرہ بلا کر وہاں کی قضا کے منصب پر فائز کیا، شیخ نور الحق، شیخ عاشق محمد نبیرۂ بندگی خواجہ شاہ نظام نارنوی سے بھی بیعت تھے، شیخ نور الحق کئی اہم کتابوں کے مولف تھے جن میں تیسیر القاری شرح صحیح بخاری (فارسی) اور زبدۃ التواریخ خاص

---

[1] شیخ نظام کے احوال کے لئے ملاحظہ ہو، گلزار ابرار ص ۵۱۰، مراۃ الاسرار، ۳۷۸، سیر الاقطاب ۲۲۵۔۲۲۷ سراج العاشقین، قلمی، اقتباس الانوار ۲۸۰، بہ بعد، خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۲۶۳۔۲۶۶

اہمیت رکھتی ہیں، شیخ نور الحق آگرہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، موصوف خواجہ محمد معصوم سرہندی سے بھی بیعت تھے، شیخ کا ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء کو انتقال ہوا۔[1]

۱۶۵۔ نور، شیخ ۱۷۰/۱

شیخ نور ابتداء میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے حضور سلوک کی مشق کرتے تھے، پھر آپ نے انہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حوالہ کردیا، حضرت نے سرہند سے حضرت خواجہ کو ان کی روحانی ترقی کا حال اپنے مکاتیب میں بیان کیا ہے، ایک مکتوب (۱۱/۱) میں لکھتے ہیں شیخ نور در ہماں مقام بند است بنقطۂ فوق کہ در مقام جذبہ است نرسیدہ، پھر مکتوب (۱۸/۱) میں لکھا ہے، شیخ نور نیز دریں مقام است خیلے ترقی کردہ است، شیخ کے حالات نہیں ملتے

۱۶۶۔ نور محمد، شیخ، بہاری (تہاری) پٹنی ۲۷۰/۱، ۳۴/۲، ۸۵، ۱۱۱/۳، ۱۲۳

شیخ نور محمد پٹنی، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، آپ نے انہیں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھیجا، موصوف خواجہ محمد صادق کے وصال ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کے بعد سرہند حاضر ہوئے[2] آپ نے اپنے مکاتیب بنام حضرت خواجہ میں ان کے روحانی عروج کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے انہیں خلافت دے کر پٹنہ مرخص

---

[1] مراۃ العالم ۴۴۹/۲، زاد المعاد ۲۳۸/۳ـ۳۴۱، ۱۴۴/۴ـ۱۴۸ [2] حضرات القدس ۳۱۴/۲

کیا[1] دہلی میں ایک حاضری کے دوران حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بعض حضرات کے کہنے پر عوارف المعارف کا درس شروع کیا جس میں مولانا محمد طاہر لاہوری اور شیخ نور محمد بھی شامل ہوتے تھے، حضرت کتاب کے مطالب دقیق طور پر بیان نہیں کرتے تھے بلکہ عمومی اور عام فہم درس دیتے تھے جس سے ان دونوں اصحاب نے دل میں کہا کہ اس درس کا کیا فائدہ، جس پر آپ ان سے ناراض ہوئے، پھر خواجہ حسام الدین کی درخواست پر انہیں معاف کر دیا[2] آپ کے مکتوب الیہم میں شیخ نور، نور محمد اور نور محمد تہاری درج ہے، آپ نے ایک مکتوب (۲/۸۵) بنام شیخ نور محمد میں لکھا ہے کہ "میاں شیخ عبدالحی ہم شہر شما است" رک باں (عبدالحی حصاری) گویا ہم نام نور محمد ایک ہی ہیں یعنی نور محمد پٹنی، ان کے معاصر شیخ محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے کہ وہ علم فقہ و حدیث بقدر ضرورت جانتے ہیں۔[3]

۱۶۷۔ نور محمد انبالی ۲/۶۳

شیخ نور محمد انبالی کے حالات نہیں ملتے، انبالہ اس وقت ہندوستانی پنجاب کا مشہور علاقہ ہے۔

۱۶۸۔ ہدایت = محمد صدیق ہدایت بدخشی

---

[1] حضرات القدس ۲/۳۱۱۔۳۱۴ [2] زبدۃ المقامات ۳۵۳
[3] طبقات شاہجہانی ۱۰/۳۳۰، روضۃ ۱/۳۳۹

۱۶۹۔ ہردے رام، ہندو ۱/۱۶۷

شاہ جہان کے عہد کے اکابر امراء میں سے تھا، اُسے ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۶ء کو خلعت و ہزاری ذات و ششصد و پنجاہ سوار کا منصب ملا[1] اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا، وہ ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء کو فوت ہوا[2] تاریخ محمدی کے مولف نے قیاس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ۱۰۴۵ھ یا ۱۰۴۶ھ کو فوت ہوا، اس کے والد کا نام بانکا کچھواھہ تھا (ایضاً) ہمیں اس کے ہندو یوگ سے دلچسپی کا کسی ذریعہ سے علم نہیں ہوسکا، اس نے حضرت مجدد الف ثانی کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے اظہار اخلاص باین طائفہ علیہ نمودہ بود، محمد صالح کنبو نے بھی اس کے منصب دار ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

۱۷۰۔ یار محمد جدید بدخشی طالقانی ۱/۱۶۰

شیخ یار محمد جدید بدخشی کا تعلق طالقان سے ہے، اس نام کے دو شہر ہیں ایک خراسان میں سرحد گوزگان پر ہے، دوسرا طالقان کوہستان میں قزوین اور گیلان کے درمیان جبال دیلم، ایران میں ہے[4]، مکتوب الیہ شیخ یار محمد جدید طالقانِ خراسان یعنی وسطی ایشیاء کے رہنے والے تھے، موصوف میر محمد نعمان بدخشی خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہم زمان تھے، آپ نے اپنے ایک مکتوب (۱/۲۳۱) بنام میر محمد نعمان میں ان کا ذکر

---

[1] بادشاہ نامہ عبدالحمید لاہوری ۱/۱۲۱ [2] ایضاً ۱/۲/۳۰۵، تاریخ محمدی ۲/۴/۲۲۹
[3] عمل صالح ۱/۲۲۴، ۳/۳۶۰، تفصیل کے لیے دیکھئے:
(بامداد اشاریہ) Apparatus of Empire [4] ظرائف وطرائف ۴۴۸

کیا ہے، میر صاحب حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد حضرت سے منسلک ہوئے تھے (رک بآن)، مولانا جدید حضرت کے مخصوص خلفاء میں سے تھے[1]
انہوں نے حضرت کے ایما پر مکتوبات کی جلد اول مرتب کی اور آپ ہی کے حکم پر اسے ۳۱۳ مکتوبات پر ختم کر دیا کہ یہ عدد پیغمبران مرسل اور عدد اصحاب غزوۂ بدر کے مطابق ہے[2]
جلد اوّل کا نام "در المعرفت" ہے جو تاریخی ہے یعنی اس کے عدد جمع کئے جائیں تو ۱۰۲۵ھ برآمد ہوتا ہے[3]

۱۷۱۔ یار محمد قدیم بدخشی، مولانا ۱/۱۱۷، ۲۱۱

مولانا یار محمد قدیم بدخشی کے بعد لیکن ہم زمان ان کے ایک اور ہم نام شیخ یار محمد بدخشی طالقانی (رک بآں) بھی آ کر حضرت سے منسلک ہو گئے تھے، دونوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے پہلے کو قدیم اور دوسرے کو جدید لکھا گیا[4] دونوں کا تعلق علاقہ طالقان سے تھا، شیخ یار محمد قدیم قائم اللیل اور صائم النہار تھے، فقر کی حالت میں حج کے لئے گئے، وہاں عالم رویا میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی[5] انہیں شیخ مزمل (رک بآں) کے ساتھ مل کر سلوک کی مشق کرنے کا حکم دیا گیا تھا[6] میر محمد نعمان بدخشی کے نام آپ نے اپنے مکتوب (۱/۲۰۹) میں مولانا یار محمد قدیم کا بھی ذکر کیا ہے گویا یہ بھی اُسی زمانہ میں حضرت سے منسلک ہوئے تھے، آپ نے انہیں خلافت بھی دی تھی[7]

---

[1] روضۃ القیومیہ ۱/۳۳۵ [2] مکتوبات جلد دوم دیباچہ مرتب [3] مکتوبات جلد ثالث دیباچہ خواجہ محمد ہاشم کشمی [4] زبدۃ المقامات ۳۷۶ [5] ایضاً ۳۷۷ [6] مکتوبات ۱/۱۱۷ [7] مکتوب ۱/۲۱۱

مولانا یار محمد ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء کو حج کے لئے گئے تھے، واپس سرہند آئے، شیخ بدر الدین سرہندی سے بھی صحبت رہی، اکبر آباد (آگرہ) گئے وہیں وصال ہوا۔[۱]

۱۷۲۔ یوسف برکی، شیخ ۱/ ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۷۴، ۷۹/۲

شیخ یوسف برکی کا تعلق پنجاب کے مشہور خطہ جالندھر سے تھا، وہیں رہتے تھے، اپنے علاقہ کی حدود میں ایک شیخ کے ہاں سلوک کی مشق کی تو ان پر وحدت الوجود کا انکشاف ہوا، جس پر خوش ہو کر انہوں نے اپنے احوال حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں لکھے، جس پر آپؒ نے فرمایا کہ یہ انکشافات مبتدیوں پر ہوتے رہتے ہیں اپنا حوصلہ بلند رکھیں جس پر وہ بڑے شوق و ذوق کے ساتھ سرہند حاضر ہوئے، ایک عرصہ تک قیام کیا، خلافت یاب ہو کر اپنے مستقر روانہ ہوئے، حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب (۶۱/۲) میں میاں شیخ یوسف کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

میاں شیخ یوسف بما نزدیک اندو تا مدتی ایں بودند و فواید بسیار اخذ نمودند و تحقیقت فنا اطلاع یافتند........ نیز[۲]

میاں شیخ یوسف حدود ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء کو فوت ہوئے اور جالندھر میں ہی دفن ہیں[۳]، رک احمد برکی، شیخ

۱۷۳۔ یوسف کشمیری، حاجی، موذن ۲۹۵/۱، ۳۰۳، ۳۸/۲

ان کے حالات نہیں ملتے

---

[۱] حضرات القدس ۳۴۳/۲ [۲] زبدۃ المقامات، ۳۸۱ [۳] حضرات القدس ۳۵۵/۲

مکتوب الیھم کے ناموں کے بغیر مکتوبات

ا۔ یکے از فرزندان میر محمد نعمان بدخشی ۱/۱۹۰

یہاں ہمارا قیاس ہے کہ میر محمد امین بن میر محمد نعمان ہوں گے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب (۳/۱۲) بنام میر محمد نعمان بدخشی میں والدۂ محمد امین کی روحانیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہیں بعض واقعات کشفی پر تنبیہ کی جاتی ہے، اسی نوعیت کا ایک اور مکتوب (۳/۴۴) بنام والدۂ میر محمد امین ہے اور مکتوب زیر بحث جو بغیر نام کے بنام یکے از فرزند میر محمد نعمان (۱/۱۹۰) ہے، یہی مکتوب الیہ میر محمد امین بدخشی ہیں۔

۲۔ والدہ میر محمد امین

در ترغیب بر ذکر الٰہی و اجتناب از محبت دنیا......... ۳/۴۴ اس مکتوب کو بغیر نام کے قرار دیا ہی نہیں جا سکتا ہاں آپ نے مکتوب الیھا کا نام نہیں لکھا لیکن اس عہد میں شرفا کی خواتین کے نام لکھنے کی بجائے ان کے فرزندوں کے نام سے کہ یعنی خاتون کس بیٹے کی والدہ ہے، لکھا کرتے تھے

۳۔ بحضرات مخدوم زادہای کبار ۳/۸۳۔۱۰۶

یہاں مخدوم زادہای کبار سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دو فرزندان گرامی مراد ہیں، خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم، یہاں آپ کے دو اور صاحبزادگان کے نام نہیں لئے جا سکتے اول شیخ محمد صادق سرہندی کیوں کہ ان کا وصال ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کو ہی ہو گیا تھا اور مکتوبات کی جلد دوم ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۹ء کو مرتب ہوئی اور جلد سوم ۱۰۳۱ء/۱۶۲۱ء کو مرتب

ہوئی جب کہ مخدوم زادہ بزرگ اس سے پہلے فوت ہو چکے تھے، چوتھے فرزند گرامی شاہ محمد یحیٰ تھے جن کی ولادت ۱۰۲۷ھ کو ہوئی، گویا مکتوبات کی تیسری جلد کی تدوین کے دوران یہ صرف پانچ سال کے تھے، اس لئے یہ دونوں مکاتیب مذکورہ بزرگ صاحبزادگان کے نام مشترکہ طور پر صادر ہوئے ہیں، گویا یہ مکاتیب بھی بغیر نام کے نہیں ہیں۔

۴۔ بنام احباء علاقہ برکی ۶۱/۲

درتعزیت مولانا احمد برکی ونصائح

۵۔ بنام یکی از حکام پرگنہ چرک ۸۶/۱

پرگنہ چرک (Chirak) ضلع فیروزپور میں ہے (سیر پنجاب ۲۰۶) نیز ملاحظہ ہو عرفان حبیب:

Atlas of the Mughal Empire (4-A, 30 +75)

Chirak is in the midst of the Moga

Tahsil of Frozpur districk

(Gazetter of Kalsa State part, A.P.2)

اس گزیٹر میں شامل نقشہ نمبر 1 کے نیچے دیئے گئے ناموں میں بنگار چرک نام بھی آیا ہے، فیروزپور ڈسٹرکٹ گزیٹیئر میں چرک کو ایک چھوٹا سا گاؤں بتایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم اخوند ملا سجاول سرہندی کی درخواست پر ان کے گاؤں چرک تشریف لے گئے تھے (مقامات معصومی ۶۲۰/۲۔۶۲۱)

۶۔ بنام قضات پرگنہ مستِکن ۱/۱۰۴

۷۔ سادات عظام وقضاہ واہالی وموالی کرام بلدۂ سامانہ ۲/۱۵

۸۔ بنام یکی از مشائخ نواحی (سرہند) ۲/۵۳

۹۔ بنام یکی از صالحات ۳/۱۴، ۴۱

۱۰۔ بلانام مکتوب الیہ ۳/۱۱۴

ترقیمۂ مولف

باتمام رسید تراجم مکتوب الیھم مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، احقر مولف کو نوجوانی کے زمانہ سے اس کام کی لگن تھی لیکن بے حاصل مشاغل کے باعث یہ کام نہ ہوسکا، حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے اپنے مقدمہ بر مکتوبات اور راقم نے اپنی تالیفات میں اس کام کے کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا، اب رب کریم کا شکر ہے کہ یہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔

محمد اقبال مجددی

بتاریخ ۱۴/ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ / ۱۶/ مارچ ۲۰۱۴ء

بمقام لاہور، بپانزدہ یوم تکمیل رسیدہ

مکتوب الیھم میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کے نام بعد میں سامنے آئے ہیں جن کے احوال ہمیں نہیں مل سکے:

☆صلاح الدین احرای، شیخ ۵۸/۳

☆عبداللطیف خوارزمی، شیخ ۹۸/۳

☆محمد طالب بیانکی، شیخ ۲۷۳/۱

مآخذ

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہم کے تراجم

مخطوطات

۱۔عبدالرحمٰن چشتی: مرأۃ الاسرار، مملوکہ مولوی محمد یعقوب فراہی، کوئٹہ

۲۔عبدالفتاح بدخشی، میر: مفتاح العارفین، ذخیرۂ شیرانی، کتابخانہ مرکزی پنجاب یونیورسٹی لاہور، نمبر ۱۶۱۳/۴۲۶۴

۳۔کمال محمد سنبھلی: اسراریہ (احوال صوفیہ) مخزونہ کتابخانہ ندوۃ العلماء، لکھنو

۴۔محمد سعید چشتی سرہندی: سراج العاشقین (تذکرۂ عرفا)، مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم، لاہور

۵۔محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس (ذیل رشحات عین الحیات کاشفی)، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد

۶۔محمود بن اشرف حسینی امروہوی: تحفۃ السالکین فی ذکر الشیخ تاج العارفین، یمن کتابخانہ مفتی، یمانیہ، عکس مملوکہ ڈاکٹر نجدت طوسوں، استنبول

مطبوعات

۷۔آزاد، غلام علی بلگرامی: سروآزاد، لاہور، ۱۹۱۳ء

۸۔ایضاً: مآثر الکرام، لاہور، ۱۹۷۱ء

۹۔ابوالفضل، علامی: آئین اکبری، تعلیقات بلوخمان، ج۱، لاہور، ۱۹۷۵ء

۱۰۔ احمد قادری، شیخ: تذکرہ شیخ عبدالحق محدث، پٹنہ، ۱۹۵۰ء

۱۱۔ احمد سرہندی مجدد الف ثانی مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، طبع عکسی، استنبول، ۱۹۷۷ء

۱۲۔ اصلاحی، ضیاء الدین: تذکرۃ المحدثین ج ۳، اعظم گڑھ، ۲۰۰۶ء

۱۳۔ اطہر مبارک پوری، قاضی: دیار پورب میں علم اور علماء، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۷۹ء

۱۴۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات مرتبہ برہان احمد فاروقی و ابو الحسن زید فاروقی، لاہور، ۱۹۶۷ء

۱۵۔ بختاور خان: مرأۃ العالم مرتبہ ساجدہ علوی، لاہور، ۱۹۷۹ء

۱۶۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس ج ۲ مرتبہ محبوب الٰہی، لاہور، ۱۹۷۱ء

۱۷۔ ایضاً: وصال احمدی (احوال ایام وصال حضرت مجدد الف ثانیؒ)، حیدر آباد، سندھ ۱۹۸۸ھ

۱۸۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، تہران، ایران ۲۰۰۱ء

۱۹۔ برکت علی، منشی: مرأۃ الحقائق (حالات شیخ عبدالحق محدث)، رام پور ۱۳۲۲ھ

۲۰۔ الھدیہ چشتی: سیر الاقطاب (احوال مشائخ چشتیہ صابریہ)، لکھنو، نولکشور، ۱۹۱۳ء

۲۱۔ جہانگیر، بادشاہ: توزک جہانگیری مرتبہ سرسید احمد خان، غازی پور، ۱۸۶۴ء

۲۲۔ ایضاً: جہانگیر نامہ مرتبہ محمد ہاشم، تہران، ۱۳۵۹ش

۲۳۔ حارثی، محمد بن رستم بدخشی: تاریخ محمدی مرتبہ نثار احمد فاروقی، رام پور، رضا لائبریری ۲۰۰۴ء (ج ۲/ ۴، ۵)

۲۴۔ حبیبی، عبدالحی: تاریخ افغانستان در عصر گورگانی ہند، کابل، ۱۳۴۱ش

۲۵۔ داراشکوہ: سکینۃ الاولیاء، مرتبہ تاراچند و جلالی نائنی، تہران، ۱۹۶۵ء

۲۶۔ دانشنامۂ زبان و ادب فارسی در شبہ قارہ، تہران ۲ ج ۱۳۸۴، ۱۳۸۷ش

۲۷۔ راشدی، حسام الدین: مولانا محب علی سندھی مقالہ مشمولہ رسالہ اردو، کراچی اکتوبر ۱۹۵۱ء

۲۸۔ ایضاً: تذکرہ شعرای کشمیر، تکملہ، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۶۸ء

۲۹۔ رحمٰن علی: تذکرہ علمای ہند، ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۱ء

۳۰۔ شاہنواز خان صمصام الدولہ: ماثر الامرء ترجمہ محمد ایوب قادری، لاہور، ۱۹۷۰ء

۳۱۔ صمدانی، ریاض احمد: حیات محی الدین غزنوی، گوجرانوالہ، ۱۹۷۸ء

۳۲۔ صفر احمد معصومی: مقامات معصومی (احوال خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ضیاء القرآن، ۲۰۰۴ء (۴ج)

۳۳۔ عارف نوشاھی: نقد عمر (مجموعہ مقالات اردو)، لاہور، ۲۰۰۵

۳۴۔ ایضاً: احوال و سخنان خواجہ عبیداللہ احرار، تہران، ۱۳۸۰ش

۳۵۔ عاصمی، عبدالملک: سمط النجوم العوالی، بیروت، ۱۹۹۸

۳۶۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸ج، حیدر آباد، دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۵۵ء

۳۷۔ ایضاً: الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند، دمشق، مجمع اللغۃ العربیہ ۱۹۸۳ء۔

۳۸۔ ایضاً: اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، ترجمہ ابوالعرفان ندوی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۹

۳۹۔ عبدالباقی نہاوندی: مآثر رحیمی، مرتبہ ہدایت حسین، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۹۲۵۔۱۹۳۱ء

۴۰۔ عبیداللہ، مروج الشریعت: خزینۃ المعارف (مکتوبات خواجہ عبید اللہ) مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۳ء

۴۱۔ علیم اشرف خان: حیات وعلمی خدمات شیخ عبدالحق محدث، دہلی ۲۰۰۱ء

۴۲۔ غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، لکھنو، مطبع ثمر ہند، ۱۸۷۳ء

۴۳۔ غلام علی دہلوی، شاہ: مقامات مظہری تحقیق وتعلیق وترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ۲۰۰۱ء

۴۴۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار، مرتبہ محمد ذکی، پٹنہ، خدابخش پبلک لائبریری، ۲۰۰۱ء

۴۵۔فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ، مرتبہ معین الحق ، کراچی ، ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء

۴۶۔کامگار حسینی: مآثر جہانگیری مرتبہ عذرا علوی، بمبئی ۱۹۷۸ء

۴۷۔کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ اردو ترجمہ احمد حسین خان امروہوی، لاہور، ۱۳۳۵

۴۸۔گلچیں معانی، احمد: کاروان ہند۔ مشہد، ۱۳۶۹ش

۴۹۔ایضاً: تذکرہ نویسی فارسی، تہران، دانشگاہ، ۳۵۰

۵۰۔لعلی، لعل بیگ: ثمرات القدس مرتبہ سید کمال حاج سید جوادی، تہران، ۱۳۷۶

۵۱۔محمد سعید سرہندی، خواجہ: مکتوبات سعیدیہ، لاہور ۱۳۸۵ء

۵۲۔محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات معصومیہ، ج اول و دوم مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، ج ۳ مرتبہ نور احمد امرتسری، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۶

۵۳۔محمد صادق ہمدانی کشمیری: کلمات الصادقین مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۵۴۔محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، کانپور، نولکشور، ۱۸۹۰ء

۵۵۔محمد صالح کنبو لاہوری: عمل صالح مرتبہ غلام یزدانی و وحید قریشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء

۵۶۔محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر، مقبوضہ کشمیر، ۱۳۵۵ھ

۵۷۔ایضاً: واقعات کشمیر ترجمہ تاریخ کشمیر از محمد شمس الدین، سری نگر ۲۰۱۱ء

۵۸۔محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار (حالات مشائخ چشتیہ صابریہ)، لاہور ۱۸۹۵ء

۵۹۔محمد نعمان بدخشی: رسالۂ سلوک مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد، سندھ ۱۹۶۹ء

۶۰۔محمد اقبال مجددی: تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند، لاہور، ۲۰۱۳ء

۶۱۔محمد صالح بدخشی (مرتب) ہدایت الطالبین (اوراد و معمولات حضرت مجدد الف ثانیؒ) اردو ترجمہ، لاہور (س۔ن)

۶۲۔محبی، محمد امین: خلاصۃ الاثر، طبع عکسی، بیروت (س۔ن)

۶۳۔مطیع الرحمٰن: آئینہ ویسی، پٹنہ، ۱۹۷۶ء

۶۴۔منظور احمد نعمانی: تذکرۂ امام ربانی مجدد الف ثانی، لکھنو، ۱۹۶۰ء

۶۵۔وحدت، عبدالاحد سرہندی: لطائف المدینہ (حالات خواجہ محمد سعید سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، حوزہ نقشبندیہ، ۲۰۰۴ء

66. Athar Ali: Apparatus of Empire , Delhi, Oxford University Press, 1985.

67.Imperial Gazetteer of India, Oxford, University

Press, London, 1909

68.Irfan Habib: Atlas of the Mughal Empire, Dehli, Oxford University Press, 1986.

69. Parihar, S: History and Archetural Remains of Sirhind, Delhi, 2006.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترکی میں منعقدہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر پہلا بین الاقوامی سیمپوزیم

رب کریم جل جلالہ نے اپنے خاص بندہ شیخ احمد سرہندی کو اتنی عزت دی کہ آج ان کے محکم افکار و تعلیمات کو ساری دنیا میں پذیرائی مل رہی ہے، دنیا کی ہر بڑی یونیورسٹی میں آپ پر پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں، آپ کو اللہ پاک نے بروقت خبردار کر کے احیاءِ دین کا ایسا کام لیا کہ آج مسلمان بجا طور پر آپ کو امام ربانی مجدد الف ثانی کہتے ہیں۔

ترکی ہمارا برادر مسلم ملک ہے، جہاں سلسلۂ نقشبندیہ کا سب سے زیادہ اثر و نفوذ ہوا اور آج بھی بڑے بڑے زاویے اور خانقاہیں اسی سلسلہ کی مصروف کار ہیں، ہر بڑی خانقاہ میں مہمان خانہ اور کتب خانہ قابلِ دید ہے، عزیز محمود ھدائی وقف فونڈیشن جس میں سیمپوزیم کے بعد ہمیں رکھا گیا تھا میں چار منزلہ لائبریری ہے، جہاں بیٹھ کر طلبہ رات گئے تک علمی کام کر سکتے ہیں، اسی فونڈیشن نے ڈاکٹر سید عارف نوشاہی اور مجھ عاجز کی تجویز پر مکتوبات امام ربانی کے جدید تحقیقی فارسی متن کی تیاری اور اشاعت کی ذمہ داری بھی قبول کر لی ہے، جس میں دو پاکستانی اور دو ترکی محققین کو اس کام کے لیے مقرر کر دیا

گیا ہے، ہماری تحقیق کے بعد اس کا متن بڑے اہتمام سے یہاں سے شائع ہوگا۔

یہاں استنبول میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے دو خلفاء بابا حیدر اور ایک دوسرے خلیفہ کے مزارات ہیں، ان کے علاوہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے نامور خلیفہ حضرت شیخ محمد مراد بخاری معصومی (۱۰۵۰۔۱۱۳۲ھ) کا مزار بھی ہے جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے قریب ہی محلہ نشانچی پاشا میں مرجع خلائق ہے، حضرت انصاری کی مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے تمام مندوبین کو حضرت معصومی کے مزار مبارک پر لے جایا گیا، حضرت خواجہ محمد معصوم کے خسر حضرت شیخ صفر احمد رومی بھی اصلاً ترک تھے اور لاہور میں رہتے تھے، ترک حضرات حضرت خواجہ کے بہت ہی معتقد ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ ہمارے داماد تھے، آپ کے مکتوبات اور ملفوظات کا ترکوں نے عثمانی عہد میں ترکی زبان میں ترجمہ کیا تھا آج بھی وہاں بہت سے تکیے، زاویے اور خانقاہیں ہیں جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے سب سے نامور خلیفہ حضرت مولانا خالد کردی رومی کے خلفاء کی بنائی ہوئی ہیں سب کی سب فعال ہیں، اخلاص وقف فاؤنڈیشن بھی خوب سرگرم عمل ہے اس کے مؤسس حضرت حسین حلمی ایشیق بہت ہی دیندار صوفی بزرگ تھے جنہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ کی اصل عربی و فارسی کتابیں اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا وہ ایڈیشن جسے مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اپنی ساری عمر صرف کر کے مرتب کیا تھا عکسی ایڈیشن شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں بلا قیمت ارسال کیا تھا اور یہ اب تک فی سبیل اللہ اہلِ علم کو دیا جا رہا ہے ان کا مرکز بھی استنبول میں ہے، ایک مقام پر ایک نقشبندی مرید نے ہمیں کھانے پر

بلایا اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مکتوب (۱/ ۱۶۳) پڑھ کر سنایا اور بتایا کہ ہمارے حضرت حسین حلمی نے جب اپنے مشن کا آغاز کیا تو یہی مکتوب پڑھا اور کہا تھا کہ اس کے مطالب سے ہمیں امید ہے کہ ہمیں دنیا میں کامیابی ہوگی چنانچہ اللہ پاک نے انہیں جو ترقی دی وہ مثالی تھی۔

ترکی میں اس بین الاقوامی کانفرنس سے پہلے اور بعد میں بہت سی قومی امام ربانی کانفرنسیں ہوئی ہیں ہمارے اس سیمینار میں حصول برکت کے لیے روضۂ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خادم سجادہ نشین حضرت محمد یحییٰ کے ایک صاحبزادہ شیخ محمد زبیر سرہندی صاحب کو بھی مدعو کیا گیا تھا جو تین دن کے اجلاسوں میں برابر شریک نظر آئے۔

اس سے پہلے بھی نقشبندی سلسلہ کی کئی بین الاقوامی کانفرنسیں ہو چکی ہیں جن میں سے مئی ۱۹۸۵ء کی ایک روداد مطبوعہ استنبول ۱۹۹۰ء وہاں ہماری نظر سے گزری تھی۔

رب کریم سے دعا ہے کہ ایسی کانفرنسیں دنیا بھر میں اور ہماری مملکت خداداد پاکستان میں بھی منعقد ہوں اور ہمیں ہمارے حضرات کے افکار و تعلیمات کو عام کرنے کی سعادت نصیب ہوتی رہے، آمین!

تفصیلات سیمپوزیم:

۱۔ پہلا بین الاقوامی سیمپوزیم امام ربانی، منعقدہ استنبول ۱۵۔۱۷ نومبر ۲۰۱۳ء

۲۔ مندوبین ۳۰ ملکی اور دس غیر ملکی مقالہ نگاران کی شرکت کی، افتتاحی اجلاس ۱۵/ نومبر ۲۰۱۳ء بعد نماز جمعہ ہوا۔

جمعہ کی نماز جامع مسجد ملحقہ مزار حضرت ابوایوب انصاری میں ادا کی، اس سے قبل

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ حضرت شیخ محمد مراد بخاری معصومی کے مزار مبارک پر حاضری بھی دی، افتتاحی کلمات سیمپوزیم کے مہتمم پروفیسر ڈاکٹر سلیمان اولوڈگ شعبہ الٰہیات مرمرا یونیورسٹی اور اسی فیکلٹی کے استاد پروفیسر ڈاکٹر ہری ٹن کرمان نے ادا کیے، شیخ عزیز محمود ھدای فونڈیشن کے سربراہ نے دعائیہ تقریب میں شرکت کی، یہ اجلاس استنبول کے سمندر (Marmara Sea) کے کنارے خالک کنگرہ مرکزی میں ہوا جس کا منظر بہت ہی دل فریب تھا۔

۱۰ رنومبر کو اس سیمپوزیم کا دوسرا اجلاس باگلار باسی کلتور مرکزی میں ہوا جو حضرت امام ربانی کی زندگی کے حالات کے لیے مخصوص تھا، اس میں پہلا مقالہ پروفیسر کامل یلماز نے پڑھا، دوسرا ڈاکٹر احمد سمیر گل اور تیسرا مقالہ ڈاکٹر نجدت طوسون نے آپ کی مبارک زندگی کے بارے میں بتایا، یہ وہی سکالر ہیں جنہوں نے حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھنے کا اعزاز حاصل کیا اور حضرت امام ربانی کے تین فارسی رسائل کا جدید ترکی میں ترجمہ کر کے شائع کروا چکے ہیں۔

ان کے بعد اٹلی کے پروفیسر ڈاکٹر انگلو سکارابل نے حدائق الوردیہ میں حضرت امام ربانی پر مواد مقالہ کی صورت میں پیش کیا، پھر استنبول یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ریاست اونگورین نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین بن زکریا سنبھلی پر تعارفی مقالہ پڑھا، اس کانفرنس کا تیسرا اجلاس آج ساڑھے گیارہ بجے شروع ہوا جو آپ کی تصانیف اور افکار کے لیے مخصوص تھا۔

پہلا مقالہ ڈاکٹر مصطفی اسکر نے پڑھا جو مرمرا یونیورسٹی، استنبول کے شعبۂ الٰہیات

میں پروفیسر ہیں۔ دوسرا مقالہ پروفیسر رمضان ایاولی (مرمرا یونیورسٹی) نے حضرت کے رسالہ اثبات النبوت کی اہمیت پر مقالہ پیش کیا، اسی سیشن میں پاکستان کے نامور محقق ڈاکٹر عارف نوشاہی نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے جدید ایڈیشن پر ایک مقالہ پڑھا، اس کے بعد ڈاکٹر عبدالرحمن میمس نے مستقیم زادہ سعد الدین سلیمان کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے ترکی ترجمہ پر تعارفی مضمون پیش کیا، اس سیشن کا آخری مقالہ مفتی یوکسل نے امام ربانی کے رسالہ مبدا و معاد پر اپنا مقالہ سنایا۔

اس سیمپوزیم کے چوتھے سیشن کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات سے تھا، پہلا مقالہ میں مرمرا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر صفی ار پاگس نے آپ کی دینی خدمات بیان کیں، دوسرا مقالہ اسی یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالحکیم یوسی کا تھا جنہوں نے احیاء سنت میں مجدد الف ثانی کے کردار پر مقالہ پڑھا، تیسرا مقالہ اٹلی کے نامور مستشرق ڈمیٹریو جیور ڈانی نے امام ربانی کی تعلیمات کی روشنی میں التزام شریعت پر اپنا مقالہ پڑھا، اٹلی کے یہ نومسلم حضرت ابوالحسن زید فاروقی کے مرید ہیں اور مقامات مظہری کا اٹلی زبان میں ترجمہ بھی شائع کر چکے ہیں، چوتھا مقالہ مرمرا یونیورسٹی کے پروفیسر عمر سیلک کا تھا جنہوں نے امام ربانی کی قرآن فہمی پر بھرپور طریقہ سے تاثرات دیے۔

آخری مقالہ اس سیمپوزیم کے مہتمم پروفیسر سلیمان ڈرین کا تھا جس کا موضوع امام ربانی کے پیش کردہ "تصوف کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے"۔

اس کانفرنس کا پانچواں اجلاس کھانے کے وقفہ کے بعد شروع ہوا، پروفیسر آف مرمرا یونیورسٹی ڈاکٹر مصطفی نے اس سیشن کا موضوع اور اس کی اہمیت واضح کی کہ اس کا

تعلق حضرت مجدد الف ثانی کے تصوف کی ماہیت کا جائزہ لینا ہے۔

پہلا مقالہ نیوزی لینڈ کی یونیورسٹی آف وکٹوریہ کے پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بیولر نے Meta-Principles آف صوفی ازم یعنی ہم حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں سے اسے کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ کے موضوع پر تھا، پروفیسر موصوف نو مسلم، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور گزشتہ سال حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، انہوں نے برصغیر پاکسان و ہند کے نقشبندی سلسلہ پر امریکہ سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ہے اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی آٹھ قسم کی فہارس مرتب کرنے کا اعزاز بھی حاصل کیا ہے، آٹھ سال کی محنت شاقہ سے انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں سے صرف ان مکاتیب کا انتخاب اور انگریزی ترجمہ پیش کیا ہے جن کا تعلق فقہی اور اجتہادی مسائل سے ہے، یہاں بھی ان کا مقالہ خاصا فکر انگیز تھا۔

پاکستان

تیسرا مقالہ کشمنو یونیورسٹی کے شعبہ الٰہیات کے پروفیسر ڈاکٹر دلاور سیلوی کا تھا جس میں انہوں نے مکتوبات امام ربانی اور آپ کے رسائل کا جائزہ لیا ہے۔

چوتھا مقالہ راقم عاجز محمد اقبال مجددی کا تھا جس میں حضرت مجدد الف ثانی کے نظریہ وحدت الشہود اور اس کے تصوف اسلامی پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

پانچواں مقالہ مرمرا یونیورسٹی استنبول کے شعبہ حقوق کے پروفیسر ڈاکٹر اکرم بغرا ایکنسی کا تھا جس میں انہوں نے امام ربانی کی تجدید اور مجددیت کی اہمیت پر روشنی ڈالی تھی، چھٹا مقالہ اسی یونیورسٹی کے پروفیسر اکرم ڈیرلی کا تھا جس میں انہوں نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے ان نظریات کا تجزیہ کیا ہے۔

۱۷ر نومبر ۲۰۱۳ء

آج اس عظیم الشان سیمپوزیم کا آخری دن ہے۔

اس کا آغاز صبح دس بجے ہوا، اس سیشن کے صدر پروفیسر ڈاکٹر رمضان روسولو نے واضح کیا کہ اس اجلاس میں حضرت امام ربانی کی علمی خدمات پر مقالات پڑھے جائیں گے۔

پہلا مقالہ احمد حامدی یلدرم کا تھا جس میں انہوں نے مکتوبات امام ربانی فقہی مسائل کا تجزیہ کیا ہے۔

دوسرا مقالہ طلحہ ہاکن الپ کا تھا جس میں آپ کے علم کلام پر مباحث بیان کیے گئے ہیں۔

تیسرا مقالہ محمود ایرن کا تھا جس میں انہوں نے مکتوبات امام ربانی پر کلام کیا، اگلا مقالہ نعمت اللہ اروس کا تھا یہ بھی مکتوبات کے سلسلہ کا ایک اہم مقالہ تھا۔

اس سیشن کا آخری مقالہ یعقوب ڈکرے کا تھا جو ملائشیا سے تشریف لائے اور عربی میں اپنا مقالہ ''الامام الربانی حیاتہ وتصوفہ وجھودہ العلمیۃ والدینیۃ'' کے عنوان سے تھا آخر میں انہوں نے امام ربانی کی منقبت میں ایک عربی قصیدہ بھی پڑھا۔

اس کا دوسرا سیشن چائے کے وقفہ کے بعد شروع ہوا، اس کے صدر نشین ڈاکٹر مصطفی کارا الوگڈ یونیورسٹی کے تھے انہوں نے بتایا کہ اس سیشن کے مقالات حضرت امام ربانی کے اناڈلو میں اثرات پر پڑھے جائیں گے۔

اس کا پہلا مقالہ پروفیسر یعقوب سیسک نے تبیان الوسائل اور امام ربانی کے

تعلق پر تھا پڑھا۔

دوسرا مقالہ ڈاکٹر خلیل ابراہیم سمسک (Hitit Unity) کا تھا جس میں انہوں نے اناڈلو میں نقشبندی تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔

تیسرا مقالہ ڈاکٹر نجدت یلماز کا تھا جس میں انہوں نے بڑی مہارت سے اناڈلو کے ایک عالم کا معمولات مظہریہ کے ترکی ترجمہ کا تعارف کروایا[1]۔

کھانے کے وقفہ کے بعد اگلا سیشن شروع ہوا، اس کے صدر نشین پروفیسر محمد امین تھے جو بروسہ کے مفتی اعظم تھے۔

پہلا مقالہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر معین نظامی صاحب کا تھا جو طبیعت کی خرابی کے باعث تشریف نہ لا سکے۔

دوسرا مقالہ مقدونیہ یونیورسٹی کے پروفیسر متین ازٹی کا تھا جس میں انہوں نے بلقان میں امام ربانی کی تعلیمات کے اثرات کا جائزہ لیا۔

تیسرا مقالہ اوزبکستان کے ایک استاد پروفیسر ڈاکٹر سیف الدین سفید رفیڈ کا تھا جس میں انہوں نے امام ربانی کے وسطی ایشیا کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے دھبید کے مشہور نقشبندی شیخ طریقت شیخ موسیٰ خان دھبیدی (فیض یافتہ شیخ محمد عابد سنامی و حضرت میرزا مظہر جان جاناں) پر تفصیلی مقالہ پڑھا۔

چوتھا مقالہ آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ مخطوطات کے انچارج

۱۔ ڈاکٹر یلماز نے کمال مہربانی سے اس کے قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی مجھے عنایت کر دی

ڈاکٹر طیب سجاد اصغر (عطاء خورشید) کا تھا جس میں انہوں نے ہندوستان میں آغاز مطبع سے ۱۹۴۷ء تک حضرت مجدد الف ثانی کی تالیفات و رسائل کے مختلف ایڈیشنوں کا تعارف کروایا، موصوف نے اپنے مقالہ میں ان کی مطبوعات کی عکسی تصاویر بھی سفید بورڈ پر دکھائیں۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں راقم عاجز کو اعزاز بخشتے ہوئے میرا نام لے کر فرمایا کہ اُسے علی گڑھ میں محفوظ ایک خطی نسخہ منحصر بفرد یعنی الجنات الثمانیہ تالیف شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ) مرتب کر کے شائع کرنی چاہیے، اس کے بعد راقم نے کھانے کی میز پر ان کی اس توجہ دلانے پر تشکر مسنون کے طور پر عرض کیا کہ اس کا عربی متن اور پھر اردو ترجمہ پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں، جس پر موصوف نے خوشی کا اظہار کیا۔

آخر میں ایرڈل سیفتسی جو سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مندوبین اور سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا۔

نماز عصر کے بعد آخری سیشن ہوا جس میں صدارت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر عرفان گھنڈوز نے ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس میں ہم تمام اجلاسوں کے بارے میں مندوبین کے تاثرات اور آراء لیں گے۔

اس سیشن میں مرمرا یونیورسٹی، استنبول کے تین استادوں اور مجھ عاجز کے تاثرات لیے گئے، راقم نے سٹیج پر بیٹھ کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا کہ:

ہم پاکستان کی طرف سے حکومت ترکی، مرمرا یونیورسٹی، عزیز محمود ھدائی فونڈیشن کے تعاون سے اس پہلے امام ربانی بین الاقوامی سیمپوزیم کے انعقاد پر مبارک باد پیش

کرتے ہیں اور تجویز کے طور پر کہتے ہیں کہ ترکی میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا ایک انتقادی فارسی متن جدید تحقیقی اصولوں کے مطابق ریڈیٹ کروا کر شائع کیا جائے اور اس سلسلہ میں ڈاکٹر عارف نوشاہی کے مقالہ میں پیش کردہ تجاویز سے مکمل اتفاق کرتے ہیں، ہم یہ بھی تجویز کرتے ہیں کہ اس بین الاقوامی کانفرنس کی زبان ترکی کی بجائے کوئی بین الاقوامی طور پر سمجھی جانے والی زبان اختیار کی جاتی تو نتائج زیادہ بہتر ہوتے، ہم نے ایک تجویز یہ بھی پیش کی کہ تمام مقالات انگریزی تراجم سمیت روداد کی شکل میں شائع کیے جائیں، آخر میں صدر مجلس نے یہ تمام تجاویز قبول کر لیں۔

میر محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

اولین خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر محمد نعمان بدخشی حضرت خواجہ باقی باللہ (۹۷۲۔۱۰۱۲ھ/ ۱۵۶۴۔۱۶۰۳ء) کے فیض یافتہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ/ ۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کے اولین خلیفہ اور مکتوب الیہ تھے، ہزار ہا مریدین نے ان سے روحانی تربیت حاصل کی۔

آپ حسینی سید تھے، پورا شجرۂ نسب اس طرح ہے:

اجداد:

''میر محمد نعمان بن میر شمس الدین ملقب بہ میر بزرگ بن میر جلال الدین حسن بن میر عبدالحمید بن صاحب الوقت مولی المرتضیٰ نقیب النقباء فخر النور شمس الدین ملہان بن سعید المغفور محمد ابنِ علی یار بن محمد بن ہادی بن سعید مجد الدین بن ابی علی ابنِ ابی سماع بن زبیر بن حسین بن احمد بن علی ابو عبداللہ احمد بن محمد اعرج بن محمد بن موسیٰ المرقع بن الامام ابو جعفر محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام ابی عبداللہ امیر المومنین حسین بن امیر المومنین علی الوفی ابنِ عم

النبی و فاطمۃ الزہرا بنتِ سید الکونین محمد النبی اسلامی العربی الھاشمی علیہ آلہ الف الف صلوۃ۔''(۱)

میر عبد الحمید:

آپ کے پردادا میر عبد الحمید ایک متقی بزرگ تھے، ان تمام بزرگوں کا تعلق افغانستان کے مشہور مردم خیز خطہ بدخشان سے تھا، میر عبد الحمید بدخشاں سے حج کے لیے گئے اور وہاں سے براہِ راست ہندوستان آکر کشمیر میں مقیم ہو گئے، آپ کشمیر میں اسلام کے مبلغ اول شرف الدین ملقب بہ بلبل شاہ (۲) ف ۷۲۷ھ/۱۳۲۶ء کے ہاں حاضر ہوئے، (۳) ادھر خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میرا فرزند میر عبد الحمید تمہارے پاس آیا ہے تو قیر کریں تو انہوں نے آپ کو بہت ہی احترام سے رکھا اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کر دیا، (۴)

۱۔ عبد الفتاح: مفتاح العارفین، خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب، لاہور

۲۔ ان کا لقب بلبل شاہ اس لیے پڑا کہ جب آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو بلبلیں جمع ہو کر سنتیں اور کئی ایک اس پرسوز لہجہ کے باعث مر جاتیں، حضرت سید شرف الدین بلبل شاہ ہندو راجہ کشمیر رنچن (رنجو) کے زمانہ حکومت (۱۳۲۰ء سے ۱۳۲۳ء) کشمیر آئے، یہ راجہ ان ہی کے ہاتھوں مسلمان ہوا اور سید بلبل شاہ نے کشمیر میں اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا، بہت جلد راجہ کے زیر حکمران طبقہ اور عوام نے بھی اسلام قبول کر لیا، راجہ ہی نے آپ کے لیے کشمیر میں خانقاہ تعمیر کروائی، تفصیل کے لیے دیکھیے ا محمد اعظم، دیدہ مری: تاریخ کشمیر، واقعات کشمیر ترجمہ وحواشی تاریخ کشمیر از شمس الدین احمد، سری نگر، ۲۰۱۱ء، ص ۶۵۳، ۹۶۳ ۳۔ عبد الفتاح: مفتاح ۴۔ ایضاً، ۲۴۴ ب

خواجہ محمد ہاشم کشمی (۵) اور ملا بدر الدین سرہندی (۶) نے لکھا ہے کہ سید بلبل شاہ میر عبدالحمید کے اجداد میں سے تھے لیکن خاندانی روایت میں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ ان کے مکہ مکرمہ سے کشمیر میں ورود اور سید بلبل شاہ کا اپنی دختر سے عقد کا ذکر ملتا ہے ہم نے اس روایت کو خاندانی روایت کے باعث ترجیح دی ہے، میر عبدالحمید کشمیر میں ہی مقیم ہو گئے ان کا وہیں وصال ہوا اور مدفون بھی وہی ہیں۔(۷) گویا اس طرح سید بلبل شاہ کشمیری میر محمد نعمان بدخشی کے جد مادری ہو گئے۔

میر عبدالحمید کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے میر جلال الدین تھے، ظاہر ہے کہ ان کی ولادت کشمیر میں ہی ہوئی ہوگی، موصوف علماء اتقیاء (۸) میں شمار کیے جاتے تھے۔(۹) میر شمس الدین بدخشی انہی کے فرزند گرامی تھے جن کے صاحبزادے حضرت میر محمد نعمان بدخشی تھے۔

میر شمس الدین بدخشی معروف بہ میر بزرگ:

معلوم ہوتا ہے کہ اپنے والد میر عبدالحمید کے وصال کے بعد ان کے فرزند میر جلال الدین کشمیر سے واپس اپنے آبائی خطہ بدخشان چلے گئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا، بدخشان کے مضافاتی قصبات میں سے ایک مشہور علاقہ کشم (۱۰) ہے، جہاں امیر

۵۔ زبدۃ المقامات ۳۲۷ ۶۔ حضرات القدس ۲/۲۹۹ ۷۔ عبدالفتاح: مفتاح ۲۴۴۔ا

۸۔ زبدۃ المقامات ۳۲۷ ۹۔ حضرات القدس ۲/۲۹۹ ۱۰۔ کشم: بدخشان کے شہروں میں سے کشم ایک خوبصورت مرکزی علاقہ ہے (ارمغانِ بدخشاں تالیف شاہ عبداللہ بدخشی ۲۲۱ حاشیۂ مرتب) بدخشان کا بڑا حصہ اس وقت افغانستان میں ہے، اس کے سرحدی حصے روس اور پاکستان کے کنٹرول میں ہیں۔

جلال الدین کے ہاں ایک فرزند میر شمس الدین متولد ہوئے (۱۱) اور وہیں ان کی پرورش بھی ہوئی۔ (۱۲)

خاندانی تذکرہ مفتاح العارفین میں میر بزرگ کا نام میر شمس الدین محمد یحییٰ مکی ثم ہروی ثم بدخشانی چشتی درج ہے (۱۳) گویا موصوف خود یا ان کے والد گرامی پہلے مکہ مکرمہ پھر ہرات اور آخر میں بدخشان میں رہے، میر بزرگ عالم عامل اور متقی تھے علوم اسلامیہ کے علاوہ جفر اور تکسیر میں بھی مہارت رکھتے تھے، وہ مسلک حنفی کے پیروکار تھے۔ (۱۴)

میر بزرگ کو سلسلہ عشقیہ (شطاریہ) کے ایک صوفی سے عقیدت تھی، جو جوتا فروش تھے، شیخ بدر الدین سرہندی نے کتاب سنوات الاتقیاء میں ان کی بعض کرامات بیان کی ہیں (۱۵) میر بزرگ کو انہی موزہ دوز صوفی سے خلافت بھی حاصل تھی۔ (۱۶)

میر بزرگ کو حضرت قاسم شیخ کرمینی (۱۷) سے بھی بڑی عقیدت تھی (۱۸) جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے خلیفہ مولانا نوری خراسانی اور مخدوم اعظم مولانا خواجہ احمد کاسانی

۱۱۔ زبدۃ المقامات ۳۲۷، حضرات القدس ۲/۲۹۹ ۱۲۔ مفتاح العارفین ۲۲۷ب

۱۳۔ ایضاً، ۲۲۷ب ۱۴۔ ایضاً ۱۵۔ سنوات الاتقیاء کا خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں ہے۔ ۱۶۔ مفتاح، ۲۲۷ب ۱۷۔ شیخ قاسم کرمینی، ۱۵۰۷۔۱۵۷۸ء، کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس ۲۰۸۔۲۱۶ (اردو ترجمہ)، کشمی: رسالہ در حالات شیخ قاسم، (قلمی)، زندہ علی، مفتی: ثمرات المشائخ، خطی نسخہ مخزونہ البیرونی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، تاشکند نمبر ۱۳۳۶ء

۱۸۔ زبدۃ المقامات ۳۲۷، حضرات القدس ۲/۲۹۹، مفتاح، ۲۲۴۔ا

کے فیض یافتہ تھے، میر بزرگ نے اپنی ایک کتاب میں شیخ قاسم کرینی کا نام سنہری حروف میں لکھا، جب انہوں نے وہ کتاب دیکھی تو فرمایا کہ رب کریم تمہیں بھی اتنی ہی عزت دے جو تم نے اس فقیر کو دی ہے۔(۱۹) کابل کا حاکم مرزا محمد حکیم (ف ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء) جو علماء وصوفیہ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا آپ کو بہت ہی محبت بھرا خط لکھ کر کابل آنے کی دعوت دی،(۲۰) خاندانی ماخذ مفتاح العارفین میں ہے کہ آپ تنہا کابل گئے تو مرزا حکیم نے اپنی دختر کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تو آپ وہیں کابل میں ہی مقیم ہو گئے۔(۲۱)

مرزا محمد حکیم کے انتقال کے بعد اکبر بادشاہ نے کابل کی نگرانی کے لیے مشہور ہندو راجہ مرزا مان سنگھ کو بھیجا اور پھر جلد ہی کابل اس کی جاگیر میں دے دیا گیا (۲۲) جس سے میر بزرگ بہت دل برداشتہ ہوئے اور اپنی موت کی دعا کی جو قبول ہوئی اور آپ کا ۹۹۴ھ کو وصال ہو گیا۔(۲۳) وہیں کابل میں دفن کیے گئے۔(۲۴)

ہمیں اس وقت تک یہ بات مصدقہ طور پر معلوم نہیں ہے کہ میر بزرگ نے میرزا حکیم کی اپنی دختر کے آپ کے عقد میں دینے کی جو پیش کش کی تھی وہ آپ نے قبول کی یا نہیں، خاندانی روایت میں صرف پیش کش کا ذکر ہے۔(۲۵)

۱۹۔ایضاً ۲۰۔ایضاً ۲۱۔ایضاً ۲۲۔بدایوانی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۲۴۴ (مطبوعہ تہران) ۲۳۔زبدۃ المقامات ۲۲۷۔۲۲۸، حضرات القدس ۲/ ۳۰۰، مفتاح ۲۲۸۔ا

۲۴۔ایضاً (خواجہ محمد ہاشم کشمی کو سہو ہوا ہے کہ میر بزرگ بلاد کشم میں دفن ہوئے، زبدہ ۲۲۷، ہم نے خاندانی روایت کو ترجیح دی ہے) ۲۵۔ مفتاح ۲۴۴۔ا

جب کہ شواہد اس کے برعکس ہیں کہ مرزا محمد حکیم کی بیٹی کابلی بیگم، مرزا شاہ رخ بن مرزا ابراہیم بن مرزا سلیمان (والی بدخشان) کے عقد میں تھی، مرزا شاہ رخ کا ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۷ء کو اجین میں انتقال ہو گیا تھا جب کہ میر بزرگ کا انتقال تو ۹۹۴ھ کو ہوا، ممکن ہے یہ مرزا محمد حکیم کی کوئی دوسری بیٹی ہو جس کے ساتھ عقد کی پیش کش ہوئی یا میر بزرگ کے انکار پر کابلی بیگم مرزا شاہ رخ کے نکاح میں آئی ہو۔

میر بزرگ کے اس رسالہ کی تفصیلات بھی نہیں ملتیں جس میں انہوں نے اپنے مرشد شیخ قاسم کرینی کا نام سنہری حروف میں لکھا تھا، ممکن ہے یہ رسالہ انہوں نے اپنے شیخ کے مناقب و معارف پر تالیف کیا ہو۔

میر بزرگ کی اولاد:

میر بزرگ کے چار فرزند تھے، انہوں نے عہد کیا تھا کہ میرے ہاں جو بھی بیٹا ہو گا اُسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے موسوم کروں گا چنانچہ ان کے فرزندوں میں جلال الدین محمد، سعد الدین محمد اور ضیاء الدین محمد ہوئے، میر محمد نعمان خود بیان کرتے ہیں کہ میری ولادت کا وقت تھا اور میری والدہ تین چار ماہ کے حمل سے تھیں تو میرے والد نے خواب میں حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو دیکھا جو فرما رہے تھے کہ تمہارے ہاں فرزند تولد ہو گا اس کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ جب میں پیدا ہوا تو میرا نام محمد نعمان رکھا گیا۔(۲۶)

۲۶۔ بدر الدین سرہندی: حضرات القدس ۲/۲۹۹، زبدۃ المقامات ۲۲۸، مفتاح ۲۴۴ ب

میر بزرگ کے فرزند کلاں میر جلال الدین محمد پہلے ہی حضرت خواجہ باقی باللہ سے منسلک تھے اور جب حضرت خواجہ امکنہ سے خلافت یاب ہو کر دہلی میں قلعہ فیروزی کی جامع مسجد میں مقیم اور دعوت وارشاد میں مصروف ہوئے تو میر جلال الدین، وہاں کی جامع مسجد کے خطیب وامام تھے، وہ بھی حضرت خواجہ کی خدمت میں بیعت ہوئے موصوف اپنے جد مادری میر بلبل شاہ کشمیری کی طرح بہت ہی خوش الحانی سے قرأت کرتے تھے کہ سامعین پر رقت طاری ہو جاتی تھی، انہوں نے ہی میر محمد نعمان کو حضرت خواجہ سے منسلک ہونے کی ترغیب دی تھی، (۲۷) میر جلال الدین محمد سمرقندی، حضرت خواجہ سے خلافت یاب تھے اور ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء کو ان کا وصال ہوا۔ (۲۸)

میر محمد نعمان بدخشی:

میر محمد نعمان بدخشی کے مرید وہم وطن خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ ہمارے مرشد کی سمرقند میں حدود ۹۷۷ھ/ ۱۵۶۹ء کو ولادت ہوئی، (۲۹) شیخ بدرالدین سرہندی اور میر محمد نعمان کے فرزند میر عبدالفتاح نے بھی یہی سنہ دیا ہے، ''شیخ جنید'' مادۂ تاریخ ولادت ہے۔ (۳۰)

میر محمد نعمان نے سمرقند کے علمی ماحول میں پرورش پائی، بچپن سے ہی طبع عالی روحانیت کی طرف راغب تھی، فرماتے ہیں: فقراء کی خدمت میں جا کر مراقبات کرتا جس

۲۷۔ مفتاح، ۲۴۴ب ۲۸۔ اسراریہ ۷۶، زاد المعاد ۴/ ۲۹۲۱۰۔ زبدۃ، ۲۲۸

۳۰۔ حضرات ۲/ ۳۰۰، مفتاح، ۲۴۴

شیخ جنید: ش = ۳۰۰ ، ی = ۱۰ ، خ = ۶۰۰ ، ج = ۳ ، ن = ۵۰ ، ی = ۱۰ د = ۴ = ۹۷۷ھ

سے فکر و حیرت'' کا مجھ پر غلبہ رہنے لگا، نوجوانی میں ہی بلخ کے بزرگ امیر عبداللہ بلخی عشقی کی خدمت میں گیا تو ان کی بشارت نے انابت کی (۳۱) حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ بھی اپنے ایامِ طلبِ شیخ میں انہی حضرت امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے مصافحہ کرتے ہی ایسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی کہ جس کی برکات کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ تا قیامت رہیں گی (۳۲) اسی ''طلب'' میں میر محمد نعمان ہندوستان آئے تو حضرت خواجہ کی طرح تلاش شیخ میں پھرتے رہے اور ''وفور شوق'' میں کئی درویشوں سے ملے، پھر خوش نصیبی اور توفیق الٰہی سے آپ کی حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملاقات ہوگئی تو پھر سب کچھ وہیں مل گیا۔ (۳۳)

اس سے پہلے میر محمد نعمان نے حاجی عبدالرحمٰن رمزی بدخشی سے مصافحہ کیا تھا جو کہ شیخ سعید معمر حبشی کی وساطت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واصل ہوتا ہے، یہ مصافحہ حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ یعقوب صرفی کشمیری، حاجی محمد خبوشانی، شیخ تاج الدین سنبھلی اور خواجہ حسام الدین احمد نے بھی کیا تھا۔ (۳۴)

۳۱۔ایضاً ۳۲۔ کلیات خواجہ باقی باللہ، ۲۰۔۲۱ (زاد المعاد ا/۸۶)

۳۳۔زبدۃ، ۳۲۸، امیر عبداللہ بلخی سے سلسلہ کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ (مفتاح، ۲۴۴ب)

۳۴۔مقامات معصومی ۴/۴۸۔۵۰، زاد المعاد، ا/۲۴۸، زبدۃ المقامات میں ہے کہ امیر بلخی کے روحانی اشارہ پر میر محمد نعمان ہندوستان آئے،

ملازمت:

آپ کے فرزند میر عبدالفتاح نے لکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ذکر و مراقبہ نقشبندیہ کی تلقین کی، فرمایا:

"من دراں زمان نوکر بادشاہ بودم و حضرت اخوی اعزی مظہر جود و کرم میر جلال الدین ہمیشہ می فرمودند کہ بابا مارا تو چشم داشت دیگر بود و تو خود را بحرک دنیا الودہ چوں من مرید حضرت خواجہ شدم، بخدمت اخوی آمدہ عرض نمودم کہ الحال ترک نوکری کردہ ام ایشاں بسیار خوش وقت شدند۔" (۳۶)

شیخ بدر الدین سرہندی نے جنہیں میر محمد نعمان کی خدمت میں مصافحہ مذکورہ کی سعادت بھی حاصل تھی لکھا ہے کہ:

"خدمت میر ترک نوکری و علائق دنیوی نمودہ۔۔۔" (۳۷)

یہاں دونوں تذکرہ نویسوں نے نوکری کی نوعیت نہیں بتائی، آپ کی یہ ملازمت چونکہ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے حین حیات تھی اس لیے بلا تردد کہا جا سکتا ہے کہ "نوکر بادشاہ" سے مراد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (۹۶۳۔ ۱۰۱۴ھ/ ۱۵۵۶۔ ۱۶۰۵ء) ہی ہے، بظاہر اکبر کی ملازمت سے چھٹکارہ حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ حضرت خواجہ کے خلیفہ و خادم خاص خواجہ حسام الدین احمد

۳۵۔ ایضاً ۳۶۔ مفتاح، ۲۴۴ب ۳۷۔ حضرات ۲/ ۳۰۱

(ف ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) نے جس طرح ملازمت سے علیحدگی اختیار کی اور ان کو اس سلسلہ میں حکومتِ وقت کی طرف سے جو صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں ان کا ذکر ہم تفصیل سے زاد المعاد میں کر چکے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر محمد نعمان کسی بڑے اور قابلِ ذکر عہدہ پر فائز نہیں تھے جس کا ذکر کتب تاریخ میں نہیں کیا گیا (۳۸) تاہم میر صاحب نے وہ ملازمت ترک کر دی اور اپنے بھائی میر جلال الدین کی طرح کثیر اہل و عیال و متعلقین سمیت حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہو گئے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال ۱۰۳۴ھ اور پھر شاہ جہان کی تخت نشینی ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء کے بعد میر محمد نعمان نے شاہ جہان کے اصرار پر اکبر آباد آگرہ کی صدارت کا منصب قبول کر لیا تھا، انہوں نے ایک معاملہ میں میر ابو العلاء نقشبندی (ف ۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۱ء) کو اپنے دربار میں بھی طلب کیا تھا (کیفیت العارفین ۱۰۔۱۱) جہاں انہیں باطنی کشائش کا پورا ادراک ہونے لگا، اس دوران حضرت خواجہ سے وابستہ ایک امیر (منصب دار) نے حضرت خواجہ کے فقراء کے لیے روزینہ مقرر کرنے کی پیش کش کی تو حضرت خواجہ کے مریدین میں سے کسی نے کہا کہ میر محمد نعمان اپنے کثیر متعلقین کے ساتھ فقر و فاقہ و تنگ دستی میں مبتلا ہیں ان کا روزینہ بھی مقرر کروا دیں لیکن حضرت خواجہ نے فرمایا نہیں نہیں انہیں دنیا کے اس ''چرک'' میں میں ملوث نہیں کرنا چاہتا، جسے سن کر آپ خوش ہوئے اور اسی حالت میں صبر و توکل کے ساتھ گزر بسر کرتے رہے۔(۳۹) اسی اثنا میں

۳۸۔ ڈاکٹر اطہر علی نے منصب داروں کی جو فہرستیں مرتب کی ہیں ان میں میر محمد نعمان بدخشی نام کی کسی شخصیت کا ذکر نہیں ہے، دیکھئے: (بالاداد اشاریہ) Apparatus of Empire ۳۹۔ مفتاح، ۲۴۴ ب

۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء) حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی حضرت خواجہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور پھر جلد ہی حضرت خواجہ نے مریدین کی تعلیم و تربیت ان کے سپرد کر دی اور خود گوشہ نشین ہو گئے، تمام مریدین کو حکم دیا کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت میں سرہند جا کر سلوک کی مشق کریں، اس پر میر محمد نعمان کو تردد ہوا اور آپ حضرت شیخ کی خدمت میں نہ گئے، جس پر حضرت خواجہ نے حضرت شیخ کی بہت تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ جیسے ہزاروں ستارے اس آفتاب میں گم ہیں، تاہم آپ نے فرمایا کہ میر اگر نہیں جانا چاہتے تو انہیں میرے پاس ہی رہنے دیں، جہاں آپ کو خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ کو ایک شب جب کہ حضرت خواجہ سخت علیل تھے رات جاگ کر گزارنے کا موقع بھی نصیب ہوا جس پر آپ فخر کرتے رہے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد آپ حضرت شیخ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے اور تکمیل کی۔

حضرت مجدد الف ثانی کے حضور:

میر محمد نعمان نے خود اپنے فرزند میر عبدالفتاح سے بیان کیا تھا کہ جب حضرت خواجہ نے اپنے تمام مریدین کو سرہند جانے کا حکم دیا تو میں "ہم پیرگی و رعونتہای نفس" سرہند شریف نہ گیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میر نہیں جانا چاہتے تو نہ جائیں انہیں میرے پاس رہنے دیں۔(۴۰)

۴۰۔ ایضاً

حضرت خواجہ نے میر محمد نعمان سے فرمایا کہ میاں شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ جن میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں، اور اولیائے متقدمین میں ان کی مثال کہیں کہیں ہی ملے گی۔(۴۱) حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے بعد جب حضرت مجدد الف ثانی دہلی آئے تو انہوں نے حضرت کو ایک عریضہ لکھا جس میں اپنی شکستہ دلی، غریبی، بے نصیبی اور بے استعدادی کا ذکر کر کے عرض کیا کہ میرے پاس اس کے سوا کوئی اور وسیلہ نہیں ہے کہ میں سید المرسلین ﷺ کی اولاد میں سے ہوں لہٰذا آنحضرت ﷺ کے صدقہ مجھ پر رحم فرمایئے، میر صاحب کا یہ رقعہ پڑھ کر آپ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ میر صاحب بیدل نہ ہوں ہمارے حضرت خواجہ حاضر ہیں ان شاء اللہ بہتر ہوگا، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ کے اصحاب میں سے میر صاحب کو ہمارے ساتھ خاص مناسبت ہے، (۴۲) اس طرح آپ نے میر صاحب کو اپنے اہلِ ارادت میں داخل کر لیا اور انہیں اپنے ساتھ دہلی سے سرہند لے گئے جہاں وہ کئی سال آپ کی خدمت میں رہے۔(۴۳)

اس دوران حضرت مجدد الف ثانی پر ایسا ضعف طاری ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ آپ کا آخری مرض ہے اور اسی میں آپ کا وصال ہو جائے گا، آپ کو اس حالت میں یہ بھی کشف ہوا کہ خواجگانِ نقشبندیہ کی جو امانتیں میرے پاس ہیں انہیں کسی کو القا کر دی جائیں، جس پر آپ نے توجہ فرمائی تو صرف دو اصحاب اس کے اہل معلوم ہوئے اول

۴۱۔ زبدۃ المقامات، ص ۳۳۰ ۴۲۔ ایضاً، حضرات القدس ۲/ ۳۰۲ ۴۳۔ ایضاً

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق اور دوم میر محمد نعمان بدخشی، چنانچہ آپ نے وہ امانت ان حضرات کے سپرد کر دیں، جن سے ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق افاضہ کیا، رب کریم کے فضل سے اس کے بعد حضرت کو صحت کاملہ نصیب ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ ضعف کے دوران ان نسبتوں کے دوسروں کو عطا کیے جانے کا راز یہ معلوم ہوا کہ بعض ''معاملات و مقامات'' مجھے اسی وقت حاصل ہوتے جب میں وہ نسبتیں تم کو دے دیتا۔ (۴۴)

میر صاحب کا روحانی معاملہ ہمیشہ ترقی پذیر رہا، سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو حضرت مجدد الف ثانی نے ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء کو دعوت و ارشاد کے لیے دکن کے مشہور روحانی شہر برہانپور بھیجا، (۴۵) خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ آپ کو دو مرتبہ برہان پور مرخص کیا، جہاں آپ کا سلسلہ دعوت کامیاب نہیں ہوا کیوں کہ وہاں دو صوفی بزرگ شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری (ف ۱۰۲۹ھ/۱۶۲۰ء) اور شیخ عیسیٰ جند اللہ (ف ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء) پہلے ہی مصروف کار اور بڑے صاحبِ حال و قال بزرگ تھے۔ (۴۶) لیکن جب تیسری بار انہیں برہانپور بھیجا گیا تو بڑی کامیابی ہوئی، ان کی صحبت کی تاثیر بہت گرم تھی، طالب مرغ بسمل کی طرح تڑپتے اور بے حال ہو جاتے تھے، (۴۷) روانگی سے پہلے انہوں نے اپنا ایک خواب حضرت کی خدمت میں بیان

۴۴۔ حضرات القدس ۲/ ۳۰۲، زبدۃ المقامات ۳۳۱ ۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ ایضاً ۴۷۔ حضرات القدس ۲/ ۳۰۲

کیا تھا اور اس کی تعبیر پوچھی تھی جو اس وقت معلوم نہیں ہو سکی تھی، بعد میں آپ نے اپنے مکتوب میں اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ آپ کی تکمیل کی طرف اشارہ تھا، اب امید ہے کہ اس علاقے کے دشت وصحرا آپ کے وجود سے منور ہو جائیں گے۔(۴۸) حضرت مجدد الف ثانی کے نام اپنے ایک عریضہ میں میر محمد نعمان نے اپنے کثیر تعداد مریدین کا ذکر کرتے ہوئے بعض کے احوال بھی تحریر کیے ہیں۔(۴۹)

جب میر صاحب کے خلاف جہانگیر کے کان بھرے گئے تو اُسے آپ کے مریدین کی کثیر تعداد بھی بتاتے ہوئے کہا گیا کہ اُن کے ایک لاکھ ازبکی سوار مرید ہیں، (۵۰) جس پر جہانگیر نے انہیں دربار میں طلب کیا، بادشاہ کے ساتھ مکالمہ ہوا تو اس دوران آپ کو ہنسی آگئی جس پر جہانگیر غضب ناک ہو گیا، اس وقت نواب مہابت خان بھی دربار میں موجود تھا اس نے بظاہر جہانگیر کی طرف داری کی جس پر اس نے آپ کو نواب کے حوالہ کر دیا جس پر وہ آپ کو اپنے محل میں لے آیا بہت خاطر داری اور تواضع کی، بادشاہ کو علم ہوا تو وہ نواب سے ناراض ہوا، پھر حکم دیا کہ اس فقیر سے کہو کہ برہانپور سے اُٹھ کر اکبر آباد آ جائے، جس کے حکم کی تعمیل میں آپ اکبر آباد (آگرہ) آ کر مقیم ہو گئے۔(۵۱) اس کے بعد آپ تا حیات یہیں رہے، یہیں وصال ہوا اور دفن کیے گئے، شاہ جہاں کے زمانہ (۱۰۳۷ھ-۱۰۶۸ / ۱۶۲۷-۱۶۵۷) آپ کو اکبر آباد کا صدر

۴۸۔ مکتوبات ۱/۲۴۶، حضرات القدس ۲/۳۰۲ ۴۹۔ مکتوبات ۱/۲۳۸

۵۰۔ حضرات القدس ۲/۳۰۵ ۵۱۔ ایضاً ۵۲۔ مقالہ حاضر تحت عنوان ملازمت

بنایا گیا(۵۲) آپ نے برہانپور سے جاتے ہوئے اپنے خویش (داماد) خواجہ محمد ہاشم کشمی کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔(۵۳)

میر محمد نعمان بدخشی کی اولاد:

میر صاحب حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ''کثرتِ عیال'' کے باعث تنگ دست تھے۔(۵۴) اور شدتِ فقر و غایت فاقہ میں تھے،(۵۵) ہمیں تاحال کسی معاصر ماخذ سے آپ کی اولاد کی پوری تفصیل نہیں مل سکی، تاہم آپ کے ایک فرزند میر عبدالفتاح نے بتایا ہے کہ ہم چھ بھائی اور تین بہنیں ہیں، مفتاح العارفین کی رو سے آپ کی اولاد کا شجرہ اس طرح مرتب ہوا ہے جو اس مقالہ کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

میر ابراہیم بدخشی:

کم سنی سے ہی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ شہزادگی میں اس کے ساتھ مصاحب کے طور پر رہتے تھے، میر محمد نعمان کے فرزند بزرگ تھے، ان کا عمل عزیمت پر تھا ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء کو جب حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادگان حج کے لیے

۵۳۔ طبقات شاہ جہانی ۱۰/۲۸، یہاں ڈاکٹر اطہر عباس رضوی کو غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ برہانپور میں خواجہ محمد ہاشم نے میر محمد نعمان کے ساتھ روحانی تعاون کیا یا میر صاحب واپس سرہند چلے گئے،(History of Sufism Vol:2 P 226) حالانکہ طبقات کی واضح معاصر شہادت موجود ہے کہ میر صاحب انہیں اپنا قائم مقام بنا کر اکبرآباد گئے۔ ۵۴۔ زبدۃ المقامات ۳۲۸ ۵۵۔ حضرات القدس ۲/۳۰۱

گئے تو میر ابراہیم بھی ان کے ہمراہ بندرگاہ سورت تک گئے، وہاں پہنچ کر ان پر حرمین شریفین کی محبت کا غلبہ ہو گیا، تو بادشاہ اور اپنے خاندان سے اجازت لیے بغیر ہی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے، انہوں نے روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تخت نشینی کی جنگ میں اورنگ زیب کے لیے دعائیں کیں، جب واپس آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اورنگ زیب کامیاب ہو کر تخت نشین ہو چکا ہے جب موصوف اُسے مبارک باد دینے کے لیے گئے تو بادشاہ نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ جب میں سلطنت حاصل کر لوں گا تو اہلِ حرمین کے لیے نذر و تحائف بھیجوں گا، تم وہاں سے واقف ہو، لہٰذا ہمارے تحائف و سوغات وہاں کے شرفاء اور شاہ یمن امام اسماعیل کے لیے لے کر جاؤ، جب آپ سلطان کی نذور لے کر یمن کے قصبہ "بربیم" پہنچے تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا، یہ ۲۷ صفر ۱۰۷۰ھ کا واقعہ ہے۔(۵۶) انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ کے فرزند خواجہ خرد کے ساتھ بڑا اُنس تھا۔(۵۷)

معاصر مورخ بختاور خان نے نذر کی یہ رقم چھ لاکھ ساٹھ ہزار روپے بتائی ہے جب اورنگ زیب کو ان کے انتقال کی خبر دی گئی اور یہ ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء کے واقعات کے تحت درج ہوا ہے (۵۸) گویا ان کے خاندانی ماخذ مفتاح العارفین میں ۱۰۷۰ھ غلط ہے، مآثر عالمگیری میں ہے کہ انہیں ۱۰۷۰ھ کو اس کارِ خیر کے لیے متعین کیا گیا:

"میر ابراہیم ولد میر نعمان مغفور برسانیدنِ اجناس شش لک سی ہزار روپیہ بشرفای مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفاً معین شد۔" (۵۹)

۵۶۔ مفتاح العارفین ۱۵۲-۱ ۵۷۔ اسراریہ ۱۷۳ ۵۸۔ مرآۃ العالم ۱/۲۲۸۔

۵۹۔ مستعد خان، محمد ساقی: مآثر عالمگیری ۲۸

لیکن اس کے اگلے ہی سال ۱۰۷۱ھ کو اورنگ زیب کو ان کے وہاں فوت ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے(۶۰) ہمت خان میر بخشی بن میر ضیاء الدین حسین اسلام خان کی دختر ان کے نکاح میں تھی، یعنی میر ضیاء الدین حسین کی پوتی میر محمد نعمان کی بہو تھی۔(۶۱)

میر عبدالرحمٰن:

حضرت مجدد الف ثانی کے مرید تھے،(۶۲) رویت اُخروی کے سلسلہ میں ان کو کچھ شبہات تھے، حضرت مجدد الف ثانی نے ایک مکتوب ''در رفع شبہات منکران رویت اُخروی'' ان کے نام لکھا ہے(۶۳) میر عبدالرحمٰن کے بھائی میر عبدالفتاح نے ان کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

''علامہ و محقق و فہامہ مدقق بودند و تمام عمر در توکل گزراند و مرید شیخ احمد سرہندی اند، صاحبِ حال باعمل بودند و بعد از تحصیل علوم ظاہری بدرس مشغول گشتند و بخدمت طبع درس می فرمودند و در زمان خود پیش رو خلق بودند و خوش گو و خوش خو بودند و معمور الاوقات و دائم العبادات و در طریقہ پدران خود بی نظیر بودند، با اہلِ دل نزدیک و از اہلِ دول دور بودند، در شب برأۃ از نماز مغرب رکعت کردہ بودند کہ برحمت حق پیوستند و در سنہ ہزار و ہفتاد و شش و عمر شریف ہشتاد و سہ سال بود، درونِ گنبد والد ماجد خود مدفون گشتند۔''(۶۴)

۶۰۔ مرآۃ العالم ۱/۲۲۸ ۶۱۔ مآثر الامراء ۱/۱۱۹ ۶۲۔ مفتاح العارفین ۲۵۴ب

۶۳۔ مکتوبات ۳/۴۴ ۶۴۔ مفتاح العارفین، ۲۵۶ب

گویا ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۵ء کو فوت ہوئے اپنے والد گرامی میر محمد نعمان بدخشی کے حظیرہ اکبرآباد میں دفن کیے گئے۔

میر محمد اسحٰق:

یہ بھی میر محمد نعمان بدخشی کے فرزند تھے، ابتداء میں بادشاہ کے ہاں ملازمت کرتے تھے، اسی لیے ان کے والد اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ نادان مجھ سے کیا چاہتا ہے، غرض اسی حال میں کچھ عرصہ گزر گیا تو ان پر اچانک جذبہ طاری ہوا، جو آخری عمر تک قائم رہا، ان سے بعض کرامات بھی سرزد ہوئیں، ۴ جمادی الاول روز جمعہ ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ کو رحلت ہوئی اور اپنے والد بزرگوار کے احاطۂ مزار میں دفن ہوئے۔(۶۵)

میر محمد اسحٰق کے یہ حالات ان کے بھائی میر عبدالفتاح نے تحریر کیے ہیں، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ ابتداء میں کس بادشاہ کے ہاں ملازمت کرتے تھے، عہد جہانگیر کی کتبِ تاریخ میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

میر عبداللہ:

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب میں انہیں میر محمد نعمان کا فرزند لکھا ہے، اور انہیں اس جوانی کو غنیمت جاننے کی نصیحت کرتے ہوئے تحصیلِ علم اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور بتایا کہ ان کے والد چند روز کے بعد ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔(۶۶) اس کے علاوہ ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

۶۵۔ مفتاح العارفین ۲۵۶، الف ۶۶۔ مکتوبات ۱/۱۷۹

میر محمد امین:

حضرت مجدد الف ثانی نے ایک مکتوب ان کی والدہ کے نام لکھا ہے اور انہیں ذکرِ الٰہی کی ترغیب اور دنیا کی محبت سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔(۶۷) اسی طرح ایک اور مکتوب میں میر محمد نعمان بدخشی کے ایک فرزند کو اسی قسم کے نصائح کیے ہیں (۶۸) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا یہ مکتوب انہی میر محمد امین کے نام ہے جو میر محمد نعمان کے فرزند گرامی تھے۔

میر عبدالفتاح:

میر عبدالفتاح نے خود اپنے والد کا نام محمد نعمان لکھا ہے(۶۹) انہوں نے خواجہ محمد معصوم سرہندی کو ''پیر دستگیر'' بتاتے ہوئے آپ کی ایک مجلس میں خود کو حاضر بتایا ہے۔(۷۰) حضرت خواجہ کا ایک مکتوب بھی میر عبدالفتاح کے نام ہے جو ''ادائے لوازمِ طلب گاری'' کے موضوع پر ہے۔(۷۱)

میر عبدالفتاح، صوفیہ کے ایک اہم تذکرہ مفتاح العارفین کے مؤلف ہیں جس میں عرفا کے سال وفات کے اعتبار سے صوفیہ کے حالات نہایت اختصار سے لکھے گئے ہیں چونکہ مولف خانوادۂ مجددیہ کے افراد سے قرابت قریبہ رکھتے تھے اس لیے اس تذکرہ میں دوسرے سلاسل کے مقابلہ میں سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں کے زیادہ

۶۷۔ مکتوبات ۳/۴۴ ۶۸۔ ایضاً، ۱/۱۹۰ ۶۹۔ مفتاح العارفین (آغاز)

۷۰۔ ایضاً ۲۵۴ب، ۲۵۶۔ا ۷۱۔ مکتوبات معصومیہ ۳/۲۵/۵۴۔۵۵

حالات درج ہیں، میر عبدالفتاح نے اس میں اپنے خاندان، بھائیوں اور بہنوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا پورا خانوادہ حضرات مجددیہ کا حلقہ بگوش تھا۔

مفتاح العارفین میں سال تالیف درج نہیں ہے اس کے آخری اوراق میں ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء تک کے واقعات ملتے ہیں۔ (۷۲) اس تذکرہ کا فارسی متن تا حال شائع نہیں ہوا ہے۔ اس کے صرف دو خطی نسخوں کا ہمیں تا حال علم ہے۔ (۷۳)

میر محمد نعمان کے چھ فرزندوں کے علاوہ تین بیٹیوں کا ذکر بھی ملتا ہے، یعنی ا

دختر منسوب خواجہ محمد ہاشم کشمی:

خواجہ محمد ہاشم کشمی، میر محمد نعمان بدخشی کے ہم وطن، مرید اور داماد تھے، ان کی ابتدائی تعلیم سلوک میر محمد نعمان ہی کے ہاں ہوئی تھی، پھر انہی کے حکم پر ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء کو حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل کی، اپنے پہلے شیخ میر محمد نعمان کے نام کی نسبت سے وہ اپنے نام کے ساتھ نعمانی لکھتے تھے۔ (۷۴)

خواجہ کشمی نے خود لکھا ہے کہ میر محمد نعمان کی صاحبزادی میرے عقد میں ہے، موصوفہ کم سنی سے ہی حضرت خواجہ باقی باللہ کے حضور لے جائی گئی تھیں اور حضرت کی دعا سے انہیں شفا نصیب ہوئی تھی، یہ دختر عفت مآب مدتوں فیروز آباد دہلی میں حضرت خواجہ سے بیعت ہونے والی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے مامور رہیں۔ (۷۵) اس خاتون

۷۲۔ مفتاح العارفین ۷۳۔ ایک نسخہ ذخیرۂ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، دوسرا دار العلوم دیوبند میں ہے۔ ۷۴۔ زبدۃ المقامات ۳۰۱ ابتدائی متن میں سہو کتابت ہے ۷۵۔ ایضاً ۱۹

کے بھائی اور میر محمد نعمان کے فرزند میر عبدالفتاح نے لکھا ہے کہ خواجہ کشمی میر محمد نعمان کے داماد ہیں۔(۷۶) ڈھاکہ یونیورسٹی کے مخطوط دیوانِ خواجہ محمد ہاشم کے ایک زائد ورق پر خواجہ کشمی کا سال وفات ۱۰۴۳ھ درج ہے جو قرائن کے قریب معلوم ہوتا ہے۔(۷۷) میر محمد نعمان کی اس دختر نیک اختر سے صرف ایک ہی فرزند خواجہ محمد قاسم اور ایک بیٹی صفیہ تولد ہوئی۔(۷۸)

خواجہ کشمی کئی کتابوں کے مولف تھے جن میں زبدۃ المقامات زیادہ مشہور ہے۔انہوں نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تیسری جلد بھی مرتب کی تھی۔

دختر منسوب بہ خواجہ محمد مومن جذبی:

خواجہ محمد مومن جذبی بن خواجہ عبدالرافع سمرقندی نقشبندی، موصوف سمرقند میں ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کو تولد ہوئے، ان کا نسب والد کی طرف سے شیخ سیف الدین باخرزی اور والدہ کی طرف سے خواجہ نور الدین بصیر سے ملتا ہے، خواجہ جذبی کو شاعری کے فن سے بھی بہرۂ کامل نصیب ہوا تھا، موصوف میر محمد نعمان کے خلیفہ و داماد تھے، ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو وصال ہوا۔(۷۹)

۷۶۔مفتاح ۲۳۸۔ا ۷۷۔نقد عمر ۵۳ ۷۸۔جواہر ہاشمیہ ۴۴۔۴۵ (تعجب ہے کہ مولوی اختر محمد خان رام پوری نے بغیر کسی حوالہ کے خواجہ کشمی کی شادی دہلی کے معزز خاندان میں ہونے کا ذکر کس طرح کر دیا، جبکہ آپ خود ہی میر محمد نعمان کا داماد بتا رہے ہیں (زبدۃ ۱۹) خواجہ کشمی کے چار عریضے میر محمد نعمان کے نام ان کے مجموعہ مکاتیب میں موجود ہیں ورق (۵۲۔۵۹)

۷۹۔مفتاح العارفین ۲۴۲۔ا،ب (میر عبدالفتاح نے ان کی ایک نعتیہ رباعی بھی نقل کی ہے)

دختر منسوب بہ خواجہ محمد ابراہیم:

سید خواجہ محمد ابراہیم، میر محمد نعمان کے خلیفہ و داماد تھے، انہوں نے ساری زندگی اپنے شیخ کی خدمت و رضا جوئی میں صرف کر دی اور ان کے مزاج میں کمال رسوخ پیدا کر لیا، آخری عمر میں انہوں نے اپنے شیخ سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی پڑھے، میر محمد نعمان نے انہیں خلافت دے کر رخصت کیا، اپنے اکثر مریدین بھی تربیت کے لیے انہیں کے حوالہ کر دیئے تھے، ۲۳ شوال جمعہ کے روز خطبہ کے وقت ۱۰۷۱ھ/۱٦٦۱ء کو وصال ہوا۔(۸۰)

مریدین و خلفاء میر محمد نعمان:

میر صاحب نے اپنے ایک عریضہ بنام حضرت مجدد الف ثانی میں اپنے مریدین کی کثرت کا ذکر کیا ہے، جس پر حضرت نے بڑی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں مریدین کی کثیر تعداد پر فخر کرنے سے منع کیا ہے، میر صاحب کو جب تیسری بار برہان پور بھیجا گیا تو ان کی روحانیت میں بڑی حدت پیدا ہو چکی تھی، ملنے والے اس کی تاب نہیں لا سکتے تھے وہ تڑپنے لگتے، جہانگیر نے بھی آپ کو کثرت مریدین کے باعث ہی آگرہ طلب کیا تھا۔(۸۱)

آپ کے چھ فرزند تو آپ سے سلوک باطنی کی تعلیم حاصل کرتے ہی رہے تھے آپ کے تینوں داماد بھی آپ کے خلفاء میں شامل تھے۔(۸۲)

۸۰۔ ایضاً، ۲۵۲۔ا،ب ۸۱۔ تفصیل بیان کی جا چکی ہے ۸۲۔ آپ کے فرزند میر عبد الفتاح نے ان تینوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں خلیفہ و داماد لکھا ہے۔

ان کے علاوہ مرزا محمد شریف (ف ۲ ربیع الاول ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۸ء) بن پیر محمد بن شریف الدین حسین بن شاہ کمال الدین حسین خوارزمی، درس و تدریس میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ (۸۳) میر محمد اسحٰق ہراتی بھی میر محمد نعمان کے مرید اور خواجہ محمد مومن جذبی (داماد میر صاحب) کے داماد تھے، انہیں خواجہ محمد سعید سرہندی سے خلافت حاصل تھی ۷ محرم ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء کو شاہ جہان آباد میں وفات ہوئی، وہاں سے ان کی نعش لاکر ان کے شیخ کے قریب دفن کی گئی۔ (۸۴)

حاجی محمد صالح بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے، وہ کم سنی سے ہی میر صاحب کی خدمت میں رہتے تھے، اپنی والدۂ محترمہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر حج کروانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی، اکبر آباد میں مسجد وقار کے قریب سکونت تھی، کسی امیر کا روزینہ قبول نہیں کیا، ۱۰۸۶ھ/ ۱۶۷۵ء کو رحلت ہوئی، اکبر آباد میں ہی دفن ہوئے۔ (۸۵)

حاجی عبدالرشید حصولِ علم کے بعد میر صاحب کی خدمت میں آئے اور ان کے حکم نہ فرمانے کے باوجود خواجہ محمد ابراہیم (داماد میر صاحب) کی خدمت میں بیعت کی، صاحبزادگان سرہند کے ہمراہ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء کو حج کے لیے گئے وہاں علم قرأت میں مہارت حاصل کی اور واپس اکبر آباد آکر درس و تدریس میں مصروف ہو گئے، وہیں ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء کو رحلت فرمائی۔ (۸۶)

..

۸۳۔ مفتاح العارفین ۲۵۱۔ا ۸۴۔ ایضاً، ۲۵۔ا ۸۵۔ ایضاً، ۲۵۸۔ا

۸۶۔ مفتاح ۲۵۹۔ا

حاجی گدا بھی میر صاحب کے مرید، شہر جہان آباد میں مقیم تھے، ان کی عمر سو سال کے قریب تھی، ۶ شوال ۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۴ء کو وفات ہوئی۔(۸۷)

خود میر صاحب نے اپنے مکتوب بنام حضرت مجدد الف ثانی میں اپنے مریدین خواجہ رحمی، سید احمد اور میر عبداللطیف کا ذکر کیا ہے، اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کو سلسلہ قادریہ میں بھی اجازت حاصل تھی۔(۸۸)

میر ضیاء الدین حسین بدخشی مخاطب بہ اسلام خان:

اورنگ زیب عالمگیر کے قدیم ساتھیوں اور شیخ سلیم چشتی کی اولاد میں سے تھا اور ساری عمر اُسی کے ساتھ صرف کر دی، میر محمد نعمان بدخشی سے خاص عقیدت تھی ۱۰۷۴ھ کو فوت ہو کر انہی کے احاطۂ مزار میں دفن ہوا (۸۹) اس نے میر صاحب کے مزار کے قریب ایک بڑی مسجد بھی تعمیر کروائی تھی (۹۰) اسلام خان فارسی میں شعر کہتا تھا اور اس کا تخلص والا تھا۔(۹۱)

سالِ وفات:

میر محمد نعمان کے سالِ وصال میں اختلاف ہے، دونوں معاصر تذکرے "زبدۃ المقامات" اور "حضرات القدس" میر صاحب کے حینِ حیات مکمل ہو چکے تھے، مولف "حضرات القدس" نے ان کے نام کے ساتھ "قدس سرہ" لکھا ہے۔(۹۲) جو مرحومین

۸۷۔ ایضاً، ۲۰۹۔ب ۸۸۔ مکتوبات ۱/ ۲۳۸ ۸۹۔ مرآۃ العالم ۲/ ۶۸
۹۰۔ مآثر الامراء ۱/ ۲۱۶/ ۲۱۸ ۹۱۔ مختلف تذکروں کے اقتباسات کے لیے دیکھئے تذکرہ شعرای کشمیر ۴/ ۱۶۶۵۔۱۶۷۰ ۹۲۔ حضرات القدس ۲/ ۲۹۹

کے لیے لکھا جاتا ہے لیکن اس میں سال وفات موجود ہی نہیں ہے، اس کے بعد میر صاحب کے فرزند میر عبدالفتاح کا تذکرہ مفتاح العارفین (تالیف حدود ۱۰۹۶ء) ہی ایک ایسا ماخذ ہے جس میں ۱۷ صفر ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء درج ہے۔ (۹۳) جو ہمارے نزدیک معتبر ترین ہے، ان کے ایک اور ہم وطن تذکرہ نویس مرزا محمد بن رستم حارثی بدخشی نے بھی یہی سنہ لکھا ہے، لیکن تاریخِ وفات ۱۸ صفر دی ہے۔ (۹۴) میر صاحب کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے (۹۵) اس پر ۱۸ صفر ۱۰۵۸ھ اور مادۂ تاریخ: ''ہادیٔ زمان مخدوم میر'' ۱۰۵۸ء لکھا ہوا ہے، اگر اس مادہ میں ہادیٔ زمان کے ہمزہ کا ایک عدد شمار کر لیا جائے تو یہ صحیح طور پر ۱۰۵۹ھ بن جائے گا، جو درست ہے معلوم ہوتا کہ کتبہ نصب کرنے والے کو یہ بات معلوم نہیں تھی، میر عبدالفتاح نے لکھا ہے کہ ہمارے والد کو ان کی تعمیر کردہ مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا، میر ضیاء الدین مخاطب بہ اسلام خان نے میر صاحب کا مزار تعمیر کروایا (۹۶) اور اس کے قریب ایک مسجد بھی بنوائی تھی (۹۷) مرزا حارثی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض حضرات ان کا سالِ وفات ۱۰۶۱ھ بھی بتاتے ہیں (۹۸) جو

۹۳۔ مفتاح العارفین ۲۴۶ ب

۹۴۔ تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۲۸۲

۹۵۔ دیکھیے عکس کتبہ

۹۶۔ مرقعِ اکبرآباد بحوالہ حاشیہ محمد ایوب قادری بر فرحت الناظرین ۱۹۶

۹۷۔ مآثر الامراء ۱/ ۲۱۸

۹۸۔ تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۲۸۲

پدر رست معلوم نہیں ہوتا، میر صاحب کے ایک اور معاصر شیخ کمال محمد سنبھلی مرید خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ بھی تھے انہیں میر صاحب کا سال وصال حتمی طور پر معلوم نہیں تھا،

انہوں نے ''ہزار و پنجاہ و انداست'' لکھا ہے۔(۹۹)

تصانیف:

میر محمد نعمان نے جس زمانہ (۹۷۷۔ ۱۰۵۹ھ/ ۱۵۶۹۔۱۶۴۹ء) میں پرورش پائی وہ علمی، دینی اور ادبی اعتبار سے مسلمانوں کا زریں دور تھا، سمرقند جہاں آپ کی ولادت ہوئی وہ اس دور میں دینی و علمی مرکز تھا، ہر طرف علماء، مشائخ اور شعراء مصروف کار تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی طرح آپ بھی تلاش شیخ میں خوب گھومے پھرے اہلِ علم و عرفان سے صحبت رہی، جن میں اکابر اہلِ علم و دانش شامل تھے، حضرت خواجہ خود شاعر اور مصنف تھے، صوفیہ میں اعلیٰ درجہ کا ادبی ذوق تھا، حضرت مجدد الف ثانی تصنیف و تالیف اور شعر و ادب کا گہرا ذوق رکھتے تھے، حضرت کے وصال پر بہت سے اصحاب نے قطعات تاریخ لکھے جن میں خواجہ محمد ہاشم کشمی نے ۶۳ مادہ ہائے تاریخ اور میر محمد نعمان نے ۶۲ مادہ ہائے تاریخ وصال کہے تھے جو حضرات القدس میں منقول ہیں، (۱۰۰) حضرات القدس جیسی مثالی سوانح مولف نے میر محمد نعمان ہی کے امر پر تالیف کی تھی۔(۱۰۱)

۹۹۔ اسراریہ (تالیف حدود ۱۰۷۴ھ) ص، ۱۷۲، اند ۔ عدد مجہول از سہ تانہ، کم، معدود چند (فرہنگ عمید) ۱۰۰۔ حضرات القدس ۲/ ۲۱۷ ۱۰۱۔ ایضاً ۲/ ۳۱۱

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے میر محمد نعمان کا مؤلفہ ایک مختصر ''رسالہ سلوک'' حافظ مولانا محمد ہاشم جان مجددی کے کتب خانہ سے حاصل کر کے شائع کیا تھا (۱۰۲) بظاہر اس رسالہ کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ کے فرزند گرامی میر عبدالفتاح بھی اس سے ناواقف تھے، میر صاحب نے اس عہد کے طریقہ تالیف کے مطابق اس کے آغاز میں اپنا نام بھی بحیثیت مؤلف نہیں لکھا، جب تک کوئی معاصر ثبوت نہ مل جائے اس کا میر محمد نعمان سے انتساب مشکوک رہے گا۔

مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی بنام میر محمد نعمان:

حضرت کے سب سے زیادہ مکاتیب آپ ہی کے نام ہیں، یعنی:

۱/۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۲۴، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۵۷، ۲۶۱، ۲۸۱، ۳۱۲، ۲/۴، ۹۹، ۳/۱، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۶، ۳۰، ۳۶، ۴۹، ۱۰۲

آپ کو مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی سے خصوصی دلچسپی تھی، پہلی دو جلدوں کی تکمیل کے بعد انہیں خیال آیا کہ ان کے بعد لکھے جانے والے مکاتیب شریفہ بھی جمع کروانے چاہئیں چنانچہ میر محمد نعمان نے اپنے مرید و داماد خواجہ محمد ہاشم کشمی کو اس کا امر فرمایا، خواجہ کشمی خود لکھتے ہیں:

''۔۔۔معدن الایقان و العرفان۔۔۔ التماس نمودند کہ آں لآلی منثورہ را فراہم آوردہ دفینۂ جلد ثالث بروی کار آید، ما اجابت مقرون گشت۔۔۔ این کمترین بجمع مسودات و نقل آں از سواد بہ

۱۰۲۔ رسالۂ سلوک مع (رسالہ) مشائخ طرق اربعہ منسوب خواجہ باقی باللہ، حیدرآباد، سندھ، ۱۹۶۹ء

بیاض ممتاز گردید با تمام جلد ثالث در ہماں سال کہ از لفظ
"ثالث" (۱۰۳) نیز معین است سرفراز شد۔" (۱۰۴)

سلاطین وامراء سے تعلقات:

جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ میر محمد نعمان ہندوستان تشریف لائے تو متعلقین کی کثرت کے باعث تنگ دستی رہنے لگی، آپ نے بادشاہ کے ہاں نوکری کر لی، یہاں کون بادشاہ مراد ہے، ظاہر ہے یہ ملازمت آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے حین حیات (۱۰۱۲ھ) کی، یہ ملازمت کس درجہ کی تھی، محض دعا گو کے طور پر ایسے اصحاب کو کچھ وظیفہ دے دیا جاتا تھا یا آپ نے حضرت خواجہ کے دو مخلص امیروں عبدالرحیم خانِ خانان اور میر مرتضیٰ خان فرید بخاری کی مصاحبت اختیار کی ہو گی کتب تاریخ میں ان امور کی تفصیلات نہیں ملتیں لیکن جب ایک امیر منصب دار نے حضرت خواجہ کے مریدین کو وظیفہ دینے کا عزم کیا تو کسی نے حضرت خواجہ سے کہا کہ میر محمد نعمان کثیر اہل وعیال کے ساتھ تنگ دستی کے باعث پریشان ہیں، جس پر حضرت خواجہ نے انہیں اس "چرک" سے آزاد رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ (۱۰۵)

میر صاحب کے سب سے زیادہ تعلقات عبدالرحیم خانِ خانان کے ساتھ تھے جس زمانہ میں انہیں خلافت دے کر برہانپور بھیجا گیا خانِ خانان اس دور میں دکن کا گورنر

۱۰۳۔ یعنی "ثالث" ۱۰۳۱ھ ۱۰۴۔ رسالہ روداد تدوین مکتوبات ۴۳ب، مشمولہ رسائل کشمی قلمی

۱۰۵۔ تفصیل بیان کی جا چکی ہے

تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب بنام خانِ خانان میں میر صاحب کے

متعلق لکھا ہے:

''ان حدود (برہانپور) میں سیادت پناہ حقائق و معارف آگاہ میر محمد نعمان کا وجود غنیمت ہے، میں ان کی دعا اور توجہ کو کبریت احمر سمجھتا ہوں کہ ان کی توجہات کی برکات و فیوض سے آپ کا وجود (منصب) قائم ہے اور میں ان کی توجہات کو آپ کے لیے غیر حاضری میں بھی ممد و معاون تصور کرتا ہوں، ایک سال سے زیادہ ہوا کہ میر صاحب نے آپ کی خوبیاں غائبانہ طور پر مجھے لکھیں اور مجھ فقیر کے ساتھ آپ کو جو محبت ہے اس کا اظہار بھی کیا اور یہ بھی لکھا کہ اس علاقہ کی صوبہ داری کسی اور کو تفویض کیے جانے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے یہ وقت توجہ اور دستگیری کا ہے میں نے خط کے مطالعہ کے دوران توجہ کی تو آپ کو عالی قدر حالت میں دیکھا۔'' (۱۰۶)

جامع مسجد برہانپور کی مرمت و توسیع:

دکن پر فاروقی سلاطین کے آخری دور میں عادل شاہ چہارم (راجہ علی ۹۸۵۔۱۰۰۵ھ/۱۵۷۷۔۱۵۹۷ء) نے ایک وسیع مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا، جس پر

۱۰۶۔ مکتوبات ۲/۶۲

۱۵۸۸ء تک کام ہوتا رہا (۱۰۷) پھر وہ آگے نہ بڑھ سکا، صرف منصوبہ کی حد تک اس کی

تعمیر ہو سکی، اس کی تکمیل جہانگیر کے عہد میں ہوئی۔ (۱۰۸)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء کو جب میر محمد نعمان کو حضرت مجدد الف ثانی نے خلافت دے کر برہانپور میں متعین کیا تو وہ شہر کی اسی مسجد میں آکر ٹھہرے اور دعوت وارشاد کا آغاز کیا، میر صاحب کے زمانہ میں یہ مسجد شکست وریخت کا شکار ہو چکی تھی، مرزا عبدالرحیم خانِ خانان کو دکن کے معاملات کے لیے بھیجا گیا کیوں کہ مغلوں کو وہاں کے حاکموں کے ہاتھوں شکست کا سامنا تھا، خانِ خانان ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۸ء کو برہانپور پہنچا، کئی مہمات میں کامیابی ہوئی لیکن اس کے دشمن مسلسل جہانگیر کے کان بھرتے رہے، یہاں تک کہ اُسے واپس بلا لیا گیا، تحقیق احوال کے لیے امراء کو متعین کیا گیا، اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس میں خانِ خانان کا قصور نہیں تھا اُسے ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء کو مزید ترقی دے کر دکن کی فتح کی تکمیل کے لیے روانہ کیا گیا۔ (۱۰۹)
حضرت مجدد الف ثانی کے منقولہ بالا مکتوب (۲/ ۶۲) میں اس کی صوبہ داری دکن سے معزولی اور پھر مکاشفہ میں اُس کا دوبارہ زیادہ شان کے ساتھ ظاہر ہونے کا اسی طرف اشارہ ہے گویا حضرت کا یہ مکتوب مذکورہ سنہ میں تحریر کیا گیا ہے۔

107.Brown, p: Indian Architecture(Islamic period) p-79

108.Haig, W: Camberidge History of India, (Vol.4) 4/575

۱۰۹۔ خانِ خانان کے دکن کے معمولات کی اصلاح کے اقدامات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ

Naick C.R: Abdu'r Rahim Khan-i-Khanan and his literary Circle pp-160-168

توزک جہانگیری مرتبہ سرسید احمد خان، ص ۱۰۷، وما بعد

خانِ خانان میر محمد نعمان کا بہت احترام کرتا تھا اُسے ان پر کامل اعتماد تھا، آپ نے خان سے کہا کہ برہانپور کی اس عظیم مسجد کی مرمت اور تکمیل کرنی چاہیے، معاصر مورخ عبدالباقی نہاوندی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''مسجد جامع ایں شہر (برہانپور) عمارتی است عالی و بنائی متعالی واز آثار عجیبۂ غریبہ کہ دریں ولایت ہست، بہتر از عالی بنا چیزی نیست، وصفۂ وسیع منیع کہ با عرصہ سماوات دم مساوات بزند، در پیش طاق آں ساختہ بودند، و بمرور ایام بسان بنای عمر ظملہ منہدم و ویران شدہ بود بساختن و تعمیر امر فرمودند، و بنوعی باتمام رسید کہ زبان قلم مسکور للسان از تعریف و توصیف آں عاجز ست، و گویا روزگار بواسطۂ اینش خراب ساختہ بود کہ بہتر از اول تمام شود، و اکثر شکست و ریخت ایں مسجد بسعیٔ سیادت پناہ قدوۃ السالکین امیر نعمان بدخشی کہ از جملہ درویشان صاحبِ سلوک حال است، و ازیں مسجدی باشد و برخوان احسان ایں سپہ سالار با جمعی کثیر موظف انداز عین المال سپہ سالار تعمیر شد، و ہمہ روزہ جمعی از صلحاء و عباد و زہاد در آں جا بعبادت مشغولی می جویند و دعای دولتش می گویند۔'' (۱۱۰)

۱۱۰۔ مآثر رحیمی ۲/ ۶۰۳

اس طویل اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ یہ مسجد برہانپور کے آثار عجیبہ میں سے ہے۔

۲۔ اس میں ایک وسیع وعریض صفہ تعمیر کیا گیا۔

۳۔ مرورِ ایام سے اس کے بہت سے حصوں کو نقصان پہنچا تھا۔

۴۔ خانِ خانان نے اس کی تعمیر نو کا حکم دیا۔

۵۔ جب وہ تیار ہو گئی تو زیب وزینت میں اس کی مثال نہیں ہے۔

۶۔ اس مسجد کے خراب حصوں (شکست وریخت) کی مرمت سیادت پناہ قدوۃ السالکین امیر نعمان بدخشی نے خود کروائی تھی۔

۷۔ موصوف اسی مسجد میں مقیم تھے۔

۸۔ اس کی تعمیر خانِ خانان کے مال سے کی گئی۔

۹۔ اس وقت سے بہت سے صلحاء، عباد اور زہاد وہاں عبادت میں مشغول اور خان کے لیے دعا گو ہیں۔

یہ عالی شان مسجد جو اب بھی موجود ہے اور برطانوی دور کے ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی توجہ کا مرکز رہی ہے کے محرابی کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء کو تعمیر ہوئی پھر ۱۹۶۱ء کو اس کے کتبات کے عکس بھی شائع کیے گئے۔(۱۱۱) کتبہ شناسی کی اس رپورٹ میں ایسا کوئی کتبہ موجود نہیں ہے جو عبدالرحیم خانِ خانان کے دورِ نظامت کا ہو اور اس میں میر محمد نعمان بدخشی کی مرمت وتوسیع کا ذکر کیا گیا ہو، یہاں اس کے کتبات کا عکس اسی ادارہ کی شائع کردہ سمری سے ماخوذ ہے۔

111.Rahim, S.A: Inscriptions of Farooqi Arabic and percian Epigraphia Indian Kings from Bauhanpur, ed. Z.A. Dezai, Delhi, 1962. pp. 53-54

مآخذ

مخطوطات:

۱۔ عبدالفتاح بن محمد نعمان بدخشی: مفتاح العارفین (تذکرۂ علماء صوفیہ بلحاظ سنین) ذخیرۂ شیرانی، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۲۔ محمد ہاشم کشمی: رسائل خواجہ کشمی، مملوکہ شیخ ابوالخیر عبداللہ جان، پشاور

۳۔ بدرالدین سرہندی، شیخ: حضرات القدس، جلد اول، کتاب خانہ لاہور میوزیم، لاہور

۴۔ ایضاً: سنوات الاتقیاء، ذخیرۂ مولانا غلام محی الدین قصوری، قصور

۵۔ کمال محمد سنبھلی: اسراریہ (تذکرہ علماء وصوفیۂ برصغیر)، کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

مطبوعات:

۶۔ باقی باللہ، خواجہ: کلیات، مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور: ۱۹۶۷ء

۷۔ صفر احمد معصومی: مقامات معصومی مرتبہ محمد اقبال مجددی، لاہور: ۲۰۰۴ء

۸۔ خواجہ کلاں، عبیداللہ: زادالمعاد (تذکرۂ خواجہ حسام الدین احمد)
مرتبہ محمد اقبال مجددی، گوجرانوالہ: ۲۰۱۳ء

۹۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، کانپور: ۱۳۰۰ھ

۱۰۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی، مرتبہ محمد اسلم خان، دہلی: (طبقہ نہم دہم)

۱۱۔ محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس، اردو ترجمہ از محبوب واسطی، سیالکوٹ: ۱۴۱۰ھ

۱۲۔ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی: مکتوبات مرتبہ نور احمد امرتسری، استنبول،

۱۳۔ عطاء الرحمٰن ابو العلائی: کیفیت العارفین، آگرہ

۱۴۔ اختر محمد خان: جواہر ہاشمیہ (تذکرہ خواجہ محمد ہاشم کشمی)

۱۵۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی مرتبہ نثار احمد فاروقی، رام پور

۱۶۔ راشدی، حسام الدین: تکملہ تذکرہ شعرای کشمیر از اصلح، لاہور

۱۷۔ محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین ترجمہ وحواشی از ایوب قادری، کراچی

۱۸۔ مستعد خان، محمد ساقی: مآثر عالمگیری، کلکتہ

۱۹۔ بختاور خان: مراۃ العالم (تاریخ عہد اورنگ زیب عالمگیر) مرتبہ ساجدہ علوی،
لاہور: ۱۹۷۹ء

۲۰۔ محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر، مرتبہ مفتی محمد سعادت، سری نگر: ۱۳۵۵ھ

۲۱۔ ایضاً: واقعات کشمیر ترجمہ وحواشی از شمس الدین احمد، سری نگر

۲۲۔ عبداللہ بدخشی: ارمغان بدخشان، مرتبہ، فرید بیژن، تہران: ۱۳۸۵ھ ش

23. Athar Ali: Apparatus of Empire, Delhi, 1985

24. Rizvi, S.A. A: History of Sufiism, Delhi, 1986

25. Brown, p: Indian Architecture(Islamic period)

26. Haig, W: Camberidge History of India, (Vol.4)

27. Naick C.R: Abdul Rahim Khan-i-Khanan and his literary Circle

28. Rahim, S.A: Inscriptions of Farooqi Kings from Burhanpur, Epigraphia India Arabic and Persian supl. 1961, ed. Z.A. Dezai, Delhi, 1962

ماخوذ از الاحسان، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، شمارہ ۳ جنوری۔جون ۲۰۱۵ء

شجرۂ نسب میر محمد نعمان بدخشی

- میر عبدالحمید (نزیل کشمیر)
  - میر جلال الدین
    - میر شمس الدین ملقب بہ میر بزرگ (ف ۹۹۴ھ مولد و موطن کشمیر)
      - میر جلال الدین محمد
        مرید خواجہ باقی باللہ (مفتاح ۲۴۴ ب)
        موصوف کو ان کے جد مادری میر بلبل شاہ کی طرح حسن قرأت کا ملکہ تھا (زاد المعاد ۲۰۹/۴)
      - سعید الدین
        مرید حضرت مجدد الف ثانی (زبدہ ۲۵۴)
      - ضیاء الدین محمد
      - میر محمد نعمان بدخشی (۹۷۷-۱۰۵۹ھ)
        (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی)
        - میر ابراہیم (ف ۱۰۷۰ھ)
        - میر عبدالرحمٰن (ف ۱۰۷۶) مرید حضرت مجدد الف ثانی
          مفتاح ۲۵۳ ب) مکتوب الیہ ۴۴/۳
        - میر محمد اسحاق (ف ۱۰۸۱ھ)
          مفتاح ۲۵۲ الف
        - میر عبداللہ مکتوب الیہ ۱۷۹/۱
        - میر محمد امین بدخشی
          مکتوبات ۱۹۰/۱،۴۴/۳
        - میر عبدالفتاح
          مؤلف مفتاح العارفین،
          مکتوب الیہ حضرت خواجہ محمد معصوم ۲۵/۳
        - دختر منسوب بہ خواجہ محمد ہاشم کشمی
          - صفیہ
          - محمد قاسم بدخشی (جواہر ہاشمیہ ۴۴-۴۵)
        - دختر منسوب بہ خواجہ محمد مؤمن جذبی ۹۹۹-۱۰۵۲ھ (مفتاح ۲۳۱ ب)
        - دختر منسوب بہ میر ضیاء اللہ
          - میر عطاء اللہ (متوسل بہ بختاور خان)
        - دختر منسوب بہ خواجہ ابراہیم (مفتاح ۲۵۲ الف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون

لوح مزار مبارک

حضرت میر محمد نعمان حسینی بدخشی

قدس اللہ سرہ الاقدس

وصال اقدس [illegible] صفر [illegible] ۱۰۵۸ھ

ہادیٔ زماں [illegible]
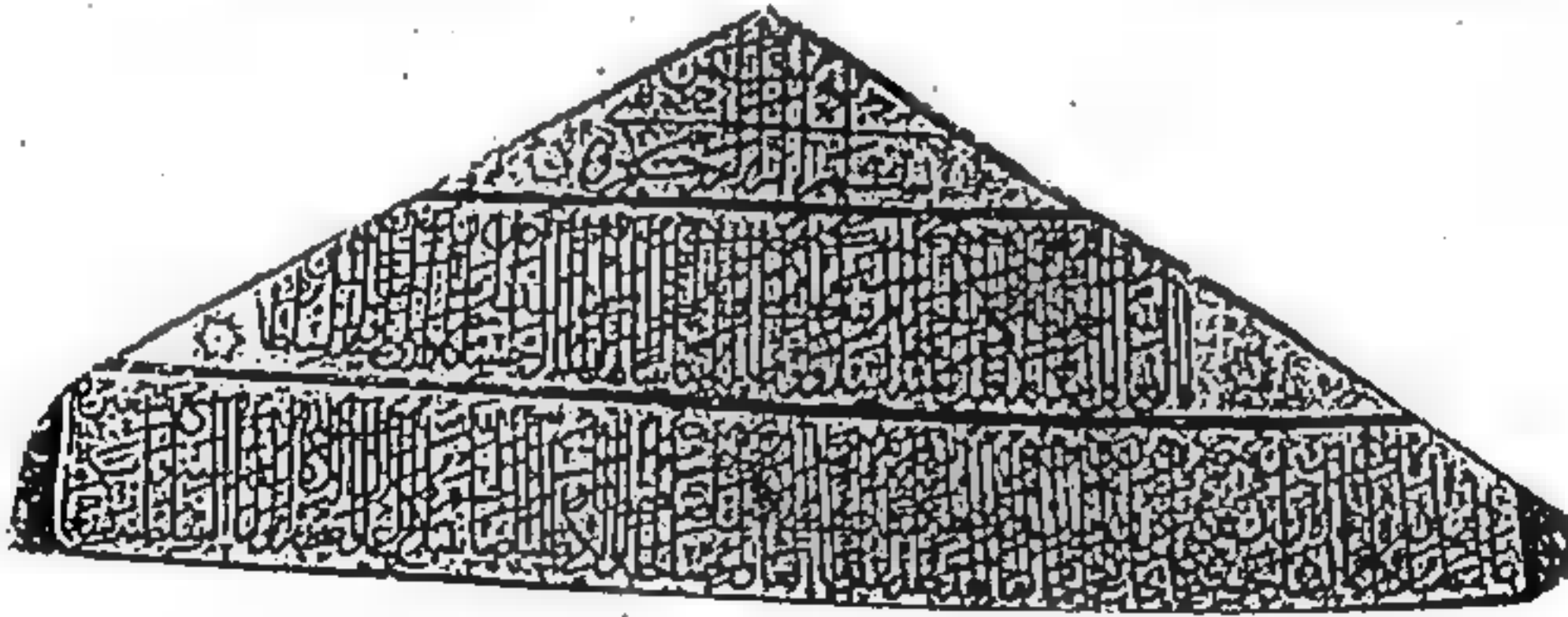
شیخ اسماعیل رشدی: کلیات خواجہ باقی باللہ کے جامع و مدون

حضرت خواجہ باقی باللہ (۹۷۲-۱۰۱۲ھ/ ۱۵۶۵ء-۱۶۰۳ء) سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے، وسطی ایشیا اور ہندوستان کے ہر بڑے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے لیکن آپ کو مولانا خواجگی امکنگی (ف ۱۰۰۸/ ۱۵۹۹ء) سے اجازت وخلافت حاصل تھی[1]۔ مشہور عالم مولانا محمد صادق حلوائی سمرقندی (ف ۱۰۰۷/ ۱۵۹۸ء) سے تلمذ تھا[2]۔

حضرت خواجہ کی نثر اور نظم دونوں پختہ کاری کے نمونے ہیں، یوں تو اس وقت (۹۷۲-۱۰۱۲ھ/ ۱۵۶۵ء-۱۶۰۳ء) وسطی ایشیاء، افغانستان اور ہندوستان کا علمی ماحول ہی ایسا تھا کہ تقریباً سبھی علماء وصوفیہ شاعری کا شغل رکھتے تھے۔ الگ بات ہے کہ یہ اصحاب شعر بس یوں ہی کبھی کبھار ذوق کی تسکین کے لیے کہتے تھے، حضرت خواجہ کے استاد مُلا صادق حلوائی ایک صاحب دیوان شاعر تھے[3]، کامل یقین ہے کہ انہی کی صحبت نے حضرت خواجہ کو شعر گوئی کی طرف مائل کیا ہوگا۔ آپ کی دوسری لیکن مختصر صحبت بلخ کے شاعر اور صوفی مولانا آکہ شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) سے بھی رہی، موصوف بھی صاحب دیوان شاعر تھے[4]۔

آغاز جوانی سے ہی حضرت خواجہ نے ایک مثنوی قبل از زمان درویشی لکھی تھی جو بحر سریع مسدس مطوی موقوف جیسی مشکل زمین میں ہے، حضرت خواجہ ایک اعلیٰ درجہ کے تاریخ گو شاعر بھی تھے، آپ کو اس فن پر اتنا عبور تھا کہ اپنی شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کے سال تصنیف (۱۰۰۷ھ) کے ۱۹ مادے ایک ہی نشست میں املا کروا دیے تھے[5]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے مشہور ترین خلفاء میں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء)، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)، شیخ تاج الدین سنبھلی (ف ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) اور خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) قابل ذکر ہیں۔ ان حضرت کی اپنی خدمات کی بدولت اُس الحاد اور آزاد خیالی کے دور میں بھی اسلام کسی نہ کسی شکل میں قائم رہا۔

کلیات خواجہ باقی باللہ کا ایک مجموعہ محکمہ اوقاف پنجاب کی اعانت سے ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور نے ۱۹۶۷ء کو شائع کیا تھا جس میں حسب ذیل نظم ونثر موجود ہیں:

ملفوظات، مکتوبات، رسائل میں سے رسالہ در بیان حقیقت نماز، صورت نماز، مختصر بیان توحید، معنی اعوذ، معنی بسم اللہ و سورۂ فاتحہ، بیان سورۂ والشمس، بیان سورۂ اخلاص، بیان سورۃ الفلق، بیان سورۃ الناس، ترجمہ دعائے قنوت، بیان آیۃ ﴿ھُوَ

معمّہ ـــــــ رسالۂ ناتمام در سلوک، شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار)، مثنوی قبل از زمان درویشی، مثنوی گنج فقر، ساقی نامہ، سلسلۂ پیران طریقت، تاریخ تولد ہر دو پسران خود، رباعیات، فردہا۔۔۔

ان کلیات کے کئی خطی نسخے دنیا کے مختلف کتاب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن کسی نسخے میں اس مجموعہ کے جامع کا نام درج نہیں ہے، عرفانیات باقی کے مرتب سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی کے ابتدائیہ میں ایک نسخۂ ذخیرۂ حبیب گنج ،مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ مکتوبہ ۱۰۱۱ھ کا ذکر دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ سنہ صحیح ہے تو حضرت خواجہ کے رسائل اور کلام کا یہ مجموعہ آپ کے حین حیات ہی مدون ہو چکا تھا لیکن جب ہم نے ذخیرۂ حبیب گنج کی انگریزی فہرست دیکھی تو یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ خواجہ خُرد بن خواجہ باقی باللہ کے ملفوظات کے خطی نسخہ کے آخر میں چند اوراق حضرت خواجہ کے منظومات کے بھی جلد ہو گئے ہیں، فہرست ساز حضرات نے ملفوظات کا سال کتابت بھی یہی فرض کر لیا، لطیفہ یہ ہے کہ اس مجموعہ میں خواجہ خُرد کا قطعۂ سال ولادت (۱۰۱۰ھ) مصنفہ خواجہ باقی باللہ بھی شامل ہے، گویا صاحب ملفوظات خواجہ خُرد اس وقت صرف ایک سال کے تھے، کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں حضرت خواجہ کے رسائل کے ایک سے زیادہ مجموعے موجود ہیں، ان میں سے ایک کا سال کتابت ۲ ربیع الثانی ۱۰۴۶ھ ہے (شمارہ ۵۶۱۶) گویا یہ مجموعہ صاحبزادگان حضرت خواجہ باقی باللہ یعنی شیخ عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں (ف ۱۰۷۳ھ/۱۶۲۱ء) اور شیخ عبداللہ ملقب بہ خواجہ خُرد (ف ۱۰۷۴ھ/۱۶۲۲ء) کے حین حیات کتابت ہوا ہے اور حضرت خواجہ کے خادم خاص خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے صرف تین سال بعد کا ہے۔

کلیات خواجہ باقی باللہ مطبوعہ لاہور کے مرتبین مولانا ابوالحسن زید فاروقی اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے اس امر کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ اس کلیات کا مرتب کون ہے؟ بلکہ یہ حضرات تو یہ تک بھول گئے کہ یہ مجموعہ کس خطی نسخہ پر مبنی ہے؟ ڈاکٹر فاروقی نہ تو نسخہ شناس تھے اور نہ انھیں اس فن میں کوئی مہارت تھی البتہ مولانا زید فاروقی کا مختصر مقدمہ عمدہ ہے۔

اس دوران ہمیں حضرت خواجہ باقی باللہ کے ایک معاصر تذکرہ زاد المعاد مرتب کرنے کا موقع ملا، تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس کلیات کے جامع ومدون حضرت خواجہ کے ایک مرید شیخ اسماعیل رشدی ہیں۔

یہ تذکرہ حضرت خواجہ کے خلیفہ اور خادم خاص خواجہ حسام الدین احمد (۹۷۷۔۱۰۴۳ھ/۱۵۶۹۔۱۶۳۳ء) کے احوال پر ہے جسے حضرت خواجہ باقی باللہ کے فرزند شیخ عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں (۱۰۱۰۔۱۰۷۳ھ/۱۶۰۱۔۱۶۶۳ء) نے ۱۰۴۴ھ کو تالیف کیا تھا، مؤلف بہت کم سن یعنی ۲ سال ۴ ماہ کے تھے کہ ان کے والد حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال (۱۰۱۲ھ) ہو گیا تو ان کی تعلیم وتربیت انھی نے کی، اس تذکرہ میں مندرج حضرت خواجہ اور آپ کے حوزۂ روحانی کی تمام تر روایات کے مولف خود امین تھے۔

زاد المعاد کے ذریعے یہ بات پہلی مرتبہ علمی دنیا کے سامنے آئی کہ خود خواجہ حسام الدین احمد نے حضرت خواجہ کے

ایک مرید اور نظم ونثر فارسی کے ایک کہنہ مشق بزرگ شیخ اسماعیل رشدی کو حکم دیا کہ حضرت خواجہ کے نظم ونثر کے رسائل، رقعات اور ملفوظات (مسموعات) کا مجموعہ مرتب کریں، لکھا ہے:

> بعد از رحلت حضرت خواجہ مطابق ارادہ حضرت ایشاں (خواجہ حسام الدین احمد)
> ۔۔۔۔جمیع سر برزدہا، وقت عالی آں عالی حضرت راازنظم ونثر ورسائل ورقعات جمع
> فرمودہ ودر آخر آں مسموعات خودراباپندی از خصائص احوال آں عالی حضرت مرتب
> ساختہ والیوم آں مجموعہ درمیان اصحاب واحباب وسائر مخلصین ایں خاندان عالی
> شہرت وانتشار تمام دارد[۶]۔

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ یہ مجموعہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے بعد مرتب ہوا۔

۲۔ اسے خواجہ حسام الدین احمد کے ایما پر جمع ومرتب کیا گیا۔

۳۔ اس مجموعہ میں حضرت خواجہ کے ملفوظات (مسموعات) خود اس کے جامع شیخ اسماعیل رشدی کے مرتب کیے ہوئے ہیں۔

۴۔ آج (۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء) تک حضرت خواجہ کے مخلصین میں یہ مجموعہ شہرت رکھتا ہے اور ان کے استعمال میں بھی رہتا ہے۔

اس مجموعہ ملفوظات کے جامع نے انکساری بلکہ ''غایت بے اعتباری'' کے باعث اپنا نام نہیں لکھا، لیکن آخر میں حضرت خواجہ کے وصال پر جو پُر درد مرثیہ تحریر کیا ہے اس میں اپنا تخلص رشدیؔ لکھا ہے:

> رشدیؔ ازاں نفس کہ رُخ خود نہفت دوست.........ساز طرب شکست و نوائے ترانہ مرد[۷]

زادالمعاد میں ہی تحریر ہے:

> چوں زیر بار علائق بسیار بودند ناچار اختیار نوکری سلاطین وقت نمودہ[۸]

یعنی رشدی زیر بار ہونے کے باعث سلاطین وقت کے ہاں ملازمت کرنے پر مجبور تھے، یہ جلال الدین اکبر (۹۶۳۔۱۰۱۴ھ/۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) اور نور الدین جہانگیر (۱۰۱۴۔۱۰۳۷ھ/۱۶۰۵۔۱۶۲۸ء) کا زمانہ تھا، ہم نے میاں رشدی کے منصب کی تحقیق کے لیے ان سلاطین کی تاریخ سے متعلق تمام معاصر تواریخ دیکھیں لیکن کسی میں بھی ان کا ذکر نہ ملا، تو گمان گذرا کہ موصوف اکبر کے کسی منصب دار کے ہاں ملازم یا متوسل ہوں گے، اس سلسلہ میں ہم نے مرزا عبدالرحیم خان خاناں کی معاصر سوانح مآثر رحیمی کی ورق گردانی کی تو ایک متوسل شاعر کے عنوان 'مولانا رشدی' دیکھ کر نظر وہیں ٹھہر گئی، اس کتاب کے مولف عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے:

> مولانا رشدی از غایت رشد و رشاد باآنکہ مدتی دردربار فیض آثار ایں عالی شان
> چاکر و ملازم بودہ، ہیچ کس از مقام ومکان ونام ونشان او خبرنمی دہد اطلاعی بر

احوال او ندارد کہ قابل تحریر وتقریر بودہ باشد، ایں قدر ظاہر شد کہ صاحب طبیعت و
خوش سلیقہ بودہ واز مداحان قدیم ایں سالار (خان خانان) است و مدتی ملازم و
جاگیردار بودہ وحکیم رشدی قمی کہ از فحول اطباء وشعرای ایران بود رشدی تخلص می فرمو
دو مشار الیہ بہ ہندوستان نہ رسیدہ وایں اشعار وایں طرز وروش بزادہای طبع آں
حکمت پناہ آشنائی ندارد کہ نسبت باو تواں داد۔[9]

(مولف نے مولانا رشدی دہلوی کا ایک قصیدہ اور ایک ساقی نامہ بھی نقل کیا ہے)

اس معاصر اقتباس سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ مولانا رشدی نہایت رشد ورشاد پر فائز تھے۔

۲۔ وہ مدت دراز سے خان خانان کے دربار سے وابستہ تھے۔

۳۔ کوئی بھی ان کے نام ومقام سے واقف نہیں ہے کہ لکھا جا سکے۔

۴۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ وہ خان خانان کے قدیم مدح سرا تھے۔

۵۔ رشدی قدیم ملازم اور جاگیردار تھے۔

۶۔ حکیم رشدی قمی جو ایک بڑا طبیب اور ایران کے شعراء میں سے تھا کا تخلص بھی رشدی تھا لیکن وہ کبھی ہندوستان نہیں آیا کہ یہ قیاس کیا جائے کہ وہ مولانا رشدی یہی حکیم قمی ہوگا۔

۷۔ لیکن جو اشعار، طرز اور روش شعری مولانا رشدی ہندوستانی کی ہے، رشدی قمی اس سے آشنا ہی نہیں ہے کہ ان اشعار کو اس سے منسوب کیا جا سکے۔

یاد رہے کہ مولانا رشدی دہلوی اور حکیم رشدی قمی ایرانی کی اہلیت شعری کا یہ موازنہ کسی ہندوستانی نے نہیں بلکہ ایران کے ایک مردم خیز خطہ نہاوند کے رہنے والے اور خان خانان سے متوسل شاعر ومورخ عبدالباقی نہاوندی نے کیا ہے۔

گویا میاں شیخ اسماعیل رشدی نقشبندی نے مرزا عبدالرحیم خان خاناں سے وابستگی کے دوران خود کو مخفی ہی رکھا محض اپنے تخلص رشدی ہی سے متعارف ہوتے رہے، اس طرح تذکرہ زاد المعاد کے ذریعے علمی دنیا کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا ہے کہ مآثر رحیمی میں مذکور جس مولانا رشدی کا قصیدہ اور ساقی نامہ درج ہوا ہے وہ کوئی ایرانی نہیں بلکہ ایک ہندی نژاد مولانا اسماعیل رشدی دہلوی ہیں۔

اب ہم کلیات خواجہ باقی باللہ کے جامع ومرتب میاں شیخ رشدی کے حالات ذرا تفصیل سے بیان کر رہے ہیں:

میاں شیخ اسماعیل رشدی، شیخ عالم (ف ۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹ء)، بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی (ف ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء)، بن شیخ حسن طاہر جونپوری ثم دہلوی (ف ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء)، بن شیخ طاہر ملتانی، شیخ رشدی کے اجداد ایک سو پچاس سال تک

دہلی میں دعوت وعزیمت میں سرگرم عمل رہے وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب (ف ۳۲ھ/۶۵۲ء) عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے اس لیے عباسی کہلاتے تھے[10]۔

شیخ حسن بن طاہر جونپوری ثم دہلوی کے چار فرزند تھے جن میں سے شیخ محمد حسن خیالی (ف ۹۴۴ھ/۱۶۳۷ء) صوفی و شاعر اور شیخ عبدالعزیز دہلوی نامور ہوئے، شیخ عبدالعزیز کے فرزندوں میں سے شیخ قطب العالم (ف ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء) کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ کے قریبی مراسم تھے اور ان کے ساتھ طویل صحبتیں رہتی تھیں[11]۔ شیخ قطب العالم کے ایک فرزند شیخ رفیع الدین محمد (ف ۱۰۲۹ء/۱۶۱۹ء) بھی تھے، جو اپنی آبائی مسند مشیخت چھوڑ کر حضرت خواجہ باقی باللہ سے منسلک ہو گئے تھے[12]، میاں شیخ رشدی انھی کے چچا شیخ عالم کے فرزند تھے[13]۔

جب حضرت خواجہ باقی باللہ تلاش شیخ میں کابل سے بار بار ہندوستان آتے تو دہلی آ کر انھی شیخ قطب العالم کی خانقاہ میں رہ کر سلوک کی مشق کرتے تھے، یہیں ان کے فرزند شیخ رفیع الدین محمد حضرت خواجہ کی روحانیت سے متاثر ہو کر آپ کے گرویدہ ہوئے تھے اور جب حضرت خواجہ ۱۰۰۶ھ کو امکنہ (مضافات سمرقند، شہر سبز و شہر کتاب کے مابین) سے مولانا خواجگی امکنگی سے خلافت یاب ہو کر واپس آئے تو جو حضرات لاہور میں رہ کر حضرت خواجہ کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے وہ بھی ان میں شامل تھے[14]۔

خواجہ کلاں بن خواجہ باقی باللہ کی روایت ہے کہ میاں شیخ اسماعیل رشدی کم سنی سے ہی حضرت خواجہ سے منسلک ہو کر سلوک کی مشق کرنے لگے تھے[15]، گویا یہ مخدوم زادے بھی حضرت خواجہ کے انھی ایام میں خانقاہ میں قیام کے دوران محبت کے اسیر ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ بھی میاں اسماعیل رشدی پر خاص مہربانی فرماتے تھے ان کا بہت اعزاز واحترام کرتے تھے، ان کی طلب پر طریقے کی تعلیم دی اور بہت کم مدت میں وہ مراتب سلوک طے کرنے میں کامیاب ہو گئے، حضرت خواجہ نے اپنی آخری عمر میں جب کہ آپ مشیخت کا سلسلہ منقطع کر کے اپنے تمام عقیدت مندوں کو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے پاس بھیج چکے تھے اور ایسی خلوت اختیار کر لی تھی کہ کسی کو ملنے کی جرأت نہیں تھی اور حضرت خواجہ بھی کسی مرید کو طلب نہیں فرماتے تھے لیکن ایک مرتبہ اپنے اس قاعدہ کے خلاف میاں شیخ اسماعیل کو طلب فرمایا اور کہا کہ میاں شیخ اسماعیل مناسبت "نغز دارد و چندگاہی مشارٌالیہ را دریں کار بجد باید بود و بہ نزد ما آمد و رفت باید کرد"[16]۔

میاں شیخ اسماعیل رشدی حضرت خواجہ کے ملفوظات یعنی آپ کی مجالس میں ہونے والی گفتگو لکھ لیا کرتے تھے لیکن اس امر کی آپ سے اجازت نہیں لی تھی، ایک مرتبہ ۶، صفر ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء کو انھوں نے آپ کی مجالس شریفہ کی روداد لکھنے کی اجازت چاہی تو بصد وقت آپ نے فرمایا کہ لکھ لیا کرو لیکن مجھے دکھا دیا کرو، جب آپ نے سابقہ تحریرات خدمت میں پیش کیں تو وہ اوراق نامنظور ہوئے تو جامع نے حضرت مجدد الف ثانی کی دہلی میں حضرت خواجہ کے حضور حاضری کے دوران

آپ سے عرض کیا کہ آپ حضرت خواجہ سے ملفوظات نویسی کی اجازت لے دیں تو ان کی درخواست منظور ہوئی [۱۷]۔ انھوں نے ملفوظات نویسی کا آغاز ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء کو کیا چوں کہ جامع ملازمت کرتے تھے یعنی عبدالرحیم خان خانان سے وابستہ تھے اس لیے وہ مسلسل نہیں لکھ سکتے تھے، جابجا خلا پائے جاتے ہیں آخری ملفوظ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/۱۲۰۳ء کا ہے، اسی روز حضرت خواجہ کا وصال ہو گیا تھا [۱۸]۔

کلیات خواجہ باقی باللہ میں ملفوظات کے علاوہ حضرت خواجہ کے ۸۷ مکتوبات بھی شامل کیے گئے ہیں، یقیناً حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کے علاوہ بھی مکاتیب اپنے اصحاب کو لکھے ہوں گے، آپ کے جانشین حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی پہلی جلد میں پہلے بیس عریضے تو حضرت خواجہ کے نام ہیں، حضرت خواجہ نے ان عرض داشتوں کے جوابات بھی لکھے ہوں گے، مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ میں صرف چند مکاتیب ہی حضرت مجدد الف ثانی کے نام ہیں اگر جامع کامل توجہ سے آپ کے مکتوبات جمع کرتے تو اس سے کئی گنا زیادہ مکاتیب ان حضرات سے مل سکتے تھے جو آپ کے عقیدت مند کی حیثیت سے سرہند میں رہ کر سلوک کی تکمیل میں مصروف تھے۔

کلیات خواجہ باقی باللہ کی ترتیب وتدوین کے محرک حضرت خواجہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد (۹۷۷۔۱۰۴۳ھ/۱۵۶۹۔۱۶۳۳ء) تھے، آپ کے والد نواب غازی خان بدخشی (۹۲۲، ۹۹۲ھ/۱۵۱۶۔۱۵۸۴ع) علم معقولات کے امام تھے، وسطی ایشیاء کے اکابر علماء سے تحصیل کے بعد اپنے مستقر بدخشاں (افغانستان) میں رہے وہاں سے کابل اور پھر اکبر بادشاہ کی طلب پر ہندوستان آئے، کئی مناصب پر فائز رہے، سلاطین مغلیہ کے بڑے بڑے معرکوں میں شریک ہوئے، نواب صاحب کے انتقال (۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کے بعد ان کے فرزند خواجہ حسام الدین احمد کو اکبر بادشاہ نے منصب دیا، لیکن اس وقت تک اکبر کا دین الٰہی پوری طرح ملک پر مسلط ہو چکا تھا، خواجہ حسام الدین احمد کی تربیت ہی مذہبی ماحول میں ہوئی تھی اس لیے انھوں نے دیوانگی کا راستہ اختیار کر کے بادشاہ سے خلاصی حاصل کی، آپ کا نکاح خود اکبر بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم علامی ابوالفضل کی بہن فاطمہ سے کروایا، ملازمت سے علیحدگی کے بعد آپ مدتوں جنگلوں میں روپوش رہے، جب حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلافت یاب ہو کر واپس ہندوستان آنے کا سنا تو بڑے اشتیاق سے خدمت میں حاضر ہوئے، خلافت سے نوازے گئے لیکن حکومت سے تادیبی کارروائی کے امکان کے باعث خلافت وجانشینی سے معذرت کر لی۔

خواجہ حسام الدین احمد خود صاحب ذوق بزرگ تھے، آپ نے اپنے نام اکابر مشائخ کے خطوط خواجہ کلاں سے جمع کروائے اور شواہد الاخلاص نام رکھا، آپ کی ایک بیاض اشعار بھی تھی جسے آپ اکثر تنہائی میں پڑھا کرتے تھے، جب حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال (۱۰۱۲ھ/۱۲۰۳ء) ہوا تو آپ کے دو کم سن بچے شیخ عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں صرف دو سال چار ماہ کے تھے اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ عبداللہ ملقب بہ خواجہ خُرد صرف دو سال کے تھے، خواجہ حسام الدین احمد نے ان کی اپنے بچوں کے ساتھ پرورش کی دونوں بھائی بڑے ہوئے تو سلوک کی تکمیل کے لیے سرہند بھیجا، یہ دونوں

صاحبزادگان صوفی اور شیخ طریقت تو تھے ہی اس کے ساتھ شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، دونوں کی فارسی منظومات دریافت ہو چکی ہیں۔

خواجہ خرد کے ایک مرید خاص شیخ کمال محمد سنبھلی تھے، انھوں نے صوفیہ کا ایک ضخیم تذکرہ اسراریہ کے نام سے لکھا ہے جس میں خانقاہ حضرت خواجہ باقی باللہ (واقع جامع مسجد قلعہ فیروز شاہ تغلق، دہلی) کی علمی فضاؤں کی جس طرح تصویر کشی کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان و ہند کا کوئی بڑے سے بڑا شاعر ایسا نہیں ہوگا جو اس خانقاہ میں نہیں گیا ہوگا اور اپنے کلام کی داد نہ لی ہو، خود حضرت خواجہ باقی باللہ فارسی کے اچھے شاعر تھے، اگرچہ خانقاہ شریفہ میں شعر نہیں کہتے تھے لیکن اس کا ماحول ایسا علمی و روحانی تھا کہ جب کوئی روحانی محفل یہاں ہوتی تھی تو بقول صاحب اسراریہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے در و دیوار سے ادبیات کے چشمے پھوٹ رہے ہوں۔

ان حالات میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے رسائل و منظومات کا مجموعہ ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہوگا۔

حوالے و حواشی:

۱۔ رشدی، محمد اسماعیل، ۱۹۶۷ء، کلیات خواجہ باقی باللہ، مرتبہ: ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور، ص ۲۱
۲۔ سرہندی، بدرالدین، حضرات القدس، جلد اوّل، خطی نسخہ، کتاب خانہ لاہور میوزیم، لاہور، ص ۳۵۶
۳۔ بدایونی، عبدالقادر، ۱۸۶۸ء، منتخب التواریخ، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۷۶/۳
۴۔ کشمی، محمد ہاشم، نسمات القدس، خطی نسخہ، کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص ۱۳۵
۵۔ یہ مادے سلسلۃ الاحرار، یعنی کلیات خواجہ باقی باللہ میں شامل ہیں۔
۶۔ خواجہ کلاں، عبیداللہ، ۲۰۱۳ء، زاد المعاد، احوال حسام الدین احمد، مرتبہ: محمد اقبال مجددی، گوجرانوالہ، ۲۷۴/۱۳
۷۔ باقی باللہ، خواجہ، ۱۹۶۷ء، کلیات خواجہ باقی باللہ، مرتبہ: ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور، ص ۶۷
۸۔ خواجہ کلاں، ۲۷۴/۱۳
۹۔ حکیم رشدی قمی کے حالات ایرانی شعراء کے تذکروں میں ملتے ہیں، عرفات العاشقین میں ہے: حکیم رشدی قمی از افاضل واماجد و مردم خوب آں جاست، در عہد شاہ طہماسپ ملازمت سلطانم کردی و در زمان عباس پادشاہ از حکمای مقرر اردوی کیمان پوی است و معتبر است، بہ غایت خوش طبیعت فہیم، درست ادراک خوش محاورہ است ۔۔۔ قایل ایں مقال (تقی الدین محمد اوحدی اصفہانی) بہ صحبت وی مکرر در رسیدہ و وی بالفعل نیز در اردوی معلای عباسی می باشد (نمونہ کلام) ۔۔۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں: اوحدی، تقی الدین محمد، ۱۳۸۹ش، عرفات العاشقین و عرصات العارفین ۱۶۰۲/۳-۱۶۰۳، مرتبہ: ذبیح اللہ صاحب کاری و آمنہ فخر احمد، تہران، میراث مکتوب
۱۰۔ ان بزرگوں کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: کشمیری، محمد صادق ہمدانی، ۱۹۷۷ء، کلمات الصادقین، مرتبہ: محمد سلیم اختر، اسلام آباد، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۳؛ کشمیری، محمد صادق ہمدانی، ۱۹۹۰ء-۱۹۹۳ء، طبقات شاہ جہانی، مرتبہ: محمد اسلم خان، طبقہ نہم- دہم؛ دہلوی، عبدالحق محدث، ۱۳۸۳ش، اخبار الاخیار، مرتبہ: علیم اشرف خان، تہران، ص ۵۶۴
۱۱۔ خواجہ کلاں، ۱۳۰/۱۳

۱۲۔ ایضاً، ۳/۲۲۵: انھی شیخ رفیع الدین محمد کی ایک صاحب زادی کا نکاح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دادا شیخ وجیہ الدین سے ہوا، جن کے بطن سے تین فرزند شیخ ابو الرضا محمد، شیخ عبدالرحیم (والد شاہ ولی اللہ) اور شیخ عبدالحکیم متولد ہوئے۔ محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ ۱۳۱۲ھ، انفاس العارفین، دہلی، ص ۱۶۷، ۱۷۳

۱۳۔ خواجہ کلاں، ۳/۲۷۳

۱۴۔ ایضاً، ۳/۲۲۵

۱۵۔ ایضاً، ۳/۲۷۳

۱۶۔ ایضاً، ۳/۲۷۳

۱۷۔ باقی باللہ، ص ۲۵

۱۸۔ غلام مصطفیٰ خان، س ن، ہا قیات باقی، حیدرآباد سندھ، ص ۴۷، ۵۱، ۶۷: میاں شیخ اسماعیل رشدی کا سال وفات حتمی طور پر معلوم نہیں ہے، خواجہ کلاں کی روایت ہے کہ موصوف دہلی سے دور دوران ملازمت فوت ہوگئے، ان کی یہ روایت ان کی کتاب زاد العاد میں درج ہے جو ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء کو مکمل ہوئی، گویا شیخ رشدی کا انتقال مذکورہ سنہ سے پہلے ہو چکا تھا، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے بغیر کسی قطعی دلیل کے کلیات خواجہ کے مرتب و مدون کا نام خواجہ محمد صدیق ہدایت کشمی فرض کر لیا ہے، وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کے سارے اصحاب میں سے سب سے زیادہ معلومات رکھتے تھے، انھوں نے پہلے ہدایت تخلص اختیار کیا اور بعد میں اسے بدل کر رشدی کر دیا ہوگا جو ان دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔

۱۹۔ سنبھلی، کمال محمد، اسراریہ، خطی، مخزونہ کتاب خانہ ندوۃ العلماء لکھنو

دیگر ماخذ:

۱۔ اوحدی، تقی الدین محمد، ۱۳۸۹ش، عرفات العاشقین و عرصات العارفین، مرتب: ذبیح اللہ صاحبکاری و آمنہ فخر احمد، تہران، میراث مکتوب

۲۔ باقی باللہ، خواجہ، ۱۹۶۷ء، کلیات خواجہ باقی باللہ، مرتب: ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور

۳۔ بدر الدین سرہندی، حضرات القدس، جلد اول، خطی نسخہ، کتاب خانہ لاہور میوزیم، لاہور

۴۔ خواجہ کلاں، عبیداللہ، ۲۰۱۳ء، زاد المعاد و احوال حسام الدین احمد، مرتب: محمد اقبال مجددی، گوجرانولہ

۵۔ عبدالقادر بدایونی، ۱۸۶۸ء، منتخب التواریخ، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

۶۔ عبدالباقی نہاوندی، ۱۹۲۰ء۔۱۹۳۱ء، مآثر رحیمی، مرتب: ہدایت حسین، کلکتہ

۷۔ عبدالحق محدث دہلوی، ۱۳۸۳ش، اخبار الاخیار، مرتب: علیم اشرف خان، تہران

۸۔ غلام مصطفیٰ خان، س ن، باقیات باقی، حیدرآباد سندھ

۹۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری، ۱۹۸۸ء، کلمات الصادقین، مرتب: محمد سلیم اختر، اسلام آباد

۱۰۔ ______ ۱۹۹۰ء۔۱۹۹۳ء، طبقات شاہ جہانی، مرتب: محمد اسلم خان، طبقہ نہم۔ دہم

۱۱۔ محمد ہاشم کشمی، نسمات القدس، خطی نسخہ، کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

۱۲۔ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی، ۱۹۷۷ء، مکتوبات امام ربانی، مرتب: نور احمد امرتسری، استنبول، ترکی

۱۳۔ کمال محمد سنبھلی، اسراریہ، خطی، مخزونہ کتاب خانہ ندوۃ العلماء لکھنو

۱۴۔ ولی محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، ۱۳۱۲ھ، انفاس العارفین، دہلی

۱۵۔ O.Rizvi,M And Qaisar M.H 1981.:Cat.of Manuscript in Azad Lib.Habibganj Collection, Aligarh

ماخوذ از ”جنوب مغربی ایشیا کا علمی تناظر: تاریخ، تہذیب اور ادب“ ارمغانِ مقالات بہ پیش معین الدین عقیل

روٗدادیں

روداد

۳۶ویں سالانہ امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس

منعقدہ ۵ جنوری ۲۰۱۴ء

بمقام کانفرنس ہال ہمدرد سنٹر لٹن روڈ لاہور

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی
سیکرٹری جنرل مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بہت زیادہ حرارت اور جوش ہے، جو بہت ہی مستحسن بات ہے کوشش کریں اس جوش کو صبر اور ہمت اور سلسلہ عالیہ کی ترویج اور اشاعت میں صرف کریں۔ سادہ زندگی اور حلال رزق پر توجہ مبذول فرمائیں، ہر شخص اپنے حصے کا کام کرے اور دوسروں پر انحصار کرنے سے اجتناب کرے اور غیرت کرے، ہر روز ہر دن ہم اپنے آپ کو بہتر سے بہترین کرنے کی کوشش کریں ان خیالات کا اظہار صدر مجلس جگر گوشہ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت پروفیسر پیر آغا نثار احمد جان سرہندی دامت برکاتہم العالیہ نے ۳۶/ویں سالانہ امام ربانی کانفرنس کے موقع پر اپنا صدارتی خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا۔ انہوں نے مزید اپنے خیالات عالیہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں حضرت مجدد الف ثانی" کی تعلیمات کو پھیلانا چاہیے تاکہ قیامت کے دن ہم اپنے مرشد کے حضور سُرخرو ہوں اور کہہ سکیں کہ ہم نے بھی کام کیا ہے۔

اس پاکیزہ مجلس کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن حکیم سے ہوا جس کی سعادت

ملک کے ممتاز قاری حافظ قاری محمد رفیق نقشبندی نے حاصل کی، تلاوت قرآن حکیم کے بعد ممتاز عالم دین علامہ قاری نصیر احمد شرقپوری اور حافظ محمد شاہد فدا نے بحضور سرور کونین ہدیہ نعت پیش کیا۔ سرپرست مجلس وصدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور جناب جمیل اطہر سرہندی افتتاحی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

آج ۳۶ ویں سالانہ امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس انعقاد پذیر ہے اور میں آنے والے معزز مقالہ نگاران اور سامعین کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ، کا ہم پر احسان ہے کہ ہم اس امت کے ایک پیکر جمیل اور بطل جلیل کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔

علامہ محمد اقبال کا ایک مصرع ہی بطور شہادت ان کے کام کو سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ شہادت عام شہادت نہیں ہے بلکہ بہت بڑی گواہی ہے حضرت مجدد الف ثانی کے کام اور کارنامے کی۔

فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے نوجوان محقق اور شاعری کے میدان کے نامور سپاہی میرزا امجد رازی نے فکر اقبال پر حضرت امام ربانی کے اثرات پر پُر جوش اور منفرد انداز میں حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد فیصل آباد ہی کے تنظیم البرھان انٹرنیشنل کے قائد اور مدیر ماہنامہ راہنمائے خواتین جناب افضل سعید صاحب نے عصر حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی روشنی میں کے عنوان پر

اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ لوگ دین میں عافیت اور سکون کی بجائے بے دینی اور بے راہ روی میں سکون تلاش کرنے لگتے ہیں۔ رذائل کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت برباد کر بیٹھتے ہیں، بے دین انہی علماءِ سوء کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ بد مذہبی اب تک جاری ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مبارک ارشادات کا حوالہ دیتے ہوئے ایک ارشاد مبارک پیش کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں: ''دور اکبری میں جو فساد برپا ہوا تھا وہ علماء کی بدبختی کی وجہ سے تھا۔ امید ہے کہ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ دیندار علماء کے انتخاب کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ علماء سو دین کے چور ہیں۔ ان کی منزل یہی ہے کہ مخلوق کی بارگاہ میں جاہ و منصب حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے اِن علماء میں جو بہتر ہیں وہ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کو ان کے قلم کی سیاہی شہیدوں کے خون سے زیادہ وزنی ہوگی''

شعبہ عربی و علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی سے وابستہ ڈاکٹر افتخار احمد خان نے اپنا مقالہ بعنوان ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک نو دریافت ماخذ کی اوّلین اشاعت'' پیش کیا اور زادالمعاد کے اسلوب تحقیق اور اس کتاب کی ضرورت اہمیت پر روشنی ڈالی، انہوں نے اس موقر پر پروفیسر محمد اقبال مجددی کے منہج تحقیق کو خراج تحسین پیش کیا۔

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں رومی چیئر سے وابستہ ترکی سے تعلق رکھنے والے عظیم محقق ڈاکٹر درمش بلگر نے اپنے وقیع مقالہ بعنوان ''فکر مجدد پر حضرت رومی کے اثرات'' پیش کرتے ہوئے کہا کہ اقبال سے پہلے بھی مولانا رومی کے اثرات اس خطے کے دوسرے مشاہیر پر پڑے ہیں۔ چنانچہ مولانا رومی کے افکار و خیالات سے متاثر

ہونے والوں میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کیونکہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے مخاطبین میں امراء، وعلماء اور صوفیاء شامل تھے۔ اس لیے مثنوی معنوی ان کے لیے ایک ماخذ کی حیثیت رکھتی تھی اور انھوں نے اپنے عرفانی موضوعات کی وضاحت کے لیے موقع محل کی مناسبت سے بہت سے اشعارِ مثنوی نقل کیے ہیں۔

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز کامونکی ممبر مجلس مشاورت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم ورک نے اپنے مقالہ بعنوان ''حضرت مجدد الف ثانی'' کا نظریہ وحدۃ الشہود: پس منظر اور اثرات'' کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پیش نظر حضرت مجدد الف ثانی کے نظریہ ''وحدۃ الشہود'' کا جائزہ لینا ہے اس لئے اس موضوع پر گفتگو سے پہلے مناسب ہے کہ یہ بات واضح کردی جائے کہ ''وحدۃ الوجود'' اور ''وحدۃ الشہود'' عقیدہ نہیں بلکہ عقیدہ توحید کی تعبیرات ہیں اور ہمارے فہم کی حد تک یہ تعبیرات بھی متشابہات کی قسم سے ہیں، یہ مسئلہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ذوقی بھی ہے۔ یہ حقیقت بھی قارئین پر واضح رہنی چاہیے کہ حضرت مجددؒ نے نظریہ ''وحدۃ الوجود'' کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے راہِ سلوک کی منازل میں ایک منزل شمار کیا ہے۔

ملک کے ممتاز محقق ومولف پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، نائب صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور نے اپنی بیش وقعت اور تحقیقی مقالہ بعنوان ''العرف الندی لنصرۃ الشیخ احمد السرھندی'' پیش کیا۔

ممتاز مورخ و محقق، مؤلف و مترجم و مرتب کتب و رسائلِ کثیرہ پروفیسر محمد اقبال مجددی سابق صدر شعبۂ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور، چیئرمین مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور نے اپنے مقالہ بعنوان ''اسلامی دعوت و عزیمت کا ایک مرکز خانقاہ حضرت باقی باللہؒ '' کے حوالے سے حاضرین مجلس کو بتایا کہ حضرت باقی باللہؒ کا سب سے بڑا تعارف یہ ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شیخ طریقت ہیں اور سرہند کے ایک نوجوان کو امام ربانی اور مجدد الف ثانی کے درجہ پر فائز کرنے والی انہی کی نظر کرامت اثر تھی کہ جس کی بدولت آپ اس مرحلے اور اس مرتبے تک پہنچے، آپ کا تعلق سنٹرل ایشیاء کے معروف خطے ثمرقند سے تھا، آپ کے والدین کریمین وہیں رہتے تھے اور وہاں سے کابل تشریف لائے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ولادت یہیں ۹۷۲ھ میں ہوئی وہاں سے ماوارالنہر اور ہندوستان تشریف لائے، مقصد روحانی تسکین تھا، ایک سفر میں کہ آپ وسطی ایشیاء سے سرہند شریف آرہے تھے، آپ کا گذر سرہند شریف کے قریب سے ہوا تو آپ کو وہاں روحانی طور پر کشش محسوس ہوئی۔

فاضل مقالہ نگار نے باقی باللہؒ کی خانقاہ کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت باقی باللہ لاہور سے دہلی آئے تو فیروز شاہ تغلق کے قلعہ میں واقع تین منزلہ مسجد کو اپنا روحانی اور علمی مرکز بنایا۔ یہ مسجد ہی آپ کی دعوت و ارشاد کا مرکز رہا اور یہ خانقاہ باقی باللہ بنی، یہی وہ خانقاہ تھی جہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسے چل کر آئے تھے۔

حضرت شیخ کے ایک شاگرد محمد صادق ہمدانی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مغموم بیٹھے ہوئے تھے کہ ان پر حضرت غوث اعظمؒ کی مبارک روح نے نزول کیا اور کہا کہ حضرت باقی باللہؒ کی خدمت میں جائیں''۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے اکابرین یہاں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لیے حاضر خدمت رہتے تھے۔

عربی زبان و ادب کے عظیم استاذ، مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، صدر مرکز تحقیق فیصل آباد وصدر مجلس مشاورت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور نے انتہائی اہم موضوع ''فقہی اجتہاد میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مرتبہ'' کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اگر مطالعہ صرف اس لحاظ سے کر لیا جائے کہ وہ شریعت اسلامی کے کتنے بڑے پرچار کرنے والے تھے تو پھر بھی کافی ہو جائے گا، ان کی روحانی منزلت کو ایک طرف چھوڑ کر بھی ان کا شریعت کے حوالے سے جو علم تھا اور فقہ میں جو ان کی دسترس تھی وہ دیکھ کر ہمیں حیرت ہوتی ہے اور یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھیے کہ جتنی بصیرت بڑھے گی، آگہی اتنی زیادہ ہوتی ہے اور آگہی آگے بڑھ جائے تو بڑے بڑوں کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اتنی منزلت کے باوجود حضرت امام ابوحنیفہ کے آگے یوں جھکے جھکے نظر آتے ہیں جیسے ایک ادنیٰ شاگرد ایک استاد کے سامنے ہوتا ہے۔ ایک عجیب کیفیت ہے، ذکر کرتے ہیں کہتے ہیں: ''آخرت میں جب جاؤ گے تو سوال ہوں گے، بخشش کے لیے امتحان ہوگا، سوال امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی فقہ کے مطابق ہوں گے ابوحسن نوری اور ابوبکر شبلی کے بارے میں نہیں ہوں گے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو نجات کو اپنے امام کے قدموں پر رکھ رہا ہے جو نجات کے لیے اپنے امام کو

اپنے سر کا تاج بنا رہا ہے وہ فقہ سے دستبردار کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لیے فرمایا احوال و مواجید پڑھو، صوفیہ کے حالات بھی جاننے کی کوشش کرو یہ اچھی باتیں ہیں لیکن یاد رکھو نجات کا دارومدار شریعت پر ہے اور آخرت میں سوال شریعت پر ہوں گے۔

آخر میں پروفیسر پیر نثار احمد جان نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا اور دعا فرمائی مجلس کے برخاست ہونے پر حاضرین مجلس کی لنگر مجددیہ سے تواضع کی گئی یوں یہ مجلس بحسن خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

روداد

تقریب افتتاح ذخیرۂ کتب پروفیسر محمد اقبال مجددی

مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور منعقدہ 26 مارچ 2015 بروز جمعرات بوقت

10 بجے دن بمقام جناح آڈیٹوریم

پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

سیکرٹری جنرل مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

کتاب پڑھنے کا شوق انسان ابتدائی زندگی سے ہی لے کر چلتا ہے۔ کتاب کے بغیر زندگی ایسی ہی ہے جیسے آپ اندھیرے میں ٹامک ٹویاں مار رہے ہوں۔ جیسے جیسے آپ کتابیں پڑھتے ہیں آپ کو راستہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے اور چیزوں کے بارے میں سوالات بھی ذہن میں آتے ہیں اور اس کے جوابات بھی ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ انسان کی ذہنی استعداد میں وسعت آجاتی ہے جسکی وجہ سے بہت سے مسائل کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار جامعہ پنجاب کے **وائس چانسلر ڈاکٹر مجاہد کامران** نے معروف محقق، مورخ اور مصنف پروفیسر محمد اقبال مجددی کے ذخیرۂ کتب، مخطوطات اور مصورات (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) کی افتتاحی تقریب منعقدہ 26 مارچ 2015 بروز جمعرات بوقت 10 بجے دن بمقام جناح آڈیٹوریم، کے موقع پر کیا۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز **اسلم جیات صاحب سینئر لائبریرین پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور** نے تلاوت قرآن حکیم سے کیا۔

جناب حسیب احمد پراچہ، چیف لائبریرین نے پروفیسر محمد اقبال مجددی کے ذخیرہ کتب کا تعارف کرواتے ہوئے کہا موصوف علمی اور تحقیقی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔۔۔اس بیش قدر کتب کی آرائش کے لیے ہماری درخواست پر رئیس جامعہ نے نہایت فراخدلی سے ہماری مالی معاونت فرمائی اور ہم نے ۵۰ سٹیل کی الماریاں خریدیں اور اب کتب کے اندراج کا کام جاری ہے اور سکیورٹی چپ لگائی جارہی ہیں۔اس ذخیرہ کتب کے کیٹلاگ تیار ہوچکے ہیں جوکہ لائبریری کی ویب سائٹ پر موجود ہیں۔مخطوطات کا کیٹلاگ انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کو سامنے رکھتے ہوئے مجددی صاحب نے ہمارے عملہ کو انگریزی میں املا کروایا، جس میں ہر مصنف کا سال ولادت و وفات یا زمانہ متعین کیا گیا ہے، ہر خطی نسخہ کے متعلق یہ معلومات دی گئی ہیں کہ اس کے دوسرے نسخے دنیا میں کہاں کہاں محفوظ ہیں اور ہر مصنف کے حالات کے مآخذ کی بھی نشاندہی کردی گئی ہے اور جس کی طباعت زیر غور ہے ان کتب کی حفاظت جدید طریقہ سے کی جارہی ہے اور اس کی اہم کتب اور مخطوطات کو ڈیجیٹیلائیز Digitilies کیا جائے گا جوکہ اساتذہ، محققین اور طلبہ کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گی۔اس کے بعد پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی، صدر شعبہ فارسی اورینٹل کالج، لاہور نے تقریب کی کاروائی کو آگے بڑھانے کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے ذخیرۂ مجددی کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے معاشرے میں کتاب سے وہ محبت اور کتاب خوانی کی

جو روایت صدیوں سے ہمارا ورثہ تھی وہ آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی ہے اور آج بہت ہی قلیل لوگ ہیں جو اس روایت کو نبھاتے چلے آرہے ہیں جو ہمارے اسلاف کا پسندیدہ شیوہ تھا۔ پروفیسر اقبال مجددی انہیں میں سے ایک ہیں۔ ان کی تمام عمر کتاب سے محبت میں گذری، زمانہ طالب علمی بلکہ میرا خیال ہے کہ جب سے انہوں نے شعور کی آنکھ کھولی ان کا کتاب سے تعلق خاطر برقرار رہا اور اب تک ہے۔ ساری زندگی کا حاصل وہ نادر اور نایاب کتابیں ہیں جو انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانے کو عطیہ کے طور پر دی ہیں۔ ہم میں سے جو کوئی بھی پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کے ذخیرۂ کتب دیکھے گا تو اسے بہت خوشگوار حیرت ہوگی۔ اکثر کتب کے شروع یا آخر میں موصوف نے اپنے تاثرات اور اس کتاب کی اہمیت کے بارے میں بہت سے عمدہ نکات لکھے ہوئے ہیں۔ سو کتاب دوستی اور پھر اس کتاب سے استفادہ کرنا اور اسے اپنی علمی تحقیقات کے کام میں لانا ان کی شخصیت کا روشن پہلو ہے۔

پروفیسر اقبال مجددی صاحب کی صاحبزادی **محترمہ خدیجہ اقبال** نے اپنے ذاتی مشاہدہ کے حوالہ سے اپنے تاثرات انگریزی زبان میں پیش کرتے ہوئے کہا:

> میرے والد کی دنیا ان کی ذاتی لائبریری ہے جو انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کردی ہے، ان کے شب و روز یہیں گذرتے ہیں، موصوف علمی کانفرنس میں ملک سے باہر جائیں تو واپسی پر ان کے بیگ کتابوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، ہمارے لیے کوئی تحفہ یا کھلونا کبھی نہیں لائے، ان کی زندگی

مطالعہ اور تحقیق سے عبارت ہے جو اس پیرانہ سالی میں بھی اُسی
طرح جاری ہے جیسے جوانی میں تھی

ڈاکٹر انجم طاہرہ، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی نے "ذخیرہ مجددی کے مخطوطات کی حفاظت وترتیب کے لئے تجاویز" کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ موقع نہ صرف پنجاب یونیورسٹی کے لیے باعث فخر ہے بلکہ تمام سکالرز کے لیے بھی خوش نصیبی ہے جو اس سے مستفید ہوں گے۔ انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے چند اہم تجاویز پیش کیں انہوں نے کہا کہ ان بیش قیمت کتب کی حفاظت کا مناسب انتظام کیا جائے۔ طالب علموں کو مطالعہ کے لیے فراخ دلی سے اجازت دی جائے اور یونیورسٹی کی لائبریری ان کتب کی فہرست جلد از جلد چھپوانے کا انتظام کرے اور مکمل طور پر on line کرنے کا اہتمام کرے تاکہ یہ عظیم خزانہ جلد از جلد منظر عام پر آسکے۔ نایاب کتابوں اور خطی نسخوں کو ڈیجیٹیلائز کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد نوید از ہر استاد شعبہ اردو اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور نے "ذخیرۂ مجددی میں محفوظ اردو ادب کی منفرد کتب" کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:
جب میں نے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں آپ کی کتب کو زمین سے چھت تک اٹے ہوئے دیکھا تو میں ورطہ حیرت میں ڈوب گیا اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس مختصر اور سادھی سی رہائش میں مجددی صاحب خود رہتے تھے یا ان کی کتابیں؟ مجددی صاحب کا کمال یہ کہ انہوں نے تحقیق کی وادی میں قدم رکھنے سے پہلے خود کو یکسو کرلیا،

اپنی سمت کا تعین کر لیا اور پھر زندگی بھر داد و تحسین کی لالچ سے بے نیاز ہو کر وفاداری بشرط استواری کی روایت کو قائم رکھا۔ تاریخ ان کا بنیادی مضمون تھا، جب انہوں نے اسے تصوف کے ساتھ جوڑا اور سلسلہ نقشبندیہ میں تخصص کی حد تک مطالعہ کیا تو ان چند محققین کی صف میں شامل ہو گئے جو نقشبندی تصوف پر سینکڑوں تحقیقی مقالات لکھ کر ساؤتھ ایشاء میں امتیازی مقام حاصل کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے دانش نامہ زبان و ادب فارسی سے لیکر دائرہ معارف اقبال تک جو بھی کتاب اٹھا کر دیکھیں اس میں مجددی صاحب کا نام جگمگاتا ہوا نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لائبریری میں اس ذخیرہ کے آنے کے بعد لائبریری میں کئی ذخیروں کی آب و تاب ماندھ پڑ گئی ہے۔

شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی سے وابستہ ڈاکٹر فراز انجم نے

"Sources for History of Mughals in The Collection of Mujaddidi" کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

اگر میں اپنی گفتگو کا آغاز اس بات سے کروں کہ پاکستان میں قرون وسطیٰ کی تاریخ زوال پذیر ہے تو شاید کوئی بھی اس سے غیر متفق نہ ہو۔ اس کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں ایک فارسی زبان کا نہ جاننا، دوسرا اس عہد کے مآخذ اپنے پھیلاؤ اور وسعت میں بے انتہا ہیں اور اس بات کا احساس بڑھ رہا ہے کہ عمر کم ہے اور عہد وسطی کا علم زیادہ ہے۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی کی کولیکشن میں ایسے ایسے مخطوطات شامل ہیں جن کو ڈھونڈنے باہر کی دنیا کے لوگ آئے ہیں۔ ان مخطوطات کی لمبی فہرست ہے۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے یہ سب کچھ کیسے کیا انسان یہ سوچ کر صرف حیران ہو سکتا ہے

لیکن وہ شخص حیران نہیں ہوگا کہ جس چیز سے عشق کیا جائے وہ لا انتہاء اور بے انتہاء ہو جاتی ہے۔ یہ کسی سرمائے سے اتنا بڑا خزانہ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا تھا یہ وہ Labour of Love ہے کہ جس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اس ذخیرہ میں تحقیق کے شعبہ سے متعلق جامعہ طلبہ کے لیے Sufism کے حوالے سے Phd کرنے میں وافر مواد میسر آ گیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر خورشید رضوی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کتاب سے دلچسپی تو اہل نظر کو ہر زمانے میں رہی ہے چاہے انہوں نے فراغت، کتاب کو گوشۂ چمن کی صورت قرار دیا ہو۔ فاضل مقرر نے پھر متنبی کا مندرجہ ذیل شعر پڑھا

اعزّ مکان فی الدّنیٰ سُرج سابح و خیر جلیس فی الزمان کتاب

"دنیا میں معزز ترین مقام کسی گھوڑے کی زین ہے اور بہترین ساتھی اور ہم نشین کتاب ہے"

اہل نظر کسی بھی زمانے میں بہت کثیر تعداد میں نہیں ہوا کرتے۔ آٹے میں نمک کی مثال دی جاتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس لائبریری میں جتنے بھی ذخیرے آئے ہیں وہ اپنی اپنی جگہ انمول ہیں۔ وہ شیرانی صاحب کا ذخیرہ ہو یا آزاد کا ذخیرہ ہو یا شیخ اقبال صاحب کا ہو، پیرزادہ صاحب کا ہو یا مولانا روحی کا ہو میرے استاد گرامی صوفی محمد ضیاء الحق کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ اس تمام تسلسل کی ایک کڑی آج کی یہ تقریب ہے کہ جس میں اس لائبریری میں ایک بڑے ذخیرہ کا اضافہ ہوا ہے۔ بدقسمتی سے مجددی صاحب سے اگرچہ میری ملاقات بہت کم رہی ہے لیکن جب بھی ملاقات ہوئی تو مجھے اس

بات کا احساس ہوتا کہ یہ ان معدود چند لوگوں میں سے ہیں جن کی زندگی کا محور کتاب ہے اور جنہیں کتاب سے عشق ہے جو اپنا پیٹ کاٹ کر کتابیں خریدتے رہے، اس طرح کے لوگ یقیناً واجب الاحترام ہیں کیوں کہ اس وضع کے لوگ میں نہیں سمجھتا کہ ہمیں معاشرے میں دکھائی دیں گے۔ یہ سراپا ایثار اور قربانیوں کی تصویر ہیں اور ان کی زیارت ہمارے لیے شرف اور اعزاز کی بات ہے۔ اس طرح کے لوگ آئندہ آپ کو نہیں ملیں گے۔ میں ان کے اعزاز و اکرام میں اس مجلس میں شرکت کو اپنے لیے باعث عزت سمجھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مجددی صاحب نے بتایا ہے کہ میں اپنی لائبریری میں وہ کتب لایا ہوں جو پہلے سے اس کتب خانے میں موجود نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یونیورسٹی میں صرف تعداد کا اضافہ نہیں ہوا بلکہ جہات کا اور معیار کا اضافہ ہوا ہے اور اس سے بڑی بات کہ اتنے بڑے ذخیرہ کو زندگی بھر جمع کرنے کے بعد کسی ادارے کو سونپ دینا اس کے لیے بہت دل چاہیے کیونکہ جس کسی کو کتاب سے عشق رہا ہو اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے کہ وہ اپنی ایک کتاب کسی کو دے۔

جناب جمیل احمد رضوی سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی

نے ''ذخیرۂ مجددی میں قدیم و جدید نادر الوجود مطبوعات، ایک تعارف'' کے عنوان پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے بہت سی نادر الوجود کتب کا تعارف پیش کیا جو ذخیرۂ مجددی میں موجود ہیں۔ ان کتب کے سرورق بذریعہ پروجیکٹر بورڈ پر آویزاں بھی کیے گئے جو حاضرین کی دلچسپی کا باعث بنا رہا۔

اس کے علاوہ فاضل مقالہ نگار نے مجددی صاحب کی ان کیفیات کا ذکر بطور

خاص کیا جو کتب خانہ کو گھر سے رخصت کرتے وقت موصوف میں دیکھی گئیں۔ انہوں نے بتایا کہ مجددی صاحب نے ان کیفیات کا ذکر ان سے ان الفاظ میں کیا کہ ''کتب بھیجتے وقت پہلے میرا رنگ پیلا پھر نیلا پڑا، مجھے ایسا لگا جیسے آج یہ کتابیں نہیں میرا جنازہ جارہا ہے۔''

ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی ،فیصل آباد نے ''ذخیرۂ مجددی میں نادر مطبوعات عربی'' پر مفصل گفتگو کی اور اس حوالے سے حاضرین مجلس کو موضوع کے حوالے سے معلومات فراہم کیں۔

انہوں نے دوران گفتگو ان جذبات کا بھی اظہار کیا کہ یہ ہماری دلی خواہش تھی کہ موصوف کا ذخیرۂ کتب کاش جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد کی لائبریری کی زینت بنتا اور اس کی حیثیت میں اضافہ ہوتا مگر یہ قسمت کی بات ہے اور اب کیوں کہ صبر ہی کیا جاسکتا ہے کہ جتنا تحفظ اس بیش قیمت خزانے کو یہاں یعنی پنجاب یونیورسٹی لاہور میں مل سکتا ہے وہ شاید ہم اسے نہ دے پاتے۔

آخر میں فاضل مقالہ نگار نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ آج پروفیسر محمد اقبال مجددی کے ذخیرۂ کتب کی حیثیت یقیناً اس قدر ہے کہ بہت سے تحقیق سے وابستہ طالب علم اس سے استفادہ کر کے Phd کر سکتے ہیں، تو میری اس سلسلہ میں ارباب اختیار سے اپیل ہے کہ موصوف کا یہ حق ہے کہ ان کو Phd کی اعزازی ڈگری سے نوازا جائے اور یہ یقیناً جامعہ ہذا کے لیے بہت اعزاز کی بات ہوگی۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس ڈین شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد نے اپنا مقالہ بعنوان ''سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ وارتقاء پر ذخیرۂ مجددی کے نوادر'' کے حوالے سے اپنا وقیع مقالہ پیش کیا جس سے یقیناً حاضرین کی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ انہوں نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہماری نوجوان نسل بڑے فخر سے آنے والوں کو بتائے گی کہ ہم نے بھی پروفیسر محمد اقبال مجددی کو دیکھا ہے۔

جناب اکرام چغتائی سابق صدر اردو سائنس بورڈ، لاہور نے ''پنجاب یونیورسٹی میں محفوظ ذاتی ذخائر میں ذخیرۂ مجددی کی انفرادیت'' کے حوالے انتہائی فاضلانہ اور فکر انگیز گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مجددی صاحب حقیقتاً ''فنا فی الکتاب'' آدمی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کی استقامت بھی قابل تحسین وداد ہے اور یقیناً استقامت ہی کرامت ہے اور ابتداء سے اب تک کتاب سے جوان کا تعلق ہے یہ کرامت ہے اور یہ ذخیرہ یہاں پہنچا ہے یہ اسی کرامت کا نتیجہ ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا کہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری ہو یا دنیا کی اور بڑی لائبریریاں اگر ان سے ذاتی ذخائر کو نکال دیا جائے تو ان کی حیثیت قابل ذکر نہیں رہ جاتی۔ اسی طرح اگر پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے اگر پرسیول اور سر شہاب الدین کے ذخیرے نکال دیں پھر دیکھیں کیا رہ جاتا ہے اور ینٹل سیکشن میں جو پہلا کولیکشن آیا ہے وہ محمد حسین آزاد کا ہے اگر ایسی کولیکشن کو نکال دیا جائے تو کتب خانوں کی جو پہچان ہے چاہے وہ قومی سطح پر ہو یا بین الاقوامی سطح پر وہ نجی ذخیروں سے ہے۔

ویانا میں واقع آسٹریا نیشنل لائبریری اور اس کے قلمی نسخے جو ترکی، عربی، فارسی اور کچھ اردو بھی کشف المحجوب کا سب سے پرانا نسخہ ویانا میں ہے، مزید ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا 1857ء سے پہلے کا جتنا بھی ادبی، علمی اور دینی مواد ہے وہ لندن اور برلن میں موجود ہے۔ تیسری جرمنی کی نیشنل لائبریری ہے جن میں ذاتی ذخائر بھی ہیں۔ اگر ایسی بڑی لائبریریوں سے بھی نجی ذخائر نکال دیے جائیں تو ان لائبریوں کی وہ شناخت نہیں رہتی جو دنیا میں انسے حاصل ہے۔ اسی طرح مجددی صاحب کی کولیکشن میں نمائش میں رکھی گئی کتب کو مشاہدہ کرتے ہوئے مجھے ایک انگریزی کی کتاب بعنوان ''Both ends of the Candles'' دیکھنے کو ملی یہ پاکستان میں کہیں نہیں ہے یہ پہلی بار میں نے پاکستان میں ان کی کولیکشن میں دیکھی ہے۔ یقیناً یہ ان کا بہت بڑا contribution ہے۔ جس طرح انہوں نے یہ ذخیرہ جمع کیا ہے اور میرے خیال میں جس طرح پرانے بزرگ کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک یہ یقین نہیں کر لیتے تھے کہ ان میں کوئی چھینٹا اور طرح کا تو نہیں پڑا ہوا تو میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے کتب خانے میں ایسا کوئی چھینٹا نہیں پڑا ہوا، سوائے ان کی محنت اور لگن کے

آخر میں فاضل مقالہ نگار نے مجددی صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنے جسم کا ایک ٹکڑا الگ کر کے اس لائبریری کو دیا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر استاد شعبہ فارسی اورینٹل کالج لاہور نے ''ذخیرۂ مجددی میں فارسی مطبوعہ کتب کی تاریخ'' کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ

بعض لوگ صحیح معنوں میں کہتے ہیں کہ ایک طالب علم کا اوڑھنا اور بچھونا علم اور تحقیق ہے تو اس کی سچی مثال محترم جناب پروفیسر اقبال مجددی صاحب ہیں۔ صوفیہ کے تذکرے ،تاریخ تصوف، سلاسل تصوف، تذکار صوفیا، تذکار شعرا اور تذکار علماء پر کتب کا جو ذخیرہ انہوں نے اپنے ہاں جمع کیا اور اسے پنجاب یونیورسٹی کو دیا اس سے پنجاب یونیورسٹی کی علمی حیثیت بڑھ گئی ہے۔ ایران کی اکیڈمی آف لیٹرز Academy of letters برصغیر میں فارسی زبان وادب کے حوالے سے اس اکیڈمی نے 1993 ایک انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنا شروع کیا۔ اس وقت تک اس کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں ان تین جلدوں میں برصغیر میں سب سے زیادہ مقالات لکھنے والے محترم جناب اقبال مجددی صاحب ہیں اور بعینہٖ شائع ہوئے اور ایران میں ان کا بڑا نام ہے اور ان کی مجلس مشاورت میں بھی ان کا نام شامل ہے۔ یقیناً یہ کسی پاکستانی کے لیے بہت بڑا اخراج تحسین ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے مجددی صاحب کی علم دوستی اور بے پناہ لگن کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ موصوف لڑکپن سے ہی کتاب کی محبت کے اسیر ہوئے اور اب تک ان کی یہی کیفیت ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا سارا سرمایہ اسی لگن کی نذر کر دیا اور دنیا کی متاع کو کبھی خاطر میں نہیں لائے۔

محترم ڈاکٹر سلیم مظہر صاحب نے مزید کہا کہ ان کا اپنی متاع حیات یعنی کتب کو آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے اس جامعہ کے حوالے کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ نظریاتی ہی نہیں بلکہ عملی صوفی ہیں، مجددی صاحب نے کتب یہاں جامعہ کے حوالے کرنے کے دوران ان کتب کی فہرستیں جامعہ پنجاب کی لائبریری کے متعلقہ

آفیسرز کے ساتھ مل کر خود تیار کیں۔ یوں کہیے کہ قربانی کے سفر کے آغاز سے انجام تک کی تمام باتیں بڑے حوصلے سے کہیں، مجددی صاحب قبلہ کا یہ عظیم کارنامہ کہ کتابیں محفوظ مقام پر چلی جائیں یقیناً یہ ہمارے لیے اور آنے والوں کے لیے رول ماڈل ہے، یقیناً یہ صدقہ جاریہ اور فیضِ عام ہے

آخر میں مجددی صاحب کی صحت اور سلامتی کی دعاؤں اور اس تمنا پر اپنی گفتگو کا اختتام کیا کہ یہ لکھتے رہیں گے اور پنجاب یونیورسٹی ان کی علمی نگارشات سے مستفید ہوتی رہے گی۔

پروفیسر ڈاکٹر مظہر معین صاحب سابق پرنسپل اورینٹل کالج، سابق ڈین فیکلٹی کلیہ علوم اسلامیہ انہوں نے کہا کہ میں روایت سے ہٹ کے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، مجددی صاحب کے بارے میں بات ہوئی کہ انہیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری دی جائے تو میری گزارش تھوڑی مختلف ہے کہ جامعہ پنجاب میں اور دنیا بھر میں یہ قاعدہ رہا ہے کہ جس کا کام تحقیقی و تصنیفی اس قابل ہو کہ اسے یہ سند دی جائے تو دنیا میں کسی بھی دو تین قابل محققین کو بھیج دیا جاتا ہے تو اگر وہ اتفاق کریں کہ ان کا کام اس درجے کا ہے تو اسے ایک زبانی امتحان یا جلسۃ الدفاع کے بعد پی ایچ ڈی کی سند دے دی جاتی ہے۔ تو اس روایت کا احیاء ہونا چاہیے۔ اور ایسے لوگوں کو جنہوں نے واقعی اس درجے کا کام کیا ہے انہیں اعزازی نہیں اصلی ڈگری ملنی چاہیے۔ وہ ان کا اعزاز نہیں ہوگا وہ ہماری قوم کا اعزاز ہوگا کہ اپنے اہل علم کی قدر کرتی ہے۔ تو یہ طریقہ پہلے رہا ہے۔ ڈاکٹر سلیم مظہر صاحب یہاں ڈین رہے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ بیروت

میں ان کا زبانی امتحان ہوا تھا اور انہیں یہ ڈگری ملی۔ انہوں نے یہ بات بھی کہی کہ ہمیں مغرب کی اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیے بلکہ کچھ اپنے ذہن اور غیرت کو بھی استعمال کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب نے انتہائی نازک مسئلے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک میں کم و بیش ہر گھر کا یہ مسئلہ ہے کہ عربی فارسی سے محروم یہ بدنصیب قوم نے انگریزوں کا دور حکومت آنے سے پہلے اپنی لائبریریاں اور کتب خانے دریاؤں اور کنوؤں میں پھینک دیے اور اگلی نسل جو کہ عربی فارسی سے جاہل تھیں ایسی صورتحال درپیش ہوتی رہی۔ میں محترم پروفیسر اقبال مجددی صاحب کو اس بات پر مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس تک نوبت نہیں آنے دی۔

یہ تقریب جو کہ تین نشستوں پر مشتمل تھی پہلی نشست کے اختتام پر **مہمان خصوصی ڈاکٹر مجاہد کامران (وائس چانسلر جامعہ پنجاب)** نے پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کا پنجاب یونیورسٹی کو بیش قیمت عطیہ کتب دینے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پیارے پیغمبر علیہ السلام بھی ایک کتاب (قرآن مجید) لے کر آئے ہیں اور اسکی ابتدائی آیات میں علم و قلم کا ذکر ہے اس کے علاوہ بھی علم کے متعلق بہت کچھ ہے اور قرآن کا اپنے بارے میں بھی یہ دعویٰ ہے کہ یہ ہدایت اور علم کی کتاب ہے۔

وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے قریباً 12000 کتب پر مشتمل مخزونہ مجددی کا افتتاح اپنے دست مبارک سے کیا۔

ممتاز محقق و مورخ و مصنف پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے وائس چانسلر ڈاکٹر مجاہد کامران جنہوں نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اس سیمینار اور افتتاحی تقریب میں شرکت کی، کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے مہربانی فرمائی اور میرے عریضے پر میرے ذخیرہ کو اس لائبریری میں محفوظ کرنے کی منظوری دی۔ مجددی صاحب نے سابق چیف لائبریرین چوہدری حنیف صاحب اور موجودہ چیف لائبریرین جناب حسیب احمد پراچہ صاحب کے خصوصی تعاون پر خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ اس کے علاوہ شعبہ علوم مشرقیہ کے انچارج حامد علی انصاری کے مشفقانہ تعاون پر ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے حاضرین کو یہ بات بھی بتائی کہ اس کام کو کرنے میں ان کو تقریباً ایک سال لگا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس ذخیرۂ کتب کی فہارس انہوں نے خود یونیورسٹی کے عملہ کو املاء کروائیں۔ محترم خالد محمود صاحب کی اس حوالے سے محنت کا ذکر کرتے ہوئے مجددی صاحب نے کہا کہ یہ خاص طور پر ہمارے شکریہ کے مستحق ہے کہ ان فہارس کی کمپوزنگ کی۔ حاجی عثمان صاحب کے تعاون کا ذکر کرتے ہوئے بھی ان کا بطور خاص شکریہ ادا کیا گیا۔ حاضرین کا تقریب ذی وقار میں شرکت پر پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے تہہ دل سے شکریہ ادا کیا خاص طور پر اپنے دو استادان گرامی، کرنل محمد حامد صاحب اور پروفیسر حیدر صاحب کی شرکت کو اپنے لیے اعزاز اور اطمینان کا باعث قرار دیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

پروفیسر اقبال مجددی صاحب نے پروفیسر خورشید رضوی کی شرکت پر اِن کا بطور خاص شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے اپنی سخت مصروفیات اور طویل سفر کی تھکان کے

باوجود اس تقریب میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ ان حضرات کی خدمت میں تشکر و امتنان کے کلمات بھی پیش کیے گئے جو پیرانہ سالی کے باوجود شرکت کے لیے تشریف لائے۔ موصوف نے ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صاحب، ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی صاحب، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب، ڈاکٹر سلیم اختر صاحب اور دوسرے تمام احباب کا بھی ان کی شرکت پر بھرپور شکریہ ادا کیا اور اس طرح یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

انٹرویو

میڈیا کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے اور اپنے ذخیرۂ کتب کا مختصر تعارف کرواتے ہوئے مجددی صاحب نے کہا:

تمام ریفرینس ٹولز، ریفرنس ورک، خصوصیت سے اورینٹل سٹڈیز کے حوالے سے تمام کتب یہاں موجود ہیں، اس کے علاوہ تاریخ خصوصیت سے ہے اور علماء و صوفیہ کے تذکرے بھی ہیں، تمام دنیا کے مخطوطات کی فہرستیں اس ذخیرے میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ کی اور بڑی بڑی کتابیں ہیں جیسے ایک سو پانچ والیم میں کتاب ہے، ۸۰ والیم میں کتاب ہے، تاریخ دمشق بھی موجود ہے، ۱۹ر جلدوں میں تاریخ بغداد موجود ہے ان کے تمام زیول بھی موجود ہیں۔ ببلیوگرافی اور کیٹلاگس کے حوالے سے تمام اہم کتابیں جو اورینٹل سٹڈیز کی ہیں وہ اس ذخیرے کی زینت ہیں، جو میں نے دنیا بھر میں پھر کر خود جمع کی ہیں، اس کے علاوہ اس کے اندر مخطوطات کا ایک اہم ذخیرہ ہے، جن کی تعداد ۲۵۰ ہے۔ مخطوطات کہتے ہیں مینوسکرپس کو، ان کی ڈسکرپٹو کیٹلاگ (انگریزی)

میں نے خود املا کرائی ہے جو ایک جلد میں شائع ہوگی ۔ اور مطبوعات جن کی تعداد ۱۰۰۰۰ (دس ہزار) سے زیادہ ہے، ان کی فہرست بھی میں نے ہی املا کرائی ہے [1]
جو دنیا بھر میں یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر آن لائن دیکھی جا سکتی ہیں۔

س: آپ کے ذخیرۂ میں موجود سب سے پرانی کتاب آپ نے کہاں سے حاصل کی؟

ج: جی وہ میں نے لاہور ہی سے حاصل کی ہے، آٹھویں صدی ہجری کی کتاب ہے، اس کا نام ہے ''کنز العباد فی شرح الاوراد'' جو شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد کی شرح ہے، یہ کتاب فارسی میں ہے اور یہ ثمر قند میں کتابت ہوئی ہے اس کا سٹائل ثمر قندی ہے، اس کا کاغذ سنٹرل ایشائی ہے، وہ ڈسپلے پر بھی موجود ہے اور اس کے علاوہ بہت سے مخطوطات ہیں جن کی خوبی یہ ہے کہ وہ مصنفین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں ۔ کچھ نسخے ایسے ہیں جو دنیا میں بالکل یونیک Unique ہیں یعنی rare ہیں ، دنیا میں اور ان کی کوئی کاپی نہیں۔ ان کی تفصیل کیٹلاگ میں دے دی گئی ہے۔

اس ذخیرے میں ایک خاص بات یہ کہ اس میں ایک ہزار کے قریب نادر مخطوطات کی عکسیات ہیں ۔ ذاتی کتب خانوں سے لے کر بہت سے مخطوطات کی کاپیاں کروائیں گئیں ہیں جو اب ختم ہو چکے ہیں ، اب ان کے عکسیات ہی میرے ذخیرے میں موجود ہیں، ان سے سب لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔

---

[1] اس فہرست کی دو جلدیں جو مطبوعات پر مشتمل ہیں شائع ہو چکی ہیں جبکہ ایک جلد مخطوطات پر مشتمل ہے جو زیر طبع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ نقشبندیہ پر پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ایک اہم لیکچر

مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور اور لائبریری جامعہ پنجاب، لاہور کے زیر اہتمام مورخہ 8 / مئی 2016 کو ایک سیمینار زیر صدارت ممتاز محقق و مورخ پروفیسر محمد اقبال مجددی منعقد ہوا جس میں ییل یونیورسٹی، امریکہ (Yale University, America) سے تشریف لائے ہوئے جواں سال محقق جناب ولید بن زیاد [1] نے ہماری درخواست اور خواہش پر جدید تحقیقی اصولوں اور اپنے پی ایچ ڈی مقالہ [2] پر یونیورسٹی کے اساتذہ اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کے لیے ایک وقیع لیکچر دیا، فاضل نوجوان نے حضرت شیخ فضل احمد معصومی

---

[1] ولید بن زیاد امریکہ کی معروف یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ سے وابستہ ہیں، ان دنوں آپ پاکستان میں ریسرچ ورک کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور کی طرف سے ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مخطوطات و مصورات کی فہرست آن لائن ہونے پر آپ کی توجہ کا مرکز بنی چنانچہ آپ اس سلسلہ میں صبح آٹھ بجے جا کر لائبریری کے ذخیرۂ مجددی میں بیٹھ کر مطبوعات و مخطوطات میں سے اپنے موضوع کے لئے متعلقہ اوراق کی عکس بندی کرتے اور رات آٹھ بجے تک اسی کام میں مصروف رہتے تھے، ایک روز ان سے ہم نے کہا کہ آپ اپنے موضوع اور جدید تحقیقی اصولوں کے بارے میں ہماری یونیورسٹی کے اساتذہ اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کے سامنے ایک لیکچر دیں تو انہوں نے ہماری درخواست قبول کرتے ہوئے لیکچر دینے یہ لیکچر دیا۔

[2] سلسلہ نقشبندیہ کی اٹھارھویں صدی کی تاریخ۔ وسطی ایشیاء اور برعظیم پاکستان و ہند میں

پشاوری (ف ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء) پر اپنی تحقیقات کا حاصل پیش کیا، جس میں انہوں نے بتایا کہ حضرت شیخ، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کی دختری اولاد میں سے تھے ، حضرت خواجہ کی صاحبزادی صفیہ کا نکاح شیخ فضل اللہ سے ہوا تھا، میر صفر احمد معصومی انہی کے فرزند تھے جنہوں نے حضرت خواجہ کے احوال ومناقب پر مقامات معصومی نام کی ایک کتاب لکھی تھی، جنہیں آپ کے ملک کے محقق یعنی پروفیسر محمد اقبال مجددی نے ایڈیٹ کر کے چار جلدوں میں شائع کیا تھا، وہ زیر بحث بزرگ کے دادا تھے۔

فاضل محقق نے بتایا کہ شیخ فضل احمد پشاوری بڑی قوی روحانیت کے مالک تھے ان کے لاکھوں مرید تھے، ان کی دو خانقاہیں تھیں ایک بخارا میں اور دوسری پشاور میں، آپ موسم کے اعتبار سے ان خانقاہوں میں دعوت وارشاد میں مصروف رہتے تھے، وسطی ایشیاء کے حکمران ان کے بہت معتقد تھے اور انہی کے اثر سے ان میں پابندی شرع شریف کا جذبہ پیدا ہوا اور ان کی حدود مملکت میں غیر شرعی امور کے ہونے کے امکانات ختم ہو چکے تھے، مشہور سیاح ویمبری نے بخارا کے سلاطین کی اسلام سے گہری وابستگی پر اپنی کتابوں میں جا بجا طنز کی ہے جو اس کی شہادت کے لیے کافی ہے۔

پروفیسر ولید صاحب نے بتایا کہ شیخ فضل احمد معصومی کے حالات پر ان کے ایک ذی علم خلفیہ نظام الدین بلخی مزاری انصاری نے تحفۃ المرشد کے نام سے ایک اہم کتاب لکھی تھی جو لاہور سے ۱۹۱۲ء کو فارسی میں طبع ہوئی تھی، انہوں نے

اپنے لیکچر کو ان حدود کی تصاویر دکھا کر مزید دلچسپ بنانے کی کوشش کی، امید ہے کہ جب یہ مقالہ شائع ہوا تو علمی دنیا اس کی خوب داد دے گی۔[۳]

محمد ناظم بشیر نقشبندی

---

[۳] پروفیسر ولید کا خطاب انگریزی میں تھا جو ہماری ویب سائٹ www.mujaddidway.com پر سنا جا سکتا ہے، ہم نے صرف چند نکات افادۂ عام کے لئے اردو میں لکھے ہیں۔

رپورٹ انٹرنیشنل سیمینار 2015

منعقدہ 6/اگست 2016 بمقام ایمبسیڈر ہوٹل لاہور

باہتمام مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور و جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، زیر سرپرستی ممتاز صحافی جناب جمیل اطہر سرہندی، زیر صدارت ممتاز محقق و مورخ پروفیسر محمد اقبال مجددی و زیر نگرانی ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد ،ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس 6/اگست 2016ء بمقام ایمبسیڈر ہوٹل لاہور میں انٹرنیشنل سیمینار بعنوان ''عصری علمی و فکری مغالطوں کا حل فکر مجدد الف ثانی'' کی روشنی میں'' منعقدہ ہوا جس میں شارجہ، متحدہ عرب امارات سے تشریف لائے ہوئے مہمان خصوصی ممتاز مذہبی سکالر پروفیسر عبدالودود مجددی نے مذکورہ عنوان پر اپنا وقیع مقالہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''غیر نبی کو جتنے کمالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل سکتے ہیں وہ سارے کمالات اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیے ہیں'' تو یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو کمالات ولایت کے بعد کمالات نبوت بھی عطا فرمائے۔

اس موقع پر جناب جمیل اطہر سرہندی، پروفیسر محمد اقبال مجددی اور ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس صاحب نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

راقم نے اس موقع پر 26 مارچ 2015 کو پنجاب یونیورسٹی میں منعقدہ تقریب افتتاح ذخیرۂ کتب پروفیسر محمد اقبال مجددی مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور کی مختصراً روداد پیش کی۔ جناب ڈاکٹر عقیل احمد نے اس پروگرام میں نظامت کے فرائض انجام دیے، حافظ محمد احمد نقشبندی مجددی نے کلام اقبال بحضور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

آخر میں شرکائے سیمینار اور مہمانان ذی وقار کی تواضع بھی کی گئی۔

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

اس سیمینار کی ویڈیو www.mujaddidway.com پر دیکھی جا سکتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

سیکرٹری جنرل مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

کسی کام کے دائرہ کار کو وسیع اور اس سے بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے تنظیم سازی لازم امر ہے۔ اگر کسی سوسائٹی یا تنظیم کے اراکین اور عہدیداران اخلاص اور لگن سے کام کریں تو اہداف کا حصول یقینی ہے۔ یقیناً تنظیم سازی اپنی جگہ ایک اہم اور دشوار مرحلہ ہے کیوں کہ ذمہ دار اور با اخلاص افراد کا چناؤ ہی اس کی کامیابی کا ضامن ہوتا ہے۔

یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی ہے کوئی ایک فرد اپنی ذات میں اتنے کمالات کا حامل ہوتا ہے کہ پوری تنظیم کے امور سنبھالے ہوئے مشنری جذبے سے سرشار دن رات کام کرتا ہے اور کام کو سمجھنے والے یہی اندازہ لگاتے رہتے ہیں کہ یہ کسی بہت بڑی افرادی قوت ہی کی مرہونِ منت ممکن ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ تنظیم سازی تو جاتی ہے لیکن اس کا کوئی سنجیدہ ایجنڈا اور اغراض و مقاصد واضح نہیں ہوتے۔ اگر کاغذی کاروائی ہو بھی جائے تو اہداف کے حصول کے لیے مستقل مزاجی سے کام نہیں کیا جاتا اور تنظیم کی باگ دوڑ بالآخر ان لوگوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جو محض قیادت کے خواہاں ہوتے ہیں اور تنظیم نام کی حد تک رہ جاتی ہے اور مؤثر اور فعال افراد کو غیر مؤثر کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال اس وقت مجھے بحیثیت جنرل سیکرٹری، مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کا مختصراً تعارف پیش کرنا ہے

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ایک متحرک سلسلہ ہے۔ اس میں جمود نام کی کوئی شے نہیں ہوتی اس میں تو بس کام کام اور کام کا جذبہ ہی کار فرما رہتا ہے۔ مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور جو اپنے نام سے ہی اپنے اغراض و مقاصد اور اہداف کی نمائندگی کرتی ہے۔ یقیناً نام سنتے ہی یہ بات ذہنوں میں جھلملانے لگتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے منسوب یہ تنظیم یقیناً ایک متحرک تنظیم ہے۔

تقریباً 40 سال قبل سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس سوسائٹی کو قائم کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کو عام کرنے کے حوالے سے یوم مجدد منانے کا سلسلہ جاری و ساری تھا۔ ملک کے کونے کونے میں اس پیغام کو پہنچانے کے لیے فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوریؒ نے اپنی ذات کو وقف کر دیا تھا اور آپؒ کی قیادت میں اس مبارک مشن کی کامیابی کے لیے آپ کے خلیفہ مجاز سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددیؒ اور شعبہ صحافت سے وابستہ ممتاز صحافی جناب جمیل اطہر سرہندی نے دن رات کام کیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے پیغام کو عام کرنے میں ان سپاہیوں نے وہ حق غلامی ادا کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ الغرض اس مشن کے لیے کوئی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ گلستان مجدد الف ثانی کے ان پھولوں کی خوشبو آج بھی کسی نہ

کسی صورت ماحول کو معطر و معنبر کیے ہوئے ہے۔

حضرت سرور ملت علیہ الرحمۃ اور جناب جمیل اطہر سرہندی دامت برکاتہم العالیہ کے باہمی افکار اور کاوشوں کی بدولت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور وجود میں آئی۔ بس سوسائٹی کیا تھی یہی دو سپاہی اس تنظیم کے عہدے دار تھے یعنی صوفی صاحب صدر اور جناب جمیل اطہر صاحب جنرل سیکرٹری اور اس تنظیم کے ورکر بھی خود ہی تھے۔ علم و عمل کا میدان ہو یا قلم و قرطاس دونوں شخصیات نے مجدد الف ثانی سوسائٹی کے تحت اتنا کام کیا کہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ کہ جن کی شخصیت اور کام سے شاید ہی کوئی ناواقف ہو، ان کا بھی یہ اندازہ تھا اور اس بات کا اظہار انہوں نے خود صوفی صاحبؒ سے کیا کہ جتنا آپ کام کر رہے ہیں یقیناً آپ کے پاس بہت بڑی افرادی قوت ہوگی، آفس ہوگا، لیکن وہ ہستی جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھی، سڑکوں پر بھی وہ، اخبارات کے دفتروں میں بھی وہ، اہل علم کی دہلیزوں پر بھی وہ، اشاعتی کام کی انجام دہی کے لیے پریسوں میں بھی وہ، تھانے کچہریوں میں بھی وہ، مقالات کی کولیکشن کے لیے محققین کے گھروں کے چکر لگانے والے بھی وہ حتیٰ کہ بلڈ کینسر جیسی مہلک بیماری اور ملازمت کی سختیوں کے باوجود مشن میں کوتاہی نہیں کی، بس ایک ہی لگن تھی کہ نقشبندی مشائخ کی تعلیمات کو پھیلانا ہے بالخصوص حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کو عام کرنا۔

راقم الحروف کی 1990 میں جب آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں نسبت قائم ہوتی ہے تو بس وہ دن اور آج کا دن۔ اس اللہ والے نے اپنی نگاہ کیمیاء ساز سے مجھ جیسے بے علم و کاہل میں کام کی وہ روح پھونکی ہے کہ جب تک مجددی مشن کے

حوالے سے کام نہ کیا جائے تو ضمیر ملامت کرتا رہتا ہے اور نسبت تقاضہ کرتی ہے کہ اپنے بزرگوں کے مشن کو آگے بڑھانے میں کچھ نہ کچھ حصہ ڈالا جائے۔

مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور اپنے قیام کے 37 سال بعد سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ نمبر XXI of 1860 کے تحت زیر نمبری RP/8170/L/S/1372 مورخہ 07-09-2013 کو باقاعدہ طور پر رجسٹر ہو چکی ہے۔ (عکس اس کے اختتام پر ملاحظہ کریں)

جب عہدے داروں کے لیے سوچ و بچار کیا جا رہا تھا تو یہ بات کو خاص طور پر پیش نظر تھی کہ اس تنظیم کے عہدے داروں میں ان شخصیات اور احباب کو شامل کیا جائے جو افکار مجددی کی اشاعت کو اپنی زندگی کا مشن بنا چکے ہوں اور اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے عملی طور پر کام کریں۔ اسی فکر کے پیش نظر عہدیداران کی فہرست قائم کی گئی جو درج ذیل ہے

فہرست عہدیداران

سرپرست اعلیٰ: جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی

صدر: جناب جمیل اطہر سرہندی

نائب صدر: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

جنرل سیکرٹری: محمد ناظم بشیر

جوائنٹ سیکرٹری: محمد عمران اطہر سرہندی

پریس سیکرٹری: جناب راشد مگھالوی

فنانس سیکرٹری: خواجہ عمر فیاض ہیں

یہاں سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں

اغراض ومقاصد مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور

☆ بین الاقوامی سطح پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت

☆ محققین کے لئے لٹریچر کی فراہمی

☆ مکتوبات امام ربانی کے درس اوران کی اشاعت

☆ درس مکتوبات کی براہ راست کوریج بذریعہ Web Site, Skyps

☆ سالانہ بین الاقوامی امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنس کا انعقاد

☆ کانفرنس میں پڑھے جانے والے تحقیقی مقالات کی اشاعت

☆ حضرت امام ربانی کے حوالے سے ہونے والے تحقیقی کام کو منظر عام پر لانے کا اہتمام

☆ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے حوالے سے نادر مخطوطات کی اشاعت

☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے سالانہ عرس مبارک منعقدہ ۲۸ صفر المظفر کے موقع پر ملک بھر سے شائع ہونیوالے اخبارات ورسائل وجرائد میں آپ کی شخصیت، تعلیمات اور کارہائے نمایاں کے حوالے سے تحقیقی مضامین کی اشاعت

☆ پاکستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے متعلق محققین میں ہونے والی خط وکتابت کی اشاعت

☆ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے لیے ورکشاپس کا اہتمام

ویب سائٹ کا اجراء

ہماری ویب سائٹ www.mujaddidway.com جس پر مکتوبات امام ربانی کے مرحلہ وار دروس کی ویڈیوز اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے حوالے سے نادر الوجود کتب اور مخطوطات جو پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کے کولیکشن سے حاصل کی گئیں ہیں ان کے عکس PDF فارمیٹ میں قارئین کرام کے استفادہ کے لیے فراہم کر دیے گئے ہیں۔ الحمد للہ دنیا بھر سے محققین اس سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔

مقالات کی اشاعت

مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام ہونے والی ''امام ربانی مجدد الف ثانی کانفرنسوں'' میں پڑھے جانے والے تحقیقی مقالات کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ صوفی صاحب کے وصال کے بعد اب تک بہت سی کتب منظر عام پر آچکی ہیں جن میں ارمغانِ امام ربانی کی چھٹی اور ساتویں جلد بھی شامل ہے اس کے علاوہ پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مخطوطات کے ذخیرہ (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) میں سے ایک نہایت بیش بہا مخطوطہ خلاصۃ المعارف ہے جو کہ حضرت مجدد الف ثانی کے سب سے مشہور خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوڑی کی تالیف ہے۔ جو اپنی تکمیل (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) سے آج تک طبع ہی نہیں ہو سکی تھی، چونکہ مولف نے اپنی تالیفات کے مسودات ہی تیار کئے تھے، انہیں ان کو مبیضات کی صورت دینے کی مہلت ہی میسر نہیں آئی تھی، اس لئے آپ کی تمام کتابوں کو آپ کے سوانح نگار اور خلیفہ شیخ محمد امین

بدخشی نے مرتب کیا اور ان کی نقلیں تیار کروائیں اور انہیں حواشی سے مزین کیا، چونکہ یہ نسخہ ہی اس کے تمام نسخوں کی نقل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا تھا اس لئے ابتدائی طور پر اس کا عکس شائع کر دیا گیا ہے۔ اس عکسی نسخہ کے آخر میں اس کے مرتب و مدون شیخ محمد امین بدخشی کے مولفہ دو نہایت ذی قیمت رسائل جو اس نسخہ کے ساتھ ہی مجلد ہیں جو مولف شیخ بدخشی کے ہاتھ کے تحریر کردہ ہیں، جن پر ان کی وہی مہریں ثبت ہیں جو خلاصۃ المعارف پر ہیں۔

اس سارے اشاعتی کام کی سرپرستی ممتاز مؤرخ و محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی سرپرست مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور اور ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، نائب صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور فرما رہے ہیں۔

اخبارات میں مضامین کی اشاعت خاص

اس کے علاوہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک منعقدہ 28 صفر المظفر کے موقع پر ہر سال تعلیمات مجددیہ کی اشاعت کے لیے صدر مجدد الف ثانی سوسائٹی جناب جمیل اطہر سرہندی نہ صرف اپنی زیر ادارت شائع ہونے والے روزنامہ جرأت / تجارت میں اشاعت خاص کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ آپ ہی کی کاوشوں کے نتیجہ میں ملک بھر سے شائع ہونے والے روزنامہ، ہفت روزہ، ماہنامہ رسائل و جرائد میں حضرت امام ربانی کی شخصیت، تعلیمات اور کارہائے نمایاں پر مبنی عام فہم مضامین کی اشاعت خاص ہوتی ہے۔

دعا ہے دین متین کی خدمت کے جذبے کے تحت قائم کی گئی یہ تنظیم یونہی منزل کی طرف گامزن رہے یقیناً اہل علم ودانش کی سرپرستی ہی اس کی کامیابی کی ضامن ہے۔

اللہ کریم جل شانہ اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقہ ووسیلہ اس کاروان خیر کو منزل مقصود عطا فرمائے اور ہمارے جذبوں کو اخلاص کی دولت سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین ثم آمین

CERTIFICATE OF REGISTRATION

(Act. XXI of 1860)

CITY DISTRICT GOVERNMENT LAHORE

No. [illegible] Year: [illegible]

I hereby certify that [illegible]

[illegible]

has this day been duly registered under the Societies Registration Act. XXI of 1860.

Given under my hand at [illegible] this [illegible] day of [illegible] (Two thousand [illegible]).

Fee: Rs.500/- (Rupees Five Hundred only).

Please note that you are required to file with the Registrar, Joint Stock Companies, Lahore District, the names, addresses and occupations of the members of the governing body entrusted with the management of the affairs of the society, every year as required under Section 4 of the Societies Act, 1860
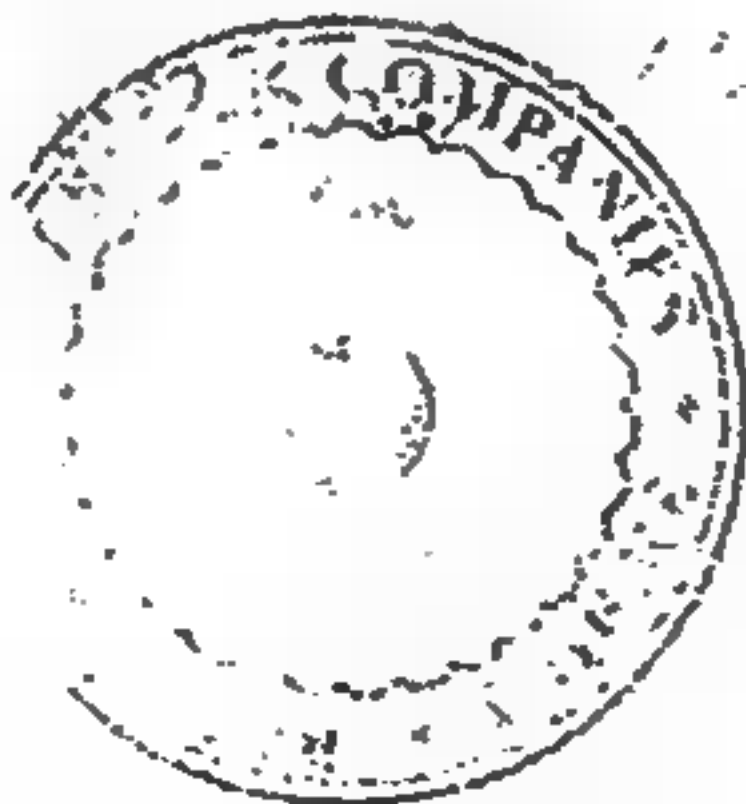
[illegible] 07/9/13

DISTRICT OFFICER
for Registrar Joint Stock Companies,
City District Government, Lahore

﴿1﴾

نام مجموعہ مقالات: شیخ سرہند

ترتیب وتدوین: جمیل اطہر

نمبر شمار	عنوان مقالہ	نام مقالہ نگار
۱۔	اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی
۲۔	حضرت امام ربانی	جمیل اطہر سرہندی
۳۔	صاحب اسرار	جمیل اطہر سرہندی
۴۔	بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی	جمیل اطہر سرہندی
۵۔	مسلم قومیت کا داعی	جمیل اطہر سرہندی
۶۔	اکبر کا دین الٰہی	جمیل اطہر سرہندی
۷۔	وحدت الوجود سے وحدت الشہود تک	جمیل اطہر سرہندی
۸۔	مجدد سے قائد تک	جناب زیڈ اے سلہری
۹۔	سرمایہ ملت کا نگہبان	پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
۱۰۔	نفس گرم کی تاثیر	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔	گرمئ احرار	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۱۲۔	مکتوبات کے آئینے میں	صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری
۱۳۔	احیائے دین کا نور	سید انور علی ایڈووکیٹ

۱۴۔	نرالی شان کا مجدد	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
۱۵۔	دانائے راز	پروفیسر انیس احمد شیخ
۱۶۔	ولولہ حق	عبدالکریم ثمر
۱۷۔	تجدید دین	پروفیسر محمد عارف اظہر
۱۸۔	خواجہ باقی باللہ کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور
۱۹۔	آفتاب درخشاں	ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی
۲۰۔	اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۲۱۔	بہترین جہاد	پروفیسر سعید احمد خاں
۲۲۔	صراط مستقیم	پروفیسر حافظ اعتبار احمد خاں
۲۳۔	مرید سے مراد تک	پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی

﴿2﴾

نام مجموعہ مقالات: افکار حضرت مجدد الف ثانی اور عصر حاضرؒ

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد و مقام: ۱۷۔ اپریل ۲۰۰۴ بروز ہفتہ بوقت ۴ بجے سہ پہر کانفرنس ہال ہمدرد مرکز لٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

۲۔	دو قومی نظریہ اور تحریک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۳۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے اوّلین بانی	مجیب الرحمٰن شامی
۴۔	فکر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات کے آئینے میں	مفتی محمد صدیق ہزاروی
۵۔	حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نظر میں	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۷۔	اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی

﴿3﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغانِ امام ربانی (جلد اول)

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد و مقام: ۲۴۔ اپریل ۲۰۰۵ بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے دن ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ	حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔	جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس کا اجمالی جائزہ، اظہار تشکر و امتنان	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
۳۔	تعارف امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی	مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی
۴۔	تعارف جہانِ امام ربانی	علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی
۵۔	امام ربانی مجدد الف ثانی	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
۶۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور سے رابطہ	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۷۔	شریعت، طریقت اور حقیقت امام ربانی کی نظر میں	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۸۔	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ترویج شریعت	پروفیسر محمد احسان ہاشمی
۹۔	امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت فقیہ اسلام	علامہ مفتی صدیق ہزاروی
۱۰۔	حضرت مجدد الف ثانی کے تفسیری نکات	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۱۱۔	حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول ﷺ	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۱۲۔	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ	پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
۱۳۔	نقشبندی مشائخ اور تحفظ ناموس رسالت	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی

۱۴۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی نگارشات	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۱۵۔	بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ممتاز خانقاہیں	ڈاکٹر سلطان الطاف علی
۱۶۔	خانوادۂ مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت	سید صابر حسین شاہ بخاری
۱۷۔	حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور مستشرقین	ڈاکٹر سلطان شاہ
۱۸۔	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک احیاءِ دین	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۱۹۔	سرہند شریف، اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی
۲۰۔	خطبہ صدارت	مفتی اعظم ہند علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد

﴿4﴾

نام مجموعہ مقالات: فکرِ امام ربانی

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد ومقام: ۱۸۔ مارچ ۲۰۰۷ بروز اتوار بوقت ۲ بجے بعد دوپہر کانفرنس ہال ہمدرد مرکز لٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	آئینہ فاروق اعظم (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ)	مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی

۲۔	دو قومی نظریہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۳۔	حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظام تبلیغ	علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی
۴۔	حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارنامے اور عصر حاضر	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۵۔	حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے روابط	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۶۔	حضرت مجدد کا تصور اجتہاد	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی
۷۔	حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور سرمایہ ملت کی نگہبانی	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۸۔	اشاعت مسلک اہل سنت اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد و احفاد	صاحبزادہ سید محمد نوید الحسن شاہ المشہدی
۹۔	صدارتی خطبہ	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

﴿5﴾

نام مجموعہ مقالات: نذر مجدد

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد و مقام: ۹ مارچ ۲۰۰۸ء بروز اتوار بوقت ۲ بجے بعد دوپہر سماع ہال دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار

۱۔	دربار رسالت مآب ﷺ میں حضرت مجدد الف ثانی کی مقبولیت	مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی
۲۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات عالیہ	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
۳۔	مکتوبات امام ربانی میں عقائد اہل سنت	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
۴۔	حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اہداف ۔نظریات یا شخصیات	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۵۔	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ملت اسلامیہ کو تفرقہ میں مبتلا نہیں کیا	علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی
۶۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ جہاد	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۷۔	مجاہدین اسلام کو حضرت مجدد کے نصائح	پروفیسر راغب الیاس شاہ
۸۔	حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مجاہدانہ تبلیغ سے جہانگیر کے رویے میں تبدیلی	علامہ ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی
۹۔	حضرت مجدد کے خسر شیخ تھانیسری کی جلاوطنی اور شہادت	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۱۰۔	وحدۃ الشہود گرہ کشائے وحدۃ الوجود	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۱۱۔	مکتوبات امام ربانی کے مآخذ	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۱۲۔	شیخ سلطان اور مجددیت	محمد خلیل مجددی

۱۳۔	صدارتی خطبہ	مفتی محمد معظم احمد

﴿6﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربانی (جلد دوم)

ترتیب وتدوین: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تاریخ انعقاد و مقام: ۲۲ر فروری ۲۰۱۰ء بروز اتوار سماع ہال دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور دو قومی نظریہ	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۲۔	تعلیمات مجددیہ کی ضرورت اور عصر حاضر	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۳۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی طرف دعوت نہیں دی، اتباع سنت اور اکابر اہلسنت کی طرف متوجہ کیا	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۴۔	عالمی سطح پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا اثر ورسوخ	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۵۔	تکفیر مسلم میں حضرت مجدد کا کمال احتیاط	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۶۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اوراد و وظائف	پروفیسر راغب الیاس شاہ
۷۔	معارف (اعظم گڑھ) میں تذکارِ مجدد	ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
۸۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دعوتی منہج واسلوب	ڈاکٹر محمد اکرم ورک

۹۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات	ڈاکٹر محفوظ احمد
۱۰۔	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عربی اسلوب نگارش (عربی مکاتیب کی روشنی میں)	ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان
۱۱۔	رسالہ تہلیلیہ کا اسلوبِ نگارش	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
۱۲۔	مکتوباتِ امام ربّانی کے فکری اور عملی پہلو	پروفیسر محمد عظیم فاروقی
۱۳۔	روداد	محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

﴿7﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربانی (جلد سوم)

ترتیب وتدوین: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تاریخ انعقاد ومقام: ۱۴ فروری ۲۰۱۱ء بروز اتوار ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	علوم شرعیہ کی ترویج میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششیں اور ان کے ثمرات	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۲۔	عوارف المعارف: مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں	پروفیسر قاری مشتاق احمد

۳۔	لطائف المدینہ: حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے احوال کا ایک اہم ماخذ	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۴۔	عمدۃ الاسلام: حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پسند فرمودہ کتاب	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۵۔	اصلاح باطن و تزکیہ نفس . مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں	ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
۶۔	اثبات النبوۃ کے ادبی محاسن	ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان
۷۔	میر نعمانؒ کے نام خطوط میں تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال کے حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا منہج واسلوب	ڈاکٹر محمد اکرم ورک
۸۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق تربیت	پروفیسر راغب الیاس شاہ
۹۔	ایصال ثواب: مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں	پروفیسر محمد عظیم فاروقی

مکاتیب

۱۰	ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے مکاتیب میاں محمد صادق قصوری کے نام
۱۱	ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے مکاتیب صاحبزادہ بدر السلام صدیقی کے نام

﴿8﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربانی (جلد چہارم)

ترتیب وتدوین: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تاریخ انعقاد ومقام: ۳۰ رجنوری ۲۰۱۱ء بروز اتوار ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات، کمالات واحسانات	پروفیسر آغا پیر نثار احمد جان سرہندی
۲۔	دور حاضر میں صوفیہ کا کردار	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۳۔	ابن عربیؒ مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۴۔	مجددی تحریک اور اس کے اثرات	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۵۔	پاکستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات پر عمل کی ضرورت	ڈاکٹر سلطان الطاف علی
۶۔	مقام نبوت کا تحفظ: حضرت مجددؒ کی خدمات	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۷۔	مقام صحابہؓ: حضرت مجددؒ کے افکار کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

۸۔	سماجی فلاح و بہبود حضرت مجدد کے افکار کی روشنی میں	ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
۹۔	حضرت مجددؒ بحیثیت خادم قرآن	ڈاکٹر عبدالحمید عباسی
۱۰۔	رسالہ تہلیلیہ کے ادبی محاسن	ڈاکٹر حافظ افتخار خان
۱۱۔	خان خاناںؒ کے نام حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خطوط کی دعوتی، سماجی اور سیاسی اہمیت	ڈاکٹر محمد اکرم ورک

مکاتیب

۱۲۔	ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے مکاتیب پروفیسر محمد اقبال مجددی کے نام

﴿9﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربانی (جلد پنجم)

ترتیب وتدوین: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تاریخ انعقاد ومقام: ۱۵ر جنوری ۲۰۱۲ء بروز اتوار ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	پاکستانی خانقاہوں میں تعلیمات مجددیہ کے احیاء کی ضرورت	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

۲۔	مکتوبات امام ربانی کے درس کی اہمیت عصر حاضر کے تناظر میں	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۳۔	نقشبندی حضرات اور ترویج شریعت	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۴۔	حضرت مجدد الف ثانی اور عقائد اہل سنت	ڈاکٹر محمد شریف سیالوی
۵۔	مطالعہ فکر مجدد کی عصری اہمیت	علامہ رضاء الدین صدیقی
۶۔	مقام اہل بیت: حضرت مجددؒ کے افکار کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۷۔	مبدأ و معاد: موضوعاتی جائزہ	ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان
۸۔	نقشبندی سلسلے کے اصل مآخذ کی اشاعت اور اس کی ضرورت	محمد ناظم بشیر

مکاتیب

۹۔	مولانا ابوالحسن زید فاروقی کے مکاتیب پروفیسر محمد اقبال مجددی کے نام (مع حواشی)
۱۰۔	پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مکاتیب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان کے نام

۱۱۔	پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان کے مکاتیب پروفیسر محمد اقبال مجددی کے نام (مع حواشی)

برائے رابطہ:

دفتر مجدد الف ثانی سوسائٹی، لاہور، پاکستان

واقع

کاشانۂ شیر ربّانی 51-K1 واپڈا ٹاؤن لاہور

0300-4299321............0323-9990970

nazim_bashir72@Yahoo.com

www.mujaddidway.com

Title: Armagan-e-Imam-e-Rabbani(Vol-6)

Editor: Dr.Muhammad Humayun Abbas Shams
Ph.D (B.Z.University Multan, Pakistan)
Post Doc. (University of Glasgow, U.K.)

Published by: Muhammad Nazim

Prof Reading: Shahid Hussain

Calligraphy: Ahmad Ali Bhutta

First Edition: October,2016

Publisher: Imam-e-Rabbani Publications, Lahore,Pakistan

Pages: 536

Contact:

- Kashan-e-Sher-e-Rabbani 51-K1 Wapda Town, Lahore,Pakistan
- Office: Daily Juraat, Tijarat and The Business 14-Davis Road, Lahore

Cell:0092300-4299321 Phone: 00924236375697
www.mujaddid[illegible].com

297-4 Armagan-e-Imam-e-Rabbani edited by
Humayun Abbas

ARM

Lahore, Sher-e-Rabbani Publications, 2012
P 536

1.Sufiism

proceeding of 36th

Imam-e-Rabbani National Conference

held on 5th January 2014

at Conference Hall, Hamdard Center Lahore

Armaghan-e-Imam-e-Rabbani

EDITOR:

Dr.Muhammad Humayun Abbas Shams

Vol-V1

Published by

Muhammad Nazim

Publisher

Imam-e-Rabbani Publications

Lahore - Pakistan

Armaghan-e-Imam-e-Rabbani

EDITOR:

Dr.Muhammad Humayun Abbas Shams

Vol-VI

Imam-e-Rabbani Publications
Lahore - Pakistan